ابرارِ خطابت
مُصنّف
قاری ابرار احمد قادری
حصہ ششم
نُوریہ رضویہ پبلی کیشنز
۱۱۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

ابرارِ خطابت

حصّہ ششم

مُصنّف

قاری ابرار احمد قادری

فاضل عُلومِ عربیّہ

نُوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱- گنج بخش روڈ - لاہور

نام کتاب —— ابرار خطابت (حصہ ششم)

مصنف —— قاری ابرار احمد قادری

بار اول —— فروری 2000ء

تعداد —— 1100

مطبع —— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر —— نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور

قیمت —— 90 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلیکیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد فون 626046

نذرِ عقیدت

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، واقفِ رموزِ حقیقت مبلغ عالم اسلام حضرت علامہ الحافظ پیر محمد حیدر شاہ صاحب (مدظلہ العالی) سجادہ نشین آستانہ عالیہ ڈھوڈا شریف گجرات۔

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

گدائے دربار عالیہ ڈھوڈا شریف

احقر

قاری ابرار احمد قادری

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں باعزت زندگی بسر کرنے کیلئے ایک مکمل قانون بنا دیا ہے۔ وہ ہے قرآن مجید۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی پاک اور مقدس کتاب ہمارے لئے ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں پورے طور پر ہمیں زندگی گزارنے کے طریقے بتا دیئے گئے ہیں۔ اور اس پر عمل کرنے میں ہماری دین و دنیا کی فلاح ہے۔ مگر بدقسمتی سے ہم اس کو پڑھنے سمجھنے اس پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ موجودہ حالات سے ظاہر ہے کہ غیر لوگ قرآن مجید کے اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ترقی پا گئے۔ اور روز بروز ترقی کر رہے ہیں۔ مگر ہم ہیں کہ دن بدن پستی اور ناکامی میں جا رہے ہیں۔ ہر شخص بدامنی اور بے چینی کا شکار ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کہ ہم نے قرآن مجید کے اصولوں کو چھوڑ کر غیروں کے اصولوں کو اپنا لیا۔ ہمارا کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ہمارا لباس، شکل و صورت، ہمارے رسم و رواج سب ہندوؤں، سکھوں انگریزوں اور بدمذہبوں کے مطابق ہو گئے۔ جس کی نحوست یہ کہ نہ والدین اولاد پر مہربان رہے۔ نہ اولاد والدین کی فرمانبردار رہی۔ نہ بیوی کو خاوند کی پرواہ، نہ خاوند کو بیوی کی۔ ہمسایہ ہمسائے کو دیکھنے کیلئے تیار نہیں۔ رشتہ دار رشتہ دار کو مل کر راضی نہیں۔ ہر جگہ پہلی

کی محفل گرم۔ دلوں میں حسد، بغض، کینہ، منافقت انتہا کو پہنچ گئی۔ شرم و حیا کا نام نہیں رہا۔ بڑوں کا ادب ختم ہو گیا۔ دلوں میں درد نہ رہا۔ محبتوں کے بجائے نفرتیں بڑھنے لگیں۔ دنیا کی فانی دولت نے ہر شخص (اِلّا ماشاء اللہ) کو اندھا کر دیا۔ کہ اس ذلیل دولت کے حصول کیلئے خبرے کتنے بڑے سے بڑے گناہ ہو رہے ہیں۔ کوئی کسی کی مدد کے لئے تیار نہیں۔ ہر طرف مفاد پرستی ہے۔ کہتے کچھ ہیں، کرتے کچھ ہیں۔ دکھاتے کچھ ہیں اور دیتے کچھ ہیں۔ ہر طرف افراتفری ہے۔ چوریاں ہیں۔ ڈاکے ہیں۔ قتل و غارت ہے۔ ملاوٹ ہے۔ بناوٹ ہے۔ ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے۔ کوئی نشے کی تباہ کن لعنت میں گرفتار ہے۔ کوئی وی سی آر اور ڈش انٹینا کی فحش اور ننگی فلمیں دیکھنے کی بیماری کا شکار ہے (نعوذ باللہ) جوا، شراب زنا کو زیادہ بڑا گناہ نہیں سمجھا جا رہا۔ جس وجہ سے ہم ذلیل و خوار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ کہیں بیماری ہے۔ کہیں مقدمہ ہے کہیں اور طرح طرح کی گھریلو پریشانیاں ہیں۔ یہ صرف اور صرف اسلئے کہ نہ ہم نے قرآن مجید پڑھا، نہ سمجھا، نہ اس پر عمل کیا۔

؎ وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوتے تو تارک قرآں ہو کر

آیئے! اگر چاہتے ہو کہ پریشانیاں ختم ہو جائیں ——— بیماریاں دور ہو جائیں ——— ہمیں زندگی میں سکون مل جائے ——— ہماری دنیا اور آخرت بہتر ہو جائے تو اپنی اصلاح کریں۔ ——— قرآن مجید کو سینے سے لگا کر پیارے آقا کا

دامن مضبوط تھام لیں۔ اسی میں ہماری اصلاح اور فلاح ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ابرارِ خطابت حصہ ششم آپ کے پیش خدمت ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بندۂ ناچیز کی اس سعی جمیل کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ میرے اور میرے والدین اور اساتذہ کرام اور دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق رسول رکھنے والوں کے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

طالبِ دُعا
قاری ابرار احمد قادری
فاضل علوم عربیہ
خطیب جامع مسجد انوارِ لاثانی
گلی نمبر۲ روضہ پارک منصور آباد فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حُبِّ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ٥ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ٥
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ط
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ٥ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ
النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ط

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عقیدت و محبّت کے ساتھ ہدیہ درُود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کے دوسرے پارے کی ایک آیۂ کریمہ کا کچھ حصّہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی محبّت کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے۔

اور جو لوگ ایمان والے ہیں، ان	وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ

کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبّت زیادہ ہے۔	حُبًّا لِّلّٰہِ (پ۲)

یعنی جس قدر کافر اپنے معبُودوں سے محبّت رکھتے ہیں۔ مومن اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایمان والوں کی محبّت تو کسی حال میں بھی منقطع نہیں ہوتی۔ خوشی ہو یا غم ——— راحت ہو یا الم ——— سُکھ ہو یا دُکھ ——— آسانی ہو یا تنگی ——— صحت ہو یا بیماری ——— فقیری ہو یا امیری ——— ہر حال میں صبر و شکر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں۔ کہ جو محبت کسی خوف یا ڈر سے ہو۔ جس محبّت میں دینی یا دنیاوی طمع و لالچ ہو، وہ محبّت ہی نہیں۔ بلکہ محبّ کے دل میں جب محبت کی آگ شعلہ زن ہوتی ہے۔ تو سوائے محبوبِ حقیقی کے ہر چیز کو ختم کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ محب کی نظر میں خود اپنا نفس بھی بطورِ عدم کے ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی چیز بھی ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ قریب چیز ان کا نفس ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے نفس کو چاہتے ہیں۔ انہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے۔ وہ بھی اپنی ذات کے لئے ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہم عبادت کریں گے تو ہمیں ملے گا کیا؟ لیکن اہلِ عشق و محبّت فرمانِ الٰہی کو جانتے ہیں۔ کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ۔ ہم تم سے زیادہ قریب ہیں۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ کیا تمہیں نظر نہیں آتا۔ اسی لئے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنی جان کو بھی نہیں چاہتے، اور اپنے نفس کو بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ہی چاہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کی محبت میں اپنا تن، من

دھن سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

حضرات محترم! آیئے دیکھیں کہ محبّت کیا ہے؟

محبّت کی نہ ابتدا ہے نہ انتہاء ـــــ محبت دلوں کو ہلاک کر دیتی ہے ـــــ محبّت دلوں کی پیاس ہے ـــــ محبّت دلوں کی آگ ہے ـــــ محبت دلوں کی حیرانی کا نام ہے ـــــ محبّت اہلِ ایمان کے دلوں کی غذا ہے ـــــ محبت ایک لازوال جذبہ ہے ـــــ محبّت ایک بےمثال دولت ہے ـــــ محبّت زندگی ہے ـــــ محبّت روحوں کی غذا ہے ـــــ محبّت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نعمت ہے۔ ـــــ محبّت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ محبوب کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے اور جب محب اپنے خالق کے ہر حکم و فرمان پر عمل پیرا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبّت کا اعلان کرتا ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (پ)	بے شک اللہ تعالیٰ نیکوں سے محبّت کرتا ہے۔

حضرات! معلوم ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے محبّت کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبّت کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی ان کے قریب ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ مِنِّیْ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا۔ مشکوٰۃ شریف ص۱۹۶)	اور جو ایک گٹھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک گز اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں، اور جو ایک گز میرے نزدیک ہوجاتا ہے تو میں اس سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہو جاتا ہوں جو میرے پاس چلتا ہوا آتا ہے میں اس کی طرف دوڑتا ہوں، (مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے)

اور یہی وہ مقام ہے۔ جس کے متعلق درویش لاہوری نے فرمایا۔

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

اس لئے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہو جائیں۔ پھر خدا بھی ان کا ہو جاتا ہے۔

مالک بن دینار اور مجوسی

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں دو مجوسی بھائی تھے۔ جو آگ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ ایک دن چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا کہ اس کی عبادت کرتے ہوئے ہمیں اتنی طویل مدت گزر گئی ہے۔ آؤ آج تجربہ کریں۔ اگر یہ ہمیں جلائے تو اس کی پوجا چھوڑ دیں، ورنہ اس کی عبادت کرتے رہیں۔ اس کے بعد ہر ایک نے اپنا ہاتھ آگ میں ڈالا تو آگ نے جلا دیا۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے تاکہ ان سے اسلام کی تعلیم حاصل کریں۔ لیکن بڑے بھائی پر بدبختی سوار ہوگئی۔

وہ کہنے لگا کہ آگ کے سوا میں تو کسی کی عبادت نہ کروں گا۔ اور چھوٹا اسلام لے آیا۔ اور ایک کھنڈر میں جا کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے لگا۔ بال بچوں کے کھانے پینے کی بھی پرواہ نہ کی۔ جب لوٹ کر آیا تو اس کی بیوی کہنے لگی کیا لاتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں بادشاہ کے یہاں کام کرتا رہا اس نے کہا ہے کہ کل ملے گا۔ کیونکہ اس کا عقیدہ تھا کہ

کسی چیز کی کمی ہے مولا تیری گلی میں
دنیا تیری گلی میں عقبیٰ تیری گلی میں

الغرض رات بھر سب بھوکے پڑے رہے۔ پھر دوسرے دن بھی یہی قصہ پیش آیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو وہ اپنی عادت کیمطابق اس کھنڈر میں عبادت کے لئے چلا گیا اور کہنے لگا اے میرے پروردگار تو نے مجھے اسلام کی توفیق دے کر مجھ پر کرم فرمایا ہے۔ میں اس دین اور آج کے دن جمعۃ المبارک کی برکت سے سوال کرتا ہوں۔ کہ مجھ سے بال بچوں کے کھانے پینے کی فکر دور کر دے اس کے بعد جب رات کو لوٹ کر آیا تو اپنے بال بچوں کو خوش و خرم پایا اور ان کے پاس بہت سا کھانا دیکھا۔ اس پر اس نے اس سے دریافت کیا۔ اس کی بیوی نے جواب دیا کہ ظہر کے وقت ہمارے پاس ایک آدمی ہزار اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک تھال لئے ہوئے آیا اور کہنے لگا کہ اپنے خاوند سے کہہ دینا کہ یہ تیری دو دن کی مزدوری ہے۔ اگر تو زیادہ کام کرے گا تو ہم اور زیادہ کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے اس سے وہ اشرفیاں لے لیں اور ایک صراف کو لے جا کر دکھائیں۔ وہ نصرانی

تھا۔ اس نے دیکھ کر کہا کہ یہ دنیا کی اشرفیاں تو معلوم نہیں ہوتیں۔ یہ آخرت کے عطیات میں سے ہیں۔ پھر مجھ سے پوچھنے لگا کہ تجھے یہ کہاں سے ملیں۔ میں نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ جسے وہ سن کر مسلمان ہو گیا۔ اور مجھ کو اپنے پاس سے ہزار درہم دیئے اور سجدۂ شکر بجا لایا۔

(نزہۃ المجالس صـ۱۴۱ ج۔۱)

حضرات! آپ نے دیکھا کہ اس نو مسلم نے اپنی پوری لگن اور محبت سے اللہ تعالیٰ کی یاد کرنی شروع کر دی۔ تو پھر اس نے ربّ تعالیٰ سے جو بھی مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے عطا کر دیا۔ لہٰذا

؎ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ایک عارف اور نصرانی :-

ایک عارف کو ایک نصرانی بیمار کے پاس حالت نزع میں جانے کا اتفاق ہوا تو اس سے کہا کہ مسلمان ہو جا تجھے جنت ملے گی۔ وہ بولا کہ مجھے اس کی تو ضرورت نہیں۔ انہوں نے کہا مسلمان ہو جا، تجھے دوزخ سے نجات ملے گی اس نے کہا میں اس کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ انہوں نے کہا مسلمان ہو جا، تجھے خدائے کریم کا دیدار نصیب ہو گا۔ چنانچہ اس پر وہ مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس رات کو کسی نے اُسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا کیا تو میری ملاقات کے شوق میں مسلمان ہوا ہے۔ میں نے عرض

کیا ہاں تو ارشاد ہوا کہ تجھے میری ملاقات اور رضا دونوں نصیب ہونگی۔

(نزہتہ المجالس صـ۲۰۱ ج ۱)

حضرات! چونکہ اس نصرانی نے دیدارِ الٰہی کی خاطر اسلام قبول کیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں مسلمان ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ بھی اس پر راضی ہوگیا۔ اور اسے مانگنے سے سوا ہی سب کچھ عطا کر دیا۔

بایزید بسطامی اور منکر نکیر

:- حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے ایک کا بیان ہے۔ جو کہ کشف قبور کا علم رکھتے تھے کہ جب حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو قبر میں دفنایا گیا تو منکر نکیر نے ان سے سوال کیا۔ مَنْ رَبُّكَ۔ تیرا رب کون ہے؟۔

تو حضرت بایزید نے جواب دیا کہ میں تو اس کے سامنے پڑا ہوا ہوں۔ تم اسی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ کہ میں اس کا بندہ ہوں یا نہیں اگر وہ ہاں کہہ دے۔ تب تو مجھے بزرگی اور کرامت ملے گی۔ منکر نکیر نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا۔ کہ اس سے بھی زیادہ عجیب بات مجھے معلوم ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے پشت آدم علیہ السلام سے مجھے تمام اولادِ آدم کی ارواح کے ساتھ نکالا تھا اور مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اور میں نے ان سب کے ساتھ جواب دیا تھا۔ کہ کیوں نہیں آپ بے شک ہمارے پروردگار ہیں۔ کیا تم دونوں وہاں موجود تھے۔

انہوں نے کہا نہیں ہم تو نہ تھے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ پھر میں جانوں یا خدا۔ منکر نکیر نے یہ سنا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ یہ بایزید ہیں۔ جنہوں نے نشہ محبت میں مست رہ کر زندگی گزاری ہے۔ اسی حالت میں انتقال کیا ہے اسی حالت میں قبر میں رکھے گئے ہیں اور اسی حالت سے اٹھیں گے۔

(نزہتہ المجالس صـ۲۰۱ ج ۱)

حضرات! معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا کے اپنے مالک حقیقی سے کچھ خاص ہی راز و نیاز ہوتے ہیں جنہیں یا خدا جانتا ہے۔ یا اس کے پیارے بندے تو یہ مقام خاص بندے کو کب میسر آتا ہے۔ جب بندہ ہر کام اس خالق و مالک کی رضا کے مطابق کرے۔ لہٰذا

شعر

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

نیک بخت خاتون

ایک شخص نے اپنی بیوی کو قسم دی کہ وہ کبھی خیرات نہ کرے۔ مگر اس نے اپنے خاوند کے حکم کے خلاف ایک دن کسی فقیر کو خیرات دی۔ تو اتفاق سے اس کے خاوند نے بھی دیکھ لیا۔ چنانچہ اس نے اس سے کہا کہ تو نے میرے حکم کی مخالفت کیوں کی۔ عورت نے جواب دیا کہ میں نے خدا کیلئے یہ کام کیا ہے۔ اس نے آگ جلائی اور عورت سے کہا کہ اچھا خدا کیلئے تو اس میں بھی کود جا۔ چنانچہ وہ زیور اور اچھے لباس سے آراستہ ہونے لگی۔ خاوند نے پوچھا یہ کیا کر رہی ہو۔ وہ بولی کہ محب جب اپنے حبیب سے ملتا ہے تو خوب آراستہ ہو لیا کرتا ہے۔ یہ

کہہ کر اس نے تنور میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے خاوند نے تین دن کے بعد تنور کا ڈھکنا ہٹایا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ مسکرا رہی ہے۔ یہ دیکھ کر وہ حیران ہوا اور غیب سے آواز آئی کہ ہمارے پیاروں کو آگ نہیں جلایا کرتی۔

(نزہۃ المجالس ص ۱۱۵ ج ۱)

حضرات! ثابت ہوا کہ جو خدا تعالیٰ کا ہو جاتے اسے دنیا کی آگ بھی تکلیف نہیں دے سکتی اور وہ دوزخ کی آگ سے بھی ہمیشہ کیلئے محفوظ ہو جاتا ہے شرط یہ ہے۔ کہ پہلے سچے دل سے اس مالک حقیقی کا تابع فرمان ہو جائے تو پھر مالک سے جو بھی مانگے ملے گا۔

شعر
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

ابراہیم بن ادھم اور فرشتہ:

حضرت ابراہیم بن آدھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا۔ میں نے اس کا حال پوچھا تو کہنے لگا میں خدا تعالیٰ کے دوستوں کے نام لکھنے کے لئے نازل ہوا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا میرا نام بھی ان میں ہے؟ فرشتہ نے کہا کہ نہیں تو میں نے کہا اچھا۔ جب خدا تعالیٰ کے دوستوں کے نام لکھ چکو۔ تو ان کے نیچے یہ بھی لکھ دینا کہ ابراہیم خدا تعالیٰ کے دوستوں کا دوست ہے اسی وقت فرشتہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا مجھے ابھی حکم ہوا ہے۔ کہ سب سے پہلے آپ کا نام لکھوں۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۱۷ ج ۱)

حضرات گرامی! ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے

ظالم بادشاہ کی فریاد:

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس اس ظالم کے ظلم کی درخواست پیش کی۔ اور عرض کیا یا نبی اللہ آپ اس ظالم سے ہمارا انصاف کیجئے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس ظالم کو ناجائز قتل کی سزا میں سولی کا حکم دیا، اسے پہاڑ پر لے جا کر سولی دیا گیا۔ سب لوگ یہ منظر دیکھ کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور وہ ظالم سولی کی لکڑی پر تنہا رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے معبودانِ باطل سے گریہ وزاری کی۔ لیکن انہوں نے اس کو کچھ فائدہ نہ دیا۔ وہ سورج اور چاند سے گڑگڑایا اور کہا کہ میں نے تم دونوں کو اسی لئے پوجا تھا کہ جب مجھ پر کوئی مصیبت آئے تو تم مجھے نفع پہنچاؤ۔ پس اب مجھے نفع پہنچاؤ۔ چنانچہ ان دونوں نے بھی اس کو کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ اس کے بعد اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کے ناموں سے یاد کیا۔ اسی نالہ و فریاد کی کہ اے میرے رب میں نے تیری نافرمانی کی تیرے غیر کو پوجا لیکن اس سے نفع نہ پایا۔ اب تیرے پاس آیا ہوں تو حق ہے۔ تو میری مدد کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اس نے اپنے معبودانِ باطل کو عرصہ دراز تک پوجا لیکن ان سے نفع نہ پایا، اب مجھ سے پناہ ڈھونڈھی اور مجھ سے دعا کی میں نے اس کی دعا قبول کی۔ بلاشک میں مضطر اور پریشان کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اے جبرائیل علیہ السلام میرے اس بندہ کے پاس جاؤ اور اس کو سلامتی و عافیت سے زمین پر اتار

دو۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو لوگ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اس کو لکڑی سے نیچے ڈالنے کے لئے ہمیں حکم فرمائیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کو حکم دیا۔ جب وہ لوگ اس کے پاس پہنچے تو اس کو زندہ صحیح وسالم زمین پہ پایا۔ اس کے بعد لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس کی طرف گئے تو اس کو ویسا ہی پایا، جیسا کہ تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا کہ اے میرے پروردگار ان عجائبات سے مجھے خبر دی جائے۔ کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی۔ کہ اے میرے داؤد علیہ السلام اس بندہ نے مجھ سے عاجزی کی۔ اس لئے میں نے اس کو قبول کیا۔ اگر میں بھی اس کی دعا اور عاجزی کو قبول نہ کرتا جیسا کہ اس کے معبودان باطل نے قبول نہ کی تو پھر مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہوتا اور جو شخص میری طرف رجوع کرتا ہے میں اس کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہوں اے داؤد علیہ السلام اس کے سامنے ایمان پیش کرو وہ ایمان لائے گا۔ کیونکہ میں ہی بندوں کو راہ ہدایت بخشتا ہوں۔ (قلیوبی ص۲۱)

حضرات آپ نے سنا کہ اگر ایک منکر بارگاہ الٰہی میں سچے دل سے فریاد کرے اس کی بھی سنی جاتی ہے۔ تو اگر ماننے والا اپنے رب سے مانگے گا۔ وہ کب محروم رہے گا۔

مظلوم حاجی کی فریاد!

ہارون الرشید کے ملازمین نے اسے اطلاع دی کہ انہوں نے دس ڈاکو گرفتار کئے ہیں۔ آپ ان

کے بارے میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ خلیفہ ہارون نے حکم دیا کہ ان ڈاکوؤں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ جب وہ ان ڈاکوؤں کو پکڑ کر خلیفہ کے پاس چلے تو راستے میں ان میں سے ایک آدمی بھاگ گیا۔ ان سپاہیوں کو سخت رنج اور تکلیف ہوئی۔ اور وہ کہنے لگے کہ اگر ہم نو آدمیوں کو لے کر خلیفہ کے پاس گئے تو وہ دسویں کے متعلق پوچھے گا تو کیا جواب دیں گے۔ بلکہ الٹا ہمیں سزا ملے گی بہتر یہ ہے کہ اس کی جگہ ایک آدمی راستہ سے پکڑ لیں۔ وہ سب یہی گفتگو کر رہے تھے۔ کہ اچانک ایک حاجی ان کے قریب سے گزرا۔ انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور اس کو ان نو کے ساتھ ملا کر دس پورے کر لئے۔ جب وہ خلیفہ کے پاس پہنچے۔ تو خلیفہ کے حکم سے انہیں جیل میں بند کر دیا گیا۔ چنانچہ ایک مدت تک وہ جیل میں رہے جب کئی دن گزر گئے۔ تو جیل کے داروغہ نے انہیں کہا کہ کیا تمہارا کوئی عزیز و اقارب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو خلیفہ سے تمہاری سفارش کر کے تمہیں آزاد کروا دے۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ پھر انہوں نے اپنے اپنے قریبی اور دوست و احباب کے پاس آدمی بھیجے انہوں نے ہر قیدی کے عوض دس دس ہزار درہم خلیفہ کو دیا۔ جس سے خلیفہ نے ان قیدیوں کو رہا کر دیا وہ سب چلے گئے۔ اب صرف وہ حاجی رہ گیا۔ اس کے بعد جیل کے داروغہ نے اس سے کہا کہ تیرا کوئی سفارشی ہے؟ اس نے کہا نہیں لیکن اگر میں کوئی خط لکھوں تو کیا آپ خلیفہ تک پہنچا دیں گے؟ داروغہ نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ ناجائز قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے والے اس حاجی نے قلم دوات منگوا کر اس نے لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بندہ، ذلیل کی طرف سے رب جلیل کی جانب۔ مخلوق بندوں کے جرم اور
گناہ میں تیرے بندے سفارشی ہیں۔ اور انہوں نے خلیفہ کے پاس ان کی
سفارش کی۔ تو خلیفہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ میں جیل میں تنہا باقی رہ
گیا ہوں۔ اے میرے رب تو میرا گواہ میرا سفارشی ہے، اور میں وہ
بندہ ہوں جو بے گناہ ہے۔ داروغہ نے اس سے کہا کہ میں اس خط
کو خلیفہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ اس پر مظلوم حاجی نے کہا، اگر خلیفہ تک
نہیں پہنچا سکتا۔ تو اسے جیل کی چھت پر رکھ دو۔ جب اس نے اس
کو رکھا۔ تو وہ ہوا میں آسمان کی جانب اس تیزی سے اڑا جس طرح
کمان سے نکلا ہوا تیر جاتا ہے۔ ہارون رشید نے اسی رات خواب میں
دیکھا کہ آسمان سے فرشتے اترے۔ اس کو پکڑا اور ہوا میں اونچا کیا۔
پھر فرشتوں نے خلیفہ سے کہا کہ اے ہارون مخلوق خدا نے تو قیدیوں
کے بارے میں تیرے پاس سفارش کی۔ اور تو نے ان کو قید سے رہا کر
دیا۔ اب خالق رب العزت ایک قیدی کے بارے میں تیرے پاس سفارش
کرتا ہے تو اس کو فوراً رہا کر ورنہ تو ابھی ہلاک ہو جائے گا۔ خلیفہ
ڈر کر خواب سے بیدار ہوا۔ اور داروغہ جیل کو بلایا اس سے کہا کہ تیرے
پاس قید خانہ میں کون ہے؟ اس نے خلیفہ سے سارا واقعہ بیان کر دیا
خلیفہ نے اس سے فرمایا کہ اس کو فوراً میرے پاس حاضر کرو۔ چنانچہ
جب داروغہ نے اس کو خلیفہ کے پاس حاضر کیا۔ تو خلیفہ خود اس کے
منہ میں لقمے دینے لگا۔ سمجھا کہ وہ خوش ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ اس قیدی
کو حمام میں لے جاؤ۔ اس کو ستر سواریاں اور ستر غلام و لونڈیاں
عطا کیں اور منادی کو حکم دیا کہ وہ پکارے کہ جو شخص مخلوقات کے

ذریعہ سے سفارش چاہتا ہے۔ وہ دس ہزار درہم دیتا ہے اور رہائی پاتا
ہے اور جو شخص خالق کے ذریعہ سے سفارش طلب کرتا ہے۔ اس کے لئے
ہارون رشید کی جانب سے بدلہ ہے۔ (قلیوبی ص ۲۳)

بادشاہ اور نوجوان: شیخ ابو الفوارس شاہین بن شجاع کرمانی
رحمۃ اللہ علیہ شکار کیلئے نکلے اور شکار کیلئے کافی جدوجہد کی مگر شکار
بھاگتا رہا۔ آپ اس کا پیچھا کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ ایک جنگل بیابان
میں جا نکلے۔ چونکہ اکیلے تھے۔ بہت پریشان ہوئے۔ اچانک ایک نوجوان آپ
کے قریب سے درندے پر سوار ہو کر آیا۔ اس کے اردگرد تمام درندے
گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ جب درندوں نے حضرت کرمانی کو دیکھا تو آپ
کو پھاڑ کر کھانے کے لئے دوڑے۔ اس نوجوان نے درندوں کو جھڑکا۔
تو سب رک گئے۔ وہ نوجوان حضرت کرمانی کے ہاں حاضر ہوا اور السلام علیکم
کہہ کر کہنے لگا۔ اے بادشاہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اتنا غافل کیوں ہے۔
تمہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے دنیا عنایت فرمائی ہے کہ اس کے ذریعے
زیادہ سے زیادہ اس کی عبادت کرو۔ لیکن تم نے الٹا اس کی دی ہوئی
نعمت کی ناشکری کی۔ نوجوان حضرت کرمانی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا
کہ اچانک ایک بڑھیا آئی اور اس نے نوجوان کو پانی کا پیالہ پیش
کیا۔ نوجوان نے تھوڑا سا پانی پی کر بقایا بادشاہ کو دیا۔ حضرت
کرمانی فرماتے ہیں کہ اس جیسا ٹھنڈا اور میٹھا لذیذ ترین پانی میں
نے کبھی نہیں پیا۔ اس کے بعد وہ بڑھیا گم ہو گئی۔ نوجوان نے فرمایا
اے بادشاہ یہی دنیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے میری خدمت کیلئے

بھیجا تھا۔ مجھے جب بھی کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تو دنیا خود حاضر ہو کر میری ضرورت کو پورا کر دیتی ہے۔ اے بادشاہ معلوم ہوا کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا خَلَقَ الدُّنْیَا قَالَ لَھَا یَا دُنْیَا مَنْ خَدَمَنِیْ فَاخْدُمِیْہِ وَمَنْ خَدَمَکِ فَاسْتَخْدِمِیْہِ

بے شک اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو اسے فرمایا کہ اے دنیا تم اس کی خدمت کرنا جو میری خدمت کرے، اور جو تیری خدمت کرے، اس سے خوب خدمت لینا۔

چنانچہ جب حضرت کرمانی نے یہ حال دیکھا، تو فوراً تائب ہوئے، اس کے بعد بہت بڑے ولی کامل بن گئے۔ (روح البیان ص ۲۴۳ ج ۳)

شیخ ابوحمزہ اور درندہ:۔

حضرت شیخ ابوحمزہ خراسانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں ایک سال حج کیلئے جا رہا تھا۔ کہ راہ میں اچانک ایک کنوئیں میں جا گرا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ فریاد کروں۔ تو کوئی مجھے باہر نکالے۔ لیکن سچا کہ جب وہ کریم مجھے جانتا ہے، اور اسے میرے باہر نکالنے کی قدرت بھی ہے تو پھر غیروں کو کیوں پکاروں۔ چنانچہ جب یہ عقیدہ میرے دل میں پورے طور پر بیٹھ گیا، تو دیکھا کہ دو آدمی کنوئیں کے قریب آگئے اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اس کنوئیں کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ کوئی اجنبی مسافر اس میں گر کر مر نہ جائے۔ یہ مشورہ کر کے پتھر

روڑے اور مٹی اٹھا کر کنوئیں میں ڈالنا شروع کر دی۔ میرے نفس نے مجھے سخت ستایا۔ کہ اب تو فریاد کر تاکہ جان بچ جائے۔ میں نے نفس کو جواب دیا۔ کہ ان غیروں کو کیوں پکاروں۔ جبکہ نَحْنُ اَقْرَبُ کی شان والا رب مجھ سے قریب تر ہے۔ میں نے یہ کہہ کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے خاموشی سے بیٹھ رہا، اور وہ لوگ کنواں بند کر کے چلے گئے۔ تھوڑی سی دیر گزری کہ کنوئیں سے مٹی ہٹانے کی آواز آئی، اور باہر سے راستہ کھل گیا۔ اور اوپر سے اپنا پاؤں نیچے میرے قریب کر کے آواز دی کہ بندۂ خدا اس پاؤں کو پکڑ کر باہر آجا۔ میں نے جونہی اس پاؤں کو پکڑا تو اس نے مجھے باہر نکالا میں نے دیکھا تو وہ درندہ تھا، وہ مجھے باہر نکال کر چلا گیا لیکن ہاتفِ غیب نے آواز دی۔

نَجَّیْنَاکَ مِنَ التَّلَفِ بِالتَّلَفِ فَاللّٰہُ تَعَالٰی قَادِرٌ عَلٰی ذٰلِکَ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۔

کہ ہم نے تجھے ایک ہلاکت کے ذریعے دوسری ہلاکت سے بچایا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر بڑی قدرت رکھتا ہے اور وہ ہر شے کا کارساز ہے۔
(روح البیان ص ۷، ج ۲)

حضرات! معلوم ہوا کہ جو صحیح معنوں میں خدا کا ہو جائے۔ تو خدا بھی اس کا ہو جاتا ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔

خوبصورت نوجوان:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ ایک دفعہ ہم دریا میں کشتی پر سوار تھے۔ ہمارے ساتھ ایک نوجوان بھی سوار ہوا جو نہایت حسین وجمیل تھا۔ ایسا کہ اس کے چہرے سے نور ٹپکتا تھا۔ جب دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی کے مالک کا مال گم ہونے کا اعلان ہوا اس کے حصول کے لئے تلاش ہوئی۔ جب اس نوجوان کی باری آئی اس نے بجائے تلاشی دینے کے دریا میں چھلانگ لگادی اور دریا کی موجوں پر سوار ہو کر تیرنے لگا۔ دریا کی موجیں اس کے لئے تخت بن کر اسے اٹھا کر چلنے لگیں۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔ کہ اے میرے مولا یہ لوگ مجھے تہمت لگاتے ہیں، اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تو اس دریا کے ہر جانور کو حکم دے کہ ہر ایک جوہر و موتی لے کر ظاہر ہو۔ اس کے اتنا کہنے پر ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ دریا کا ہر جانور کشتی کے آگے دریا سے منہ نکال کر جوہر اور موتی ظاہر کر رہا تھا اور وہ موتی چمکدار اور سچے موتی تھے۔ اس کے بعد،

وَثَبَ الشَّابُّ مِنَ الْمَوْجِ إِلَى الْبَحْرِ وَجَعَلَ يَتَبَخْتَرُ عَلٰى وَجْهِ الْمَاءِ وَيَقُوْلُ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ حَتّٰى غَابَ عَنْ بَصَرِيْ پھر نظروں سے غائب ہو گیا۔

وہ نوجوان موجوں سے اچھل کر دریا پر نہایت بے نیازی کے ساتھ ایسے چلتا تھا۔ جیسے خشک زمین پر چل رہا ہو اور پڑھ رہا تھا۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین (روح البیان ص ۲۷۰ ج ۸)

حضرات! ثابت ہوا کہ مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے۔

غیبی مدد:۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مکہ معظمہ سے کسی شخص ساتھ طائف کی طرف سفر کو نکلے۔ آپ کو معلوم نہ تھا کہ وہ منافق ہے ایک ویرانے میں پہنچ کر سو گئے۔ لیکن منافق نے بیدار ہو کر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ يَا رَحْمٰنُ اَعِنِّيْ۔ اے اللہ میری مدد فرما۔ منافق نے غیب سے سنا کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے فلاں اسے قتل مت کر۔ منافق نے ادھر ادھر دیکھا کوئی بھی نظر نہ آیا پھر قتل کا ارادہ کیا تو وہی آواز کان میں آئی تو قتل کا ارادہ ترک کر دیا۔ ایسے ہی تیسری بار وہی آواز سنی لیکر کہنے والا نظر نہیں آتا تھا اب منافق نے قتل کا پختہ ارادہ کیا تو ایک سوار نے اس کی گردن اڑا دی اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھوڑ کر کہا میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔ اس وقت میں ساتویں آسمان پر تھا جب تو نے اللہ تعالیٰ کو پکارا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل علیہ السلام میرے بندے کو بچا لیجئے۔

حضرات گرامی! ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہر دکھ سکھ ـــ خوشی اور غمی ـــ صحت اور بیماری ـــ تنگی اور خوشحالی گو یا ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل و یقین اور صبر کرنا چاہیئے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا چاہیئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خوفِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ۝

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝

وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم! میں نے آپ کے سامنے پچیسویں پارے کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے متقین کے انعام واکرام اور ان کے اچھے انجام کا ذکر فرمایا

ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ۔ (پ ۲۵ رکوع) | بے شک متقی امن والے مقام میں ہوں گے۔

حضراتِ گرامی! سوائے اللہ تعالیٰ کے نیک اور مخلص بندوں کے دنیا میں ہر انسان کسی نہ کسی سے ضرور ڈرتا ہے۔ کوئی لوگوں سے ڈرتا ہے

کوئی حکومت سے ڈرتا ہے ______ تو
کوئی قانون سے ڈرتا ہے۔
کوئی دشمن سے ڈرتا ہے ______ تو
کوئی بیماری سے ڈرتا ہے۔
کوئی عزت سے ڈرتا ہے ______ تو
کوئی نقصان سے ڈرتا ہے۔
کوئی بے عزتی سے ڈرتا ہے ______ تو
کوئی موت سے ڈرتا ہے۔

لیکن یاد رہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ تو وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ ہر چیز ان کی مطیع اور تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ وہ دنیا کے پیچھے نہیں بھاگتے۔ بلکہ دنیا ان کے پیچھے بھاگتی ہے۔ دنیا کی دولت ان کے قدم چومتی ہے۔ مگر وہ دولت کی پرواہ نہیں کرتے۔ بادشاہ ان کے در پہ سلامی کو حاضر ہوتے ہیں۔ مگر وہ ایک نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اس لئے کہ جن کی توجہ، جن کا رجوع احکم الحاکمین کی طرف ہو۔ یہ دنیا کے مٹنے والے حاکموں کی، ان کی نگاہوں میں کیا وقعت۔ پھر دنیا بھی ان کی اور آخرت بھی ان کی، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ڈرنے والوں کی تعریف کرتے

ہوئے ارشاد فرمایا۔

يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ (پ۱۴، ع۱۱)

وہ فرشتے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور جس چیز کا انہیں حکم دیا گیا ہے، وہ کرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ۝ (پ۲۵، ع۸)

اور تیرے رب کے نزدیک آخرت ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۔ (پ۳۰)

اور وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک دیا تو اس کی پناہ گاہ جنت ہے۔

حضرات گرامی! خوفِ خدا بندے کو اعمال صالحہ کی طرف رغبت دلاتا ہے اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اس لئے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہوگا۔ وہ احکام خداوندی کے مطابق زندگی گزارے گا۔ وہ فرائض کی ادائیگی میں غافل نہیں ہوگا۔ وہ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ کا پابندی کرے گا۔ وہ ہر قسم کی برائی سے اجتناب کرے گا۔ وہ زنا کے قریب نہیں جائے گا ـــــ شراب نہیں پئے گا ـــــ

چوری نہیں کرے گا ـــــ جھوٹ نہیں بولے گا ـــــ کسی کی غیبت نہیں کرے گا ـــــ کسی سے حسد نہیں کرے گا ـــــ کسی مومن مسلمان کے متعلق دل میں بغض اور کینہ نہیں رکھے گا ـــــ وہ وعدہ خلافی نہیں کرے گا ـــــ کسی سے ہیرا پھیری نہیں کرے گا ـــــ وہ کسی سے منافقت سے پیش نہیں آئے گا ـــــ وہ سُود نہیں کھائے گا۔ جبکہ آج کل سود اعلانیہ کھایا اور کھلایا جارہا ہے۔ خدا کی پناہ گویا خوفِ الٰہی گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کا ذریعہ ہے، اور بخشش کا سبب ہے۔

گناہوں سے بری:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ تَعَالَىٰ

جب کوئی بندہ خوفِ الٰہی سے کانپتا ہے۔

تو اس کے گناہ اس کے بدن سے ایسے جھڑ جاتے ہیں۔ جیسے درخت کو ہلانے سے اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔

(مکاشفۃ القلوب ص۲۴۴)

دوزخ سے بری:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرجاؤں

تو مجھے جلا دینا۔ آدھی راکھ خشکی میں اور آدھی دریا میں اڑا دینا۔ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب دیا تو سب جہانوں سے زیادہ عذاب دے گا۔ پھر جب وہ مرگیا تو جو اس نے کہا تھا۔ وہ ان لوگوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا، دریا نے اپنے اندر آئی ہوئی تمام راکھ جمع کر دی پھر جنگل کو حکم دیا تو جنگل نے بھی ساری راکھ جمع کر دی۔

ثُمَّ قَالَ لَهُ لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهُ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۲۰۷)

پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا "یا رب تیرے ڈر سے، تجھے تو خود خبر ہے" اسے رب نے بخش دیا۔

حضرات! معلوم ہوا کہ خوفِ خدا سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے ڈرنے والوں کو بخش دیتا ہے۔ لہٰذا ہر انسان کو ہر حال میں ہر وقت اپنے اللہ سے ڈرنا چاہیئے۔ اگر گنہگار ہو تو جلد از جلد توبہ کرلے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے اگر کوئی نیک ہو تو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اپنی کسی نیکی پہ مان نہ کرے۔

عارف کھڑی شریف فرماتے ہیں کہ:۔

ہر ویلے خوف خدا دلوں ڈریئے کریئے مان نہ ماسہ
جوبن حسن نہ توڑ نبھاسی کی اس دا بھروا سہ
مان نہ کریں روپ گھنے دا وارث کون حسن دا
سدا نہ رہسن شاخاں ہریاں سدا نہ پھل چمن دا

حضرات! ہم تو کوئی چیز ہی نہیں۔ خود سرکار دوعالم، نورِ مجسم،

شافع محشر، قاسم کوثر، سید المرسلین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اکثر خوفِ خدا سے گریہ فرماتے رہتے تھے۔

خوفِ الٰہی و سرکارِ دوعالم:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب نماز پڑھتے تو

وَلِصَدْرِهٖ أَزِيْزٌ كَأَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ

آپکے قلبِ اطہر سے جوش ملنے والی ہانڈی کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔

جب آپ اللہ تعالیٰ کے خوف سے گریہ فرماتے تھے۔

(روح البیان ص۸۵، ج۸)

خوفِ الٰہی و ابوبکر صدیق:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جگر سے دل جل جانے کے دھوئیں کی بُو سونگھی جاتی تھی۔ جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے جل گیا تھا۔ (روح البیان ص۸۵ ج ۱۰)

خوفِ الٰہی و ہارون الرشید:

ایک دفعہ ہارون الرشید اپنے لشکر سمیت شاہانہ سواریوں پر سوار ہو کر کہیں جا رہا تھا۔ تو ایک یہودی نے کہا۔

اِتَّقِ اللّٰه

اے ہارون الرشید اللہ تعالیٰ سے خوف کھا۔

فَلَمَّا سَمِعَ هَارُوْنُ

تو ہارون الرشید کلمہ سنتے ہی

قَوْلَ الْيَهُوْدِيْ نَزَلَ عَنْ فَرَسِهٖ ۔

سواری سے اتر پڑا۔

ہارون الرشید سے پوچھا گیا۔ کہ جناب سواری سے اترنے کا کیا مطلب؟ ہارون الرشید نے جواب دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی زمین پہ لیا جائے اور میں سواری پر سوار رہوں۔ یہ حیا کے خلاف ہے۔

(روح البیان ص ۱۵، ج ۲)

خوفِ الٰہی و بچہ:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرا ایک بچے پر گزر ہوا جو مٹی سے کھیل رہا تھا۔ وہ اس حالت میں کبھی روتا اور کبھی ہنستا تھا اسے السلام علیکم کہنے کا ارادہ ہوا۔ لیکن مجھے میرے نفس نے روک دیا کہ بچے کو کیا السلام علیکم کہنا ہے۔ لیکن ساتھ ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سیرتِ پاک یاد آ گئی۔ کہ آپ ہر چھوٹے بڑے کو السلام علیکم سے نوازتے تھے۔ میں نے اسے السلام علیکم کہا۔

فَقَالَ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ يَا مَالِكُ فَقُلْتُ وَمِنْ اَيْنَ عَرَفْتَنِيْ قَالَ اَلِفَتْ رُوْحِيْ بِرُوْحِكَ فِيْ عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ ۔

بچے نے جواب دیا وعلیکم السلام اے مالک بن دینار میں نے کہا تو نے مجھے کیسے پہچانا، اس نے کہا میری اور آپ کی روح عالم ملکوت میں ایک دوسرے سے واقف تھیں۔

پھر میں نے اس سے پوچھا کہ نفس اور عقل میں کیا فرق ہے۔ اس نے

کہا نفس وہ ہے جس نے آپ کو مجھ پہ السلام علیکم کہنے سے روکا اور عقل وہ ہے جس نے آپ کو مجھ پہ السلام علیکم کہنے پر ابھارا۔ میں نے پوچھا آپ مٹی سے کیوں کھیل رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ مٹی سے ہم پیدا ہوئے اور اسی میں لوٹائے جائیں گے۔ میں نے پوچھا، آپ روتے اور ہنستے کیوں ہیں۔ اس نے کہا جب مجھے عذابِ الٰہی یاد آتا ہے تو رو پڑتا ہوں، اور جب اس کی رحمت یاد آتی ہے تو ہنس پڑتا ہوں۔ میں نے کہا بیٹا ابھی تو بچہ ہے۔ تجھے ابھی گناہ سے عذابِ الٰہی کا ڈر ہے؟

قَالَ لَا تَقُلْ هٰذَا فَاِنِّيْ رَاَيْتُ اُمِّيْ لَمْ تُوْقِدِ الْحَطَبَ الْكِبَارَ اِلَّا بِالصِّغَارِ ۔

اس نے کہا ایسا مت فرمایئے اس لئے کہ میں اپنی امی کو دیکھتا ہوں کہ وہ آگ جلاتے وقت پہلے چھوٹی لکڑیوں کو آگ میں ڈالتی ہے۔ پھر بڑی لکڑیوں کو ——— میں ڈرتا ہوں۔ کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بڑے بڑے کافروں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ تو مجھ چھوٹے کو بھی داخل نہ کر دے۔ (روح البیان ص ۲۴۲ ج ۵)

پتھر و خوفِ الٰہی:

حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک سفر میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ مجھے پیاس کا غلبہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ اس سامنے والے پہاڑ کو میرے سلام کے بعد کہیئے کہ وہ پانی پلائے۔ اگر اس کے پاس ہو۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے پہاڑ کے قریب جا کر کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْجَبَلُ فَقَالَ بِنُطْقٍ فَصِيْحٍ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔	اے پہاڑ تجھ پر سلام ہو۔ اس نے بزبانِ فصیح کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قاصد میں حاضر ہوں۔

پھر میں نے اسے پانی کا کہا، تو اس نے کہا، میرا سلام ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو۔ سلام کے بعد عرض کرنا کہ جب سے میں نے یہ آیت، فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ سنی ہے۔ اسی روز سے رو رہا ہوں۔ کہ کہیں وہی پتھر میں نہ ہوں۔ جو جہنم کا ایندھن بنے گا۔ اس گریہ سے میرے اندر پانی نہیں رہا۔
(روح البیان ص۲۴۴، ج۔۵)

آنسوؤں کے نشان:

مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید کی کوئی آیت سنتے تو خوف سے بیہوش ہو جاتے۔ ایک دن ایک تنکا ہاتھ میں لے کر کہا۔ کاش میں ایک تنکا ہوتا اور خوفِ خدا سے آپ اتنا رویا کرتے تھے۔ کہ آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔ (مکاشفۃ القلوب ص۴۶)

حضراتِ گرامی! خوفِ خدا سے نکلنے والے آنسو بندے کیلئے نجات کا ذریعہ ہے۔

دوزخ سے نجات:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی مومن بندہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا اور اس کے آنسو اس کے چہرے پر بہہ گئے تو،

حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵۸)	اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام فرما دے گا۔

حضرات! اب آپ خود ہی اس حدیثِ پاک سے اندازہ لگائیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے کس اعلیٰ مقام میں ہوں گے، کہ خوفِ خدا کی وجہ سے رو رو کر آپ کے چہرے پر آنسوؤں کے نشان پڑ گئے تھے۔ عظمتِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرنے والوں کے دل اس قدر سخت ہو چکے ہیں۔ کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا بہنا تو کجا کبھی ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔ وہ ان مقدس لوگوں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنی طرف تو دیکھ لیں کہ ہم کیا ہیں؟ قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان جنتی ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کے دلوں میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھا۔ اور صحابہ کرام کی شان میں بے ادبی کرنے والے دوزخی ہیں۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں خوفِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ نہیں ہے۔ اگر خوف ہوتا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھیوں کو بُرا نہ کہتے۔ جن پر راضی ہونے کا اعلان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کر دیا۔ جن کا مقام خود محبوبِ خدا نے بتا دیا۔ تو ان کی شان میں عیب جوئی کرنے والے جنّتی کیسے ہو سکتے ہیں آیئے اگر جنت میں جانے کی آرزو ہے۔ تو دل میں خوفِ خدا پیدا کر لو۔ کملی والے آقا کے پکّے اور سچّے اُمتّی بن جاؤ، اور اپنے نبیؐ کے یاروں کے یار بن جاؤ پھر ہی جنّت کے حقدار ہو گے۔ خوفِ خدا کے متعلق عرض کر رہا تھا۔ کہ بندے کو ہر وقت اپنے ربّ سے ڈرنا چاہیئے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے۔ آپ نے پڑھا کہ پتھر بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قرآن مجید میں پتھروں کا خوفِ خدا سے ڈرنے کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۱)

اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں۔ اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے، کہ پتھر اگرچہ جماد ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اسے فہم دیتا ہے، اور الہام فرماتا ہے۔ پھر اس الہام کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔

ڈرنے والوں کے آنسو:

روایت میں آتا ہے، کہ قیامت کے دن جہنّم سے ہیبت ناک آوازیں نکلیں گی۔ جس کی وجہ سے لوگ اس پر گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ؕ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا (پ ۲۵، ع ۱۹)

اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے زانو کے بل گرے ہوئے۔ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔

جب لوگ جہنّم کے قریب آئیں گے۔ تو اس سے سخت گرمی اور خوفناک آوازیں سُنیں گے۔ جو پانچ سو سال کے سفر کی دُوری سے سنائی دیتی ہوں گی۔ جب ہر نبی نفسی نفسی اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُمتّی اُمتّی کہہ رہے ہوں گے۔ اس وقت جہنّم سے ایک انتہائی بلند آگ باہر نکلے گی، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اُمت کی طرف بڑھے گی۔ آپ کی اُمّت کہے گی۔ اے آگ تجھے نماز یوں، صدقہ دینے والوں، روزہ داروں، اور خوفِ خدا رکھنے والوں کا واسطہ واپس چلی جا۔ مگر برابر بڑھتی چلی جائے گی۔ تب حضرت جبرائیل علیہ السّلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں پانی کا ایک پیالہ پیش کریں گے، اور عرض کریں گے۔ اے اللہ کے نبیؐ اس سے آگ پر چھینٹے ماریئے۔ آپ آگ پر پانی کے چھینٹے ماریں گے۔ تو وہ آگ خود بخود فوراً بجھ جائے گی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جبرائیل علیہ السلام سے اس پانی کے متعلق پوچھیں

گے۔ جبرائیل علیہ السلام کہیں گے۔ اے آقا خوفِ خدا سے رونے والے آپ کے گنہگار امتیوں کے آنسو ہیں۔ (مکاشفۃ القلوب ص ۴۷)

کامیاب اُمید:

حضرت یحییٰ معاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنی دعا میں کہتے۔ الٰہی مجھے خوشی صرف ایمان کی وجہ سے ہے۔ اور مجھے یہ بھی خوف رہتا ہے کہ یہ مجھ سے چھن نہ جائے۔ لیکن مجھے امید ہے۔

فَمَا دَامَ هٰذَا الْخَوْفُ مَعِيَ رَجَوْتُ اَنْ لَّا تُنْزَعَهُ۔

کہ جب تک میرے دل میں تیرا خوف ہے۔ مجھ سے ایمان نہیں چھینا جائے گا۔

(روح البیان ص ۴۲۵ ج ۴)

پاؤں کاٹ ڈالا:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک عابد کو دیکھا۔ اس کا ایک پاؤں عبادت خانہ سے باہر پڑا ہے، اور اس سے پیپ بہہ رہی ہے۔ میں نے اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ ایک دفعہ میرے پاس ایک عورت آئی، اور میری عبادت گاہ کے قریب ہی باہر سو گئی۔ میرا اس کے متعلق برائی کا ارادہ ہوا۔ اس ارادے سے میں نے یہ پاؤں باہر نکالا تو مجھ پر خوفِ خدا طاری ہو گیا۔ اس پر

فَحَلَفْتُ اَنْ لَّا تُصْحِبُنِيْ اَبَدًا۔

(روح البیان ص ۱۴۷ ج ۷)

میں نے قسم کھائی کہ اب اس فاجر پاؤں کو اپنے ساتھ نہیں رہنے دوں گا۔

صدیقین کی معیت:

بوستان میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید
نرسد از وی جن و انس و ہر کہ دید

جو حق تعالیٰ سے ڈرا اور تقویٰ اختیار کیا۔ اس سے جن و انس بلکہ جو بھی دیکھے گا ڈرے گا۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ پھیر۔ اگر تو نے اس پر عمل کیا تو کوئی شی تیرے حکم سے گردن نہ پھیرے گی۔

محالست چوں دوست دارد ترا
کہ در دست دشمن گزارد ترا

جب تجھے وہ دوست رکھتا ہے۔ تو محال ہے کہ وہ تجھے دشمن کے ہاتھ میں چھوڑ دے۔

منقول ہے:۔
کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک وزیر حاضر ہوا، اور عرض کی دعا فرمائیے، میں بادشاہ سے گھبرایا ہوا

ہوں، آپ نے فرمایا۔ کاش ایسے ہی مجھے اپنے پروردگار سے خوف ہوتا تو میں صدیقین میں شمار ہوتا۔

ور دو زیر از خدا ترسیدی
ہم چناں کہ ملک ملاح بودی

اگر وزیر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا جیسے وہ بادشاہ سے ڈرتا تھا تو وہ فرشتہ (ولی اللہ) ہوتا۔ (روح البیان صـ۱۳۱ ج۔۸)

بہشت کی بشارت:

ایک بزرگ سے سوال ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے خوف زدگان کو کیا انعام دے گا۔ فرمایا اگر خوف و غم محض رضائے الٰہی پر مبنی ہو تو ابھی حالت نزع میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شراباً طہورا کا کاسہ اس کے ہاتھ پر رکھے گا، جس پر لکھا ہوگا۔

اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ۔ (پ۲۴)	یہ کہ خوف نہ کرو اور نہ غم کھاؤ۔ اور تمہیں بہشت کی بشارت ہو۔ (روح البیان صـ۳۰۵ ج۔۹)

قرب خدا کا سبب:

حضرت ابوالقاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خالق سے خوف اور شئی ہے۔ مخلوق سے خوف اور چیز ہے۔ جو مخلوق سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے۔ (روح البیان صـ۳۰۵ ج۹)

آباد دل کی علامت:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس دل میں خوف نہ ہو وہ اس گھر کی طرح ہے۔ جس کا مالک گھر میں نہ ہو، تو پھر جیسے گھر مالک کے بغیر جلد تر ویران ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ دل جس میں خوفِ خدا نہ ہو وہ بھی جلد تر ویران ہو جائے گا۔ دل کی آبادی کی علامت یہ ہے کہ دل کو خوفِ خداوندی سے پُر کرے۔

ڈرنے والے کیلئے دو جنّتیں:

حضرت محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک رات سو رہا تھا۔ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا دیکھو کون ہے۔ کہا گیا کہ خلیفۂ وقت بلاتا ہے ــــــــ میں گھبرا کر گیا کہ نامعلوم کیا حکم ہو۔ جب میں خلیفہ کے پاس گیا۔ تو خلیفہ کہنے لگا کہ میں نے آپ کو ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے بلایا ہے وہ یہ کہ میں نے کہا۔ اے اُمِّ محمد یعنی زبیدہ میں امام عادل ہوں۔ اور امام عادل بہشتی ہوتا ہے۔ اس نے کہا تو ظالم اور گنہگار ہے۔ تو نے اپنی گواہی خود دے کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھا ہے۔ تو نے خود پر جنّت حرام کر دی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اسے کہا کیا تو کبھی کوئی گناہ کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرا ہے۔ اس وقت یا بعد میں۔ خلیفۂ وقت نے کہا۔ ہاں میں تو اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرتا رہتا ہوں۔

فَقُلْتُ لَهٗ اَنَا اَشْهَدُ اِنَّ لَكَ جَنَّتَيْنِ لَا جَنَّةً وَّاحِدَةً ۔

میں نے اسے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ تیرے لئے نہ صرف ایک جنت بلکہ دو جنتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۔ (پ ۲۷)

اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

یہ سن کر خلیفہ نے مجھ پر مہربانی فرمائی۔ اور کہا شکریہ اب بیشک گھر جا سکتے ہیں۔ (روح البیان ص ۳۰۵ ج ۹)

توبہ کا سبب:

منقول ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ پہلے ڈاکو تھے اور بہت برے کاموں میں مبتلا تھے۔ ایک دفعہ کسی عورت کے عشق میں گرفتار ہوگئے۔ برائی کے لئے اس سے ایک وقت مقرر کیا۔ آدھی رات کو وقت مقررہ اور متعین جگہ تک پہنچے۔ محبوبہ کے گھر کی دیوار پر چڑھنے تو کسی پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا کہ کوئی پڑھ رہا ہے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ لا (پ ۲۷)

کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں۔ اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اترا۔

یہ دل پر ایسا تیر لگا کہ اسی وقت خوف خدا اور درد و سوز دل میں اٹھا اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے رہبری فرمائی۔ توفیقِ الٰہی کے قیدی بن کر واپس لوٹے اور کہتے جاتے تھے۔ بَلٰی وَاللّٰہ۔ ہاں اللہ کی قسم وہ وقت آ گیا ہے۔ واپس لوٹتے ہی ویرانہ میں جھونپڑا ڈال دیا۔ وہاں سے گزرنے والے ڈرتے کہ فضیل بن عیاض نے یہاں ڈیرہ جمایا ہوا ہے۔ کہیں لوٹ نہ لے۔ وہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتے۔ اس پر خود کو ملامت کی۔ اے بد انسان تو کتنا بدبخت ہے۔ کہ تو گناہوں میں ایسا بدنام ہوا کہ اب تک مخلوق خدا تجھ سے گھبراتی ہے۔ آدھی رات ہوئی تو۔

روی سوی آسمان کرد، و از دل صافی توبت نصوح کرد و گفت۔

اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا اور بارگاہِ الٰہی میں سچے دل سے تائب ہوئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی، یا اللہ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور اب تمام گناہوں سے دور رہوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی، اور ان پر بہت ہی رحمت فرمائی۔ اس کے بعد وہ خانہ کعبہ چلے گئے۔ وہاں عرصہ دراز تک رہے۔

(روح البیان ص ۳۶۵ ج ۹)

نیک نامی کا اعلان:

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ ابتدائی دور میں بہت امیر تھے۔ اور اہل بصرہ کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اور جب مقروض

کے پاس قرضہ لینے جاتے۔ تو اس وقت تک واپس نہ ہوتے۔ جب تک قرض وصول نہ ہو جاتا اور اگر کسی مجبوری سے قرض وصول نہ ہوتا۔ تو مقروض سے اپنے وقت کے ضائع ہونے کا ہرجانہ وصول کرتے اور اس رقم سے زندگی بسر کرتے۔ ایک دن آپ کسی مقروض کے پاس قرض لینے کے لئے گئے تو وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ نہ تو میرا شوہر گھر پر موجود ہے اور نہ میرے پاس تمہارے دینے کے لئے کوئی چیز ہے البتہ میں نے آج ایک بھیڑ ذبح کی تھی۔ جس کا گوشت تو ختم ہو چکا ہے البتہ سری باقی رہ گئی ہے۔ اگر تم چاہو تو وہ میں تمہیں دے سکتی ہوں‘ چنانچہ آپ اس سے سری لے کر گھر پہنچے اور بیوی سے کہا کہ یہ سری سود میں ملی ہے۔ اس کو پکاؤ۔ بیوی نے کہا کہ گھر میں نہ لکڑی ہے نہ آٹا بھلا میں کھانا کس طرح تیار کروں۔ آپ نے کہا کہ میں ان دونوں چیزوں کا بھی مقروض لوگوں سے سود لے کر انتظام کرتا ہوں اور سود ہی سے یہ دونوں چیزیں خرید کر لائے۔ لیکن جب کھانا تیار ہو چکا تو ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ آپ نے کہا کہ تیرے دینے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تجھے کچھ دے بھی دیں تو اس سے تو دولت مند نہ ہو جائے گا۔ لیکن ہم غریب ہو جائیں گے۔ سائل جب مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔ تو بیوی نے سالن نکالنا چاہا۔ لیکن وہ ہانڈی سالن کے بجائے خون سے بھری ہوئی تھی۔ بیوی نے شوہر کو آواز دے کر کہا کہ تمہاری کنجوسی اور بدبختی سے کیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی اور بیوی کو گواہ بنا کر کہا آج میں ہر برے کام سے توبہ کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مقروض لوگوں سے اصل رقم لینے

اور سود ختم کرنے کے لئے نکلے۔ راستہ میں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر بچوں نے آوازے کسنا شروع کئے۔ کہ علیحدہ ہو جاؤ۔ حبیب سود خور آرہا ہے۔ کہیں اس کے قدموں کی خاک ہم پر نہ پڑ جائے اور ہم اس جیسے بدبخت نہ بن جائیں۔ یہ سن کر آپ بہت پریشان ہوئے اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو ایسی نصیحت فرمائی کہ بے چین ہو کر دوبارہ توبہ کی۔ اور جب واپس ہوئے تو ایک مقروض شخص آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگا تو حضرت حبیب عجمی نے فرمایا کہ تم مجھ سے مت بھاگو‘ اب تو مجھ کو تم سے بھاگنا چاہیئے۔ تاکہ ایک گنہگار کا سایہ تمہارے اوپر نہ پڑ جائے۔ پھر جب آپ آگے بڑھے تو انہیں لڑکوں نے کہنا شروع کر دیا کہ راستہ دے دو۔ اب حبیب تائب ہو کر آرہا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے قدموں کی دھول اس پر پڑ جائے اور ہم گنہگار نہ ہو جائیں۔ آپ نے بچوں کا یہ قول سن کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ مولیٰ کریم تیری قدرت بھی عجیب ہے کہ آج ہی میں نے توبہ کی اور آج ہی تو نے لوگوں کی زبان سے میری نیک نامی کا اعلان کروا دیا۔ اس کے بعد آپ نے منادی کروا دی۔ کہ جو شخص میرا مقروض ہو۔ وہ اپنی تحریر اور مال واپس لے جائے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنی تمام دولت راہ مولا میں لٹا دی۔ اور جب کچھ باقی نہ رہا تو آخر میں ایک سائل کے سوال پر اپنا کرتہ تک اتار دیا اور دوسرے سائل کے سوال پر آپ نے اپنی بیوی کی چادر بھی دے دی۔ پھر دریائے فرات کے کنارے پر ایک عبادت خانہ تعمیر کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے اور معمول

یہ بنالیا کہ دن میں تحصیل علم کے لئے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ جاتے اور ساری رات عبادت میں مشغول رہتے چونکہ قرآن کریم کا تلفظ اپنے صحیح مخرج کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے آپ عجمی کہلائے۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴)

حضرات! معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر سچے دل سے توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بھی معاف فرما دیتا ہے اور اس پر راضی بھی ہو جاتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں نفرت کی جگہ محبت پیدا کر دیتا ہے۔

نوجوان لرز اٹھا:

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر ایک یمنی بزرگ کی زیارت کے شوق میں یمن تشریف لے گئے۔ یمنی بزرگ خوفِ خدا، خشیتِ ربانی، تواضع اور حکمت کے لحاظ سے یگانۂ روزگار تھے۔

زائرین کی اس جماعت میں ایک نوجوان بھی تھا۔ صالحیت کا نور اس کے چہرے سے نمایاں تھا۔ خوفِ الٰہی اس کے زرد رخسار اور سہمی آنکھوں سے ظاہر تھا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے یمنی بزرگ کی خدمت میں حاضری دی تو اس نوجوان نے سب سے پہلے ان سے سلام و مصافحہ کیا اور اس کے بعد ان سے گفتگو شروع کی۔

نوجوان: حضور والا آپ حضرات کو رب تعالیٰ نے دلوں کے امراض کا

معالج اور طبیب بنایا ہے۔ میرے دل میں ایک زخم ہے کاش آپ اس کا کوئی علاج فرمائیں تو کرم ہو۔ نوجوان کی بات سن کر شیخ نے پہلے بیماریٔ قلب کی اہمیت اور اپنے عجز میں چند اشعار کہے۔ پھر فرمایا۔

بزرگ: بتاؤ کیا بات ہے؟

نوجوان: حضور والا خوفِ الٰہی کیا ہے؟

بزرگ: اے جوان صالح خوفِ خدا جسے مل جاتا ہے۔ وہ تمام خوفوں سے مامون ہو جاتا ہے اور دل کے اندر صرف وہی جاگزیں ہو جاتا ہے۔ بزرگ کی یہ بات سن کر نوجوان کا جسم لرز اٹھا۔ اور اسے غش آگیا۔ چند لمحوں بعد ہوش آیا۔ تو پھر پوچھا۔

نوجوان: بندہ پرور ارشاد فرمائیں کہ خائف ہونے کا یقین کب حاصل ہوتا ہے۔

بزرگ: اس وقت جب بندہ دنیا کی لذتوں کو اس طرح ترک کر دے جیسے مریض خوفِ مرض سے کھانا پینا ترک کر دیتا ہے اور تلخ دواؤں پر صبر کرتا ہے۔ یہ سن کر نوجوان نے پھر ایک چیخ ماری، اور پھر بیہوش ہو گیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں نے خیال کیا کہ شاید وہ مر گیا ہے۔ مگر کچھ دیر بعد اسے ہوش آگیا اور اس نے پھر پوچھا۔

نوجوان: عالیجاہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثبوت اور علامت کیا ہے؟

بزرگ: اے دوست محبت کا مقام بلند ہے۔

نوجوان: آخر کچھ تو ارشاد فرمائیں۔

بزرگ: اے دوست اللہ تعالیٰ کے محبین کا خاص مقام ہے۔ ان کے قلوب سے حجابات اٹھا دیئے جاتے ہیں۔ پس وہ دلوں کے انوار سے محبوبِ حقیقی کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ ملائکہ کرام کی صفوں میں رہتے ہیں۔

فَعَبَدُوْهُ بِمَبْلَغِ اِسْتِطَاعَتِهِمْ لَهٗ لَا طَمْعًا فِیْ جَنَّتِهٖ وَلَا خَوْفًا مِّنْ نَّارِهٖ۔

اور عبادتِ الٰہیہ میں اپنی پوری استطاعت صرف کرتے ہیں، اور اس عبادت کے ذریعہ انہیں جنت کی طمع ہوتی ہے، نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے۔

یہی بزرگ کی بات سن کر نوجوان تڑپنے لگا اور چند لمحوں بعد جاں بحق ہو گیا۔ بزرگ نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا یہ ہے خوفِ خدا اور محبتِ الٰہی کی دولت پانے والوں کا درجہ۔

(بزم اولیاء صـ۱۰۱)

رونا کام آ گیا:

مروی ہے کہ ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے چالیس سال روتے رہے۔ جب انہیں موت یاد آتی تو بید کے پتے کی طرح کانپتے۔ اور بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ جب ہوش آتا تو یہ آیت پڑھتے۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۝ (پ۳۰)

بیشک نیک لوگ بہشت میں اور بدکار نافرمان دوزخ میں جائیں گے۔

پھر نعرہ مار کر بیہوش ہو کر گر پڑتے، اور کہتے مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ان دونوں میں سے کس گروہ میں ہوں گا۔ جب فوت ہو گئے تو انہیں کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ سناؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا جیسا دوستوں سے کرتا ہے۔ جب مجھے عرش کے نیچے لے گئے۔ تو مجھ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا اے درویش تو اس قدر کیوں رویا کرتا تھا۔ کیا مجھے غفار نہیں جانتا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ میں تیری قہاری کے سبب سے ڈرتا رہتا تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو میری ساری عبادت ضائع نہ ہو جائے۔ اس ڈر کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ جب میں نے یہ عرض کی تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا جاؤ تجھے ہم نے بخش دیا۔

(اسرار الاولیاء صـ۸۹)

خوفِ خدا اور موت:

ایک دفعہ حضرت خواجہ منصور عمار رحمۃ اللہ علیہ ایک محلے سے گزر رہے تھے۔ کہ ایک گھر سے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کوئی یہ کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار میں نے بہت گناہ کئے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ قیامت کے دن میری کیا حالت ہو گی۔ آپ یہ سن کر نزدیک گئے۔ تو اس کی زاری سن کر گھر کے شگاف میں منہ رکھ کر رونے لگے۔ پھر اس گھر کے شگاف پر منہ رکھ کر یہ آیت پاک پڑھی۔

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ

دوزخ کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور اس پر سخت طبیعت فرشتے مقرر کئے گئے ہیں۔ جو کسی

پر رحم نہیں کرتے۔ جس طرح انہیں حکم ہوتا ہے۔ اسی طرح کرتے ہیں۔	وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥

خواجہ منصور فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ آیت پڑھی۔ تو پھر اس گھر سے آواز نہ آئی۔ کچھ دیر بعد نعرہ کی آواز آئی اور وہ تڑپنے لگا۔ پھر میں دیر تک کھڑا رہا لیکن کوئی آواز نہ سنی۔ پھر آگے چلا گیا۔ جب دن نکلا اور اس مکان کے پاس آیا' حال پوچھا، تو دیکھا کہ جنازہ رکھا ہوا ہے۔ میں پوچھنے کو ہی تھا کہ گھر کا مالک کون ہے۔ اتنے میں ایک بڑھیا عورت روتی ہوئی آئی۔ میں نے پوچھا کہ اس بڑھیا کا اس مرنے والے سے کیا رشتہ ہے۔ لوگوں نے کہا یہ اس کی والدہ ہے۔ وہ شخص بہت پرہیزگار تھا۔ رات بھر نماز ادا کرتا رہتا تھا اور دن کو روزہ رکھتا تھا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سے تھا۔ چنانچہ آج سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کر رہا تھا کہ ایک مرد پاس سے گزرا۔ جس نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی۔ قرآن شریف سنتے ہی یہ زمین پر گر پڑا۔ اور فوت ہوگیا۔ خواجہ منصور رحمتہ اللہ علیہ رونے لگے۔ اور فرمایا کہ میں نے ہی آیت پڑھی تھی۔ پھر آپ نے اس نوجوان کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ (اسرار الاولیاء صـ ۹۲)

آنکھ کا بال:

قیامت کے دن ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا۔ اور اس کا حساب کیا جائے گا۔ اس کی برائیاں زیادہ ہوں گی چنانچہ اس کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ کا ایک

بال عرض کرے گا۔ کہ اے میرے پروردگار بے شک تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص خوفِ الٰہی سے روئے گا۔ تو اللہ تعالیٰ آتشِ دوزخ کو اس کی آنکھ پر حرام فرمائے گا۔ لہٰذا اس کی آنکھ سے مجھے نکال لے پھر اس کو دوزخ میں بھیج دے۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ کہ تو نے مجھ سے بخشش کیوں نہ طلب کی۔ وہ بال عرض کرے گا۔ کہ اے میرے رب میں نے تجھ سے خوف کیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ کہ میں نے تیری وجہ سے اس شخص کو بخش دیا۔ لہٰذا تو اس کو جنت میں لے جا۔ (قلیوبی صـ ۵۸)

؎ کام نیکی کے ہم سے نہ کچھ ہو سکے ہم تو عصیاں کے سیلاب میں بہہ گئے
اب جہنم کی بھڑکی ہوئی آگ سے عاصیوں کو بچانا تیرا کام ہے

حضرات! معلوم ہوا کہ کبھی خوفِ خدا سے رو کر آنکھوں سے نکلنے والا ایک آنسو بندے کے لئے ساری زندگی کے گناہ دھونے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ہمیں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے اور اس کے حکموں پر عمل کرنا چاہیئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمتِ الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝ (پ ۱)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کے پہلے پارے کی آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت سے خاص فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

(پ ۱، ع ۱۲)

حضرات! اس میں شک نہیں کہ اعمال صالحہ بندے کیلئے بخشش و نجات کا ذریعہ ہے، اور اعمال بد بندے کیلئے عذاب الٰہی اور قہر خداوندی کا موجب ہے۔ لیکن خواہ کوئی کتنا ہی نیکوکار، پرہیزگار، شب بیدار اور صوم و صلوٰۃ کا پابند کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر چارہ نہیں، یوں سمجھیں کہ جب تک ہمارے ذکر و اذکار، ہماری تسبیح و تہلیل، ہماری عبادت و ریاضت کی کھیتی کو رحمت خداوندی کا پانی نہیں مل جاتا۔ اس وقت تک کوئی عبادت قابل قبول نہیں ہے۔ بلکہ اصل نجات تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے سبب ہی سے ہے۔ نہ کہ ہمارے نماز و روزہ کا عوض۔ اس لئے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ کماحقہ اس کی عبادت کر سکے اور اس مالک حقیقی کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ پورے طور پر ادا کرے۔ ہمارے نماز و روزے، ہماری عبادت و ریاضت تو فقط اس کی بندگی کا اظہار اور اس کے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ ورنہ یہ کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ میری عبادت جنت کا معاوضہ بن جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ اس لئے کہ جنت اور جنت کی نعمتیں تو ایسی بے مثل ہیں۔ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا۔ ہم تو اس دنیا میں اس خالق کائنات کی عطا کردہ نعمتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ایک نعمت پانی ہی لے لیں۔ ساری زندگی عبادت کرتے رہیں۔ تو صرف پانی کی نعمت کا شکریہ ادا نہیں کر

سکے۔ باقی نعمتیں تو بے شمار ہیں۔ لہٰذا اس مالک حقیقی سے ہر حال میں ہر وقت ڈرتے رہیں۔ اس کا حکم بجالاتے رہیں۔ اگر اس دوران کوئی غلطی اور گناہ سرزد ہو جائے تو اس کی رحمت عام ہے۔ اس کی رحمت کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں۔ سچے دل سے توبہ و استغفار کرتے رہیں۔ تو انشاء اللہ وہ رب اپنے محبوب کے صدقہ سے ہمارے گناہ بخش دے گا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد عام ہے۔ رب کائنات جل و علا نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ (پ ۲۴)

تم فرما دو اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی۔ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرات! معلوم ہوا کہ بخشش و نجات، دنیا و آخرت کی کامیابی اس مالک کائنات کے فضل اور اس کی رحمت سے ہے۔

میاں محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

؎ وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

یعنی اے اللہ ہمیں اپنے نیک اعمال پہ ناز نہیں۔ ہمیں اپنی عبادت پہ ناز نہیں۔ ہمیں اپنی سخاوت پہ ناز نہیں بلکہ تیرے فضل و کرم تیری رحمت پہ ناز ہے۔

حضرات گرامی! یہ ہمارے نماز و روزے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ایک بہانہ ہے۔ جو اصل میں اس رب کی رحمت حاصل کرنے کا نشانہ ہے۔ کیونکہ کبھی ہم نماز کے ذریعہ اس کی رحمت مانگتے ہیں۔ کبھی روزہ کے ذریعہ، کبھی سخاوت کے ذریعہ، کبھی حج و زکوٰۃ کے ذریعہ، وغیرہ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمتیں عطا کرنے کے کئی بہانے بنائے ہیں۔ اب غافل ہے وہ انسان جو نماز و روزہ و دیگر عبادات سے دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہے۔

حضرات! ہمیں ہر حال میں اس کی رحمت مانگنی چاہیئے۔ اس کی رحمت کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ آیئے مل کر عرض کریں، کہ

؎ رحمت دا دریا الٰہی ہر دم وگدا تیرا
جے اک قطرہ بخشیں مینوں کم بن جاوے میرا

روز محشر کی پیشی:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس کا قیامت کے دن حساب لیا گیا وہ ہلاک ہو گیا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ اس کا حساب آسان لیا جاوے گا۔ فرمایا یہ تو صرف پیشی ہے

وَلٰكِنْ مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ يَهْلِكُ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۸۲)

لیکن جس سے حساب میں جرح کر لی گئی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

یعنی ہمارے ارشاد میں حساب سے مراد ہے۔ تحقیق و جرح والا حساب۔ جس میں ہر عمل کی پوچھ گچھ ہو۔ کوئی گناہ نظر انداز نہ کیا جائے۔ پھر وجہ

گناہ بھی پوچھے جائیں۔ یہ گناہ کیوں کیا۔ اور قرآن مجید میں حساب سے مراد
صرف پیشی کا حساب ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کیلئے پیشی ہونا۔ جس میں بعض
موٹے موٹے گناہ پیش ہوں گے اور اکثر نظر انداز کر دیئے جاویں۔ ان پیش
فرمودہ اعمال کو دکھا کر اقرار کرا کہ معاف کر دیا جائے۔ الغرض اس کے
فضل اور اس کی رحمت کی ضرورت ہے۔ کہ وہ اپنی رحمت و کرم سے ہم
گنہگاروں کو معاف فرمائے۔ ورنہ ہم کیا اور ہمارے نیک اعمال کیا۔
(مرآت)

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے میرا حساب
بخش بے پوچھے لے جائے کا بجانا کیا ہے

اُمیدِ رحمت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ دوزخ میں جا چکے ہوں
گے۔ ان میں سے دو شخصوں کا شور بہت زیادہ ہوگا۔ تو رب تعالیٰ
فرمائے گا۔ کہ ان دونوں کو نکالو۔ پھر ان سے فرمائے گا۔ کہ کیا وجہ ہے
کہ تمہارا شور بہت زیادہ ہے۔ وہ عرض کریں گے۔ کہ ہم نے یہ شور اس لئے
کیا کہ ہم پر رحم فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم پر میری رحمت یہی ہے۔ کہ
چلو اس جگہ جہاں تم پہلے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک تو جلدی سے
دوزخ کی طرف چل پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر آگ کو ٹھنڈی اور

سلامتی والی کر دے گا۔ اور دوسرا کھڑا رہے گا۔ وہ دوزخ کی طرف نہ جائے
گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا ساتھی تو اپنی جگہ چلا گیا۔ تجھے کس
چیز نے روکا۔

فَيَقُوْلُ رَبِّ إِنِّيْ لَأَرْجُوْا أَنْ لَّا تُعِيْدَنِيْ فِيْهَا بَعْدَ مَا أَخْرَجْتَنِيْ مِنْهَا۔

وہ عرض کرے گا الٰہی میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے وہاں سے نکالنے کے بعد دوبارہ نہ لوٹائے گا۔

تو اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ تیرے لئے تیری امید ہے پھر
دونوں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔
(مشکوٰۃ شریف ص۴۹۴)

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ
فضل تیرے تے آس کریما ہور عذر نہ کوئی
صدقہ پاک نبیؐ دا کر کے بخش خطا جو ہوئی

شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما!
کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا!
نداریم غیر از تو فریاد رس
توئی عاصیاں را خطا بخش و بس

اے کریم اے بخشنے والے ہمارے حال پر رحم فرما کہ ہمیں بخش دے۔
ہم خواہشاتِ نفسانیہ کے قیدی ہیں۔ (یعنی نفسانی خواہشات کے

پیچھے لگے ہوئے ہیں) تیرے بغیر ہماری فریاد کو کوئی نہیں پورا کر سکتا۔ صرف اور صرف تو ہی گنہگاروں کے گناہ بخشنے والا ہے۔ یعنی تیرے سوا ہمارا کوئی نہیں۔ تو ہی ہم پر اپنا فضل و کرم فرما۔ ہم پر اپنی رحمت کی بارش برسا۔

آئیے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا اندازہ لگائیں کہ ہم پر اللہ کی کتنی رحمتیں ہیں، اور وہ ہم پر کس قدر مہربان ہے۔

ماں سے زیادہ رحیم:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت تھی۔ جو ایک بچے کو انتہائی محبت سے سینے سے لگا کر دودھ پلا رہی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں پھینک دے گی۔ ہم نے عرض کیا کہ وہ کبھی نہ پھینکے گی۔

فَقَالَ اللّٰہُ اَرْحَمُ بِعِبَادِہٖ مِنْ ھٰذِہٖ بِوَلَدِھَا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۷)	فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے۔ جتنی یہ عورت اپنے بچے پر۔

یعنی جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے۔ ایسے ہی رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے۔ وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے۔

سو رحمتیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں۔ جن میں سے ایک رحمت جنوں، انسانوں اور کیڑوں مکوڑوں کے درمیان اتاری جس سے یہ آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرتے ہیں۔ اس رحمت سے وحشی جانور اپنے اپنے بچوں پر مہربان ہوتے ہیں۔

وَاَخَّرَ اللّٰہُ تِسْعًا وَّتِسْعِیْنَ رَحْمَۃً یَّرْحَمُ بِھَا عِبَادَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۲۰۷)	اور ننانوے (۹۹) رحمتیں محفوظ رکھ چھوڑی ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا۔

حضرات! بندے کو چاہیئے کہ فرائض کی ادائیگی میں سستی نہ کرے۔ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ احکام خداوندی بجا لاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھی امید رکھے۔ کیونکہ بخشش کیلئے اعمالِ صالحہ ضروری ہیں۔ اور اعمالِ صالحہ کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ضروری ہے۔ کوئی بھی اپنی عبادت پر گھمنڈ نہ کر بیٹھے جنہوں نے مان کیا وہ مارے گئے۔ سب سے پہلے اپنی عبادت پہ ناز کر کے شیطان مردود ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نیک عمل کرنے کے باوجود اپنے آپ کو بے عمل کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے ہیں۔ اس لئے کہ کیا خبر ہمارے نیک عمل اس کی بارگاہ میں قبول بھی ہوں یا نہ۔ وہ عارف کھڑی کی زبان میں یوں عرض کرتے ہیں۔ کہ

؎ فضل کریں تاں ڈھوئی سائیاں عدلوں نہ چھڈکائیے
کرم تیرے دی لگی اُتے پاپ کمائے بھائیے

عملاں والے لنگھ لنگھ جاندے کون چڑھاوے مینوں
پار چڑھاں جے رحمت تیری ہتھو پھڑاوے مینوں
توں سب عیب چھپائی رکھے پردہ مول نہ چایا
عزت رزق بدن وچ میرے کجھ نقصان نہ پایا
رحمت تھیں نا امید ناں ہوساں نال گناہاں بھریا
بدیاں دی حد نہ رکھی بھلا تئیں کجھ سریا
فن چھپن کتے نہ ہوندا سر منہ اگے دھریا
قہر کریں تاں کوئی نہ چارہ رحم کریں تاں تریا

کسی نے یوں کہا: ؎
بندہ ہے گنہگار تو رحمان ہے مولا
بندے پہ کرم کرنا تیری شان ہے مولا

فضل خدا پر امید:

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے ہیں جنہیں صرف اپنے اعمال پر سہارا ہوگا۔

فَلَمَّا بَلَغُوْا اِلَى الْمَشْهَدِ الْاَعْلٰى رَاَوْهَا هَبَاءً مَّنْثُوْرًا فَمَنِ اعْتَمَدَ عَلَى الْفَضْلِ نَجَا۔

لیکن جب قیامت میں حاضر ہوں گے تو ان کے وہ اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے جس پر انہیں سخت پریشانی ہوگی۔

تو جس نے اللہ تعالیٰ پر امید رکھی وہ نجات پا جائے گا۔ ورنہ جسے صرف اپنے اعمال صالحہ پر اعتماد ہوگا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

(روح البیان ص ۱۷۱، ج ۸)

لطف و کرم کا اشارہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بندے ہزار سال تک اندھیرے میں رہیں گے۔ وہاں کوئی بات نہ کر سکیں گے۔

حضرت شیخ سعدی قدس سرہٗ نے فرمایا۔

اگر تیغ قہر برکشد ولی و نبی سر در کشد
وگر غمزۂ لطف بجنباند بدانرا بہ نیکاں رساند

اگر قہر و غضب کی تلوار کھینچے تو نبی اور ولی خوف زدہ ہو کر سر تسلیم خم کر دیں گے اور اگر لطف و کرم کا اشارہ فرمائے تو بدوں کو نیکوں کے ساتھ کر دے گا۔

گر محشر خطاب قہر بود
انبیاء را چہ جائے معذرت ست
پردہ از لطف گو ہر دار
کاشقیا را امید مغفرت ست

اگر حشر میں قہر و غضب سے خطاب فرمائے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو عذر نہ ہوگا۔ لطف سے پردہ اٹھاؤ اس لئے کہ بدبختوں کو بخشش کی امید ہے۔ (روح البیان ص ۱۸۷ ج ۴)

فضل تیرے تے آس کریما
ہور غرور نہ کوئی!

صدقہ پاک نبیؐ دا کر کے
بخش خطا جو ہوئی !

عدلِ خداوندی :

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ وعظ فرما رہے تھے۔ کہ جو شخص گناہ کرتے کرتے توبہ کے بغیر مرگیا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے۔ ظلم نہیں۔ پھر گناہوں کی سزا دے کر اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے نکال کر بہشت میں داخل فرمائے گا۔ تو

فَقَالَ شَخْصٌ كَانَ فِيْ ذٰلِكَ الْمَجْلِسِ لَيْتَ هٰذَا اَحْصَلَ قَبْلَ اَنْ يَّهْدِمَ عِرْضُ الْمَرْءِ۔	ایک شخص نے وعظ میں کہا کاش کہ ایسا بندہ اپنی بے عزتی سے پہلے سمجھ جاتا۔ تو اسے عزت واحترام سے بہشت نصیب ہوتی۔ پھر اس

نے حضرت مولانا روم قدس سرہٗ سے عرض کی حضرت آپ میرے لئے دعا فرمائیے کہ وہ کریم مجھے عزت واحترام سے ہی بہشت عطا فرمائے

نَسْئَلُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّعَامِلَنَا بِلُطْفِهٖ وَكَرَمِهٖ۔	آپ نے فرمایا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ کریم ہمارے

ساتھ بھی لطف وکرم فرمائے۔ آمین۔ (روح البیان ص۱۶۰ ج۔۳)

- وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نواز ا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

جس کا حساب ہوا مارا گیا :

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ کہ

اے داؤد علیہ السلام آپ گنہگاروں کو خوشخبری سنا دیں، اور نیک لوگوں کو ڈرا دیں۔ عرض کی اے اللہ العالمین یہ الٹی چال کیوں۔ حالانکہ گنہگاروں کو ڈرایا جاتا ہے نہ کہ خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اسی طرح نیک لوگوں کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ تاکہ انہیں معلوم ہو ——— کہ میرے ہاں کوئی مشکل امر نہیں۔ کتنا بڑا گناہ کیوں نہ ہو، تب بھی میں بخش دیتا ہوں، اور نیک لوگوں کو اس لئے ڈراؤ کہ وہ اپنے نیک اعمال کے گھمنڈ میں نہ رہیں۔

وَلَا اَضَعُ عَدْلِیْ وَحِسَابِیْ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا اَهْلَكَهٗ۔ (روح البیان ص۱۹ ج۔۲)	اور جب کسی کے ساتھ عدل وانصاف یا حساب کرتا ہوں تو سمجھ لیں کہ وہ ہلاک ہوگیا۔

- فضل تیرے تے آس کریا ہو یہ عزود نہ کوئی
صدقہ پاک نبیؐ دا کر کے بخش خطا جو ہوئی

مقبول نیکی :

حضرت ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ پر جب موت کا وقت آیا تو بہت روئے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو۔ فرمایا میں ایسے راہ پر چلتا رہا جس پر مجھے چلنا نہیں چاہیئے تھا۔ وفات پائے ہوئے جب چار دن گزر گئے تو رات کو ان کے صاحبزادے نے خواب میں دیکھ کر عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے فرمایا بیٹے معاملہ تو بڑا سخت تھا۔ تم جانتے ہو کہ وہ رب سب سے بڑا عادل ہے۔ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے تجھے ستر سال عمر

عطا فرمائی۔ اب بتا تیرے پاس بخشش کا کیا سامان ہے۔ میں نے عرض
کیا یا اللہ میں نے چالیس ہزار دینار اپنے ہاتھ سے خیرات کئے۔ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا میں نے یہ قبول ہی نہیں کئے۔ پھر میں نے کہا یا اللہ
میں نے چالیس سال جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایک
بھی قبول نہیں کیا۔

فَقُلْتُ إِذًا قَدْ هَلَكْتُ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی لَيْسَ مِنْ كَرَمِي أَنْ أُعَذِّبَ مِثْلَ هٰذَا۔	پھر میں نے عرض کیا یا اللہ میں برباد ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری شان کے لائق تو نہیں کہ تیرے جیسے کو عذاب دوں۔

لیکن سن اے ابو منصور تجھے یاد ہے کہ تو نے فلاں دن راستہ سے
ایک کانٹا اس نیت سے ہٹایا کہ کسی کو ایذا نہ دے۔

فَإِنِّي رَحِمْتُكَ بِذٰلِكَ فَإِنِّي لَا أُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ	بس میں نے تجھے اس ایک نیکی سے بخش دیا اور میں کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

(روح البیان ص ۲۹۸ ج ۲)

وڈیاں جہاں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

فاحشہ کی بخشش:

مروی ہے کہ ایک بدکار عورت نے ایک دن ایک کتے کو ایک
کنوئیں کے ارد گرد پھرتے دیکھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ اس نے دیکھا کہ

وہ پیاس کے مارے زبان باہر نکالے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس نے
کنوئیں سے پانی نکال کر پیاسے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے
اس عمل سے بخش دیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس عورت
نے اپنا موزہ اتار کر اپنے دوپٹہ سے باندھ کر کنوئیں کے اندر سے

فَنَزَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغُفِرَ لَهَا بِذٰلِكَ۔	پانی نکال کر پیاسے کتے کو پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(روح البیان ص ۳۶۶ ج ۱)

حضرات! معلوم ہوا کہ جب وہ ارحم الراحمین مہربان ہو جائے
تو صرف ایک نیکی سے بدکاروں کو بھی بخش دیتا ہے۔

وڈیاں جہاں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

دشمن سے نجات:

مشہور روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک سانپ بھاگتا ہوا ایک
نیک مرد کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی مجھے میرے دشمن سے فی
سبیل اللہ پناہ دیجئے۔ اس نیک بخت نے چادر کھولی اور اسے
اندر چھپا لیا۔ پھر سانپ نے کہا اگر نیکی کرنی ہے تو پوری نیکی کرو۔
نیک بخت بزرگ نے کہا وہ کیسے۔ سانپ کہنے لگا منہ کھولیے میں
اندر داخل ہو جاؤں۔ اس لئے کہ اگر میرے دشمن نے مجھے دیکھ
لیا تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔ سانپ نے کہا اللہ تعالیٰ اور زمین و
آسمان کے باشندے گواہ ہیں۔ کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں

گا۔ بزرگ نے منہ کھولا وہ اس کے اندر چلا گیا۔ اس کے بعد سانپ کا دشمن آگیا۔ نیک بخت سے پوچھا، اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ جب سانپ کا خوف دور ہوگیا۔ تو سانپ اندر سے بولا۔ اے بیوقوف اب اپنے جگر یا دل کی خیر منائیے۔ نیک بخت نے کہا تیرے وہ وعدے اور قسمیں کہاں گئیں۔ سانپ نے کہا تیرے جیسا اور تجھ کوئی احمق ہوگا۔ تجھے تیرے باپ آدم علیہ السلام سے ہماری پرانی دشمنی یاد نہیں اور تمہیں معلوم ہے کہ نااہل کے ساتھ نیکی کرنا اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنا ہے۔ بزرگ نے سانپ سے فرمایا اچھا مجھے تھوڑی سی مہلت دیجئے۔ تاکہ میں اس پہاڑ تک پہنچ جاؤں۔ جب پہاڑ کے نیچے پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑائے تاکہ اس بلا سے نجات نصیب ہو۔ ان کی اس عجز و انکساری سے اللہ تعالیٰ کا ایک نیک بخت بندہ جو نہایت حسین و جمیل اور خوشبو سے مہکتا ہوا نمودار ہوا اور ایک سفید پتہ عطا فرمایا کہ اسے کھا لیجئے۔ چنانچہ انہوں نے وہ پتہ کھا لیا اور جونہی کھایا تو پیٹ سے وہی سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر باہر نکل آیا۔ اس سے انہیں نجات ہوگئی۔

ثُمَّ سَأَلَ مَنْ اَنْتَ فَقَالَ اَنَا الْمَعْرُوْفُ وَ مَوْضِعِيْ فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ۔	پھر بزرگ نے اس شخص سے پوچھا آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تیری نیکی ہوں، اور میرا مسکن چوتھا آسمان ہے۔

جب تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو ساتویں آسمان کے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عجز و انکساری سے گڑگڑائے۔ میں چوتھے

آسمان سے اتر کر بہشت میں پہنچا اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے درخت طوبیٰ سے سبز پتہ لیا۔ یہ وہ پتہ تھا جو تو نے کھایا اور میں تیری نیکی ہوں۔ (روح البیان ص ۱۶۹ ج ۲)

حضرات! نیکی کی عادت ڈالئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی نیکی ضائع نہیں کرتا۔

جسے چاہے نوازدے:

منقول ہے کہ یمنی شیخ سیاحت کے لئے زبید سے اہوا کی جانب تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ آپ کا ایک شاگرد بھی تھا۔ ان کا ایک کھیت سے گزر ہوا۔ جس میں کماد کی چھڑیاں تھیں۔ آپ نے شاگرد سے فرمایا اس سے ایک بڑی اور موٹی چھڑی اٹھا لے۔ مرید نے حکم بجالا کر ایک بڑی چھڑی اٹھائی اور چل پڑے۔ شیخ ایک ایسے مقام پہ پہنچے جہاں کے لوگ لٹنے لیے دین تھے کہ نہ انہیں نماز کا پتہ تھا نہ دیگر عبادات کا۔ مردار کھانا ان کا کام تھا۔ شراب پینے کے عادی تھے۔ جب یہ دونوں پیر و مرید وہاں پہنچے تو انہیں شراب میں مست پایا۔ لہو و لعب میں مصروف اور گانے بجانے میں غرق تھے شیخ نے اپنے مرید سے فرمایا کہ اس مجلس کا سرغنہ جو طنبورہ بجا رہا ہے اس کو بلاؤ۔ مرید نے جا کر اس سے کہا کہ تجھے فلاں بزرگ بلا رہے ہیں۔ اس نے طنبورہ گلے میں لٹکایا اور شیخ کی طرف چل پڑا۔ جب شیخ کے ہاں پہنچا تو شیخ نے مرید سے فرمایا کہ اس کا طنبورہ ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ مرید نے طنبورہ توڑ دیا۔ شیخ نے

اس مست سے فرمایا کہ غسل کر کے اُک کپڑے پہن لو۔ چنانچہ اس نے شیخ کا حکم پورا کیا۔ اس کے بعد شیخ نے اُسے وضو کا طریقہ بتا دیا اور نماز سکھائی۔ ظہر کی نماز کے وقت شیخ نے ان دونوں کو نماز پڑھائی۔ فراغت کے بعد شیخ نے مصلّٰی اٹھا کر دریا میں ڈال دیا۔ اس نئے مرید سے کہا کہ اس دریا والے مصلّے پر قدم رکھ اور چلتا جا۔ اس نے پانی پہ بچھے ہوئے مصلّے پر قدم رکھا اور روانہ ہوگیا۔ جب نظروں سے اوجھل ہوا تو پرانے مرید نے واویلا شروع کر دیا۔ کہ حضرت مجھے عرصہ ہوا آپ کے جُوتے صاف کرتے ہوئے لیکن کچھ نہ ملا۔ اور یہ بدمعاش ابھی آیا اور کامل ولی بن کر چلا گیا۔ شیخ نے رد کر فرمایا۔ بیٹے میرے بس کی بات نہیں۔ اور نہ ہی میں نے اسے کامل ولی بنایا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا حکم مانا ہے۔

قِیْلَ لِیْ فُلَانٌ مِنَ الْاَبْدَالِ تُوُفِّیَ فَاَقِمْ فُلَانًا مَقَامَهٗ فَامْتَثَلْتُ الْاَمْرَ كَمَا یَمْتَثِلُ الْعُبُدُ اَمْرَ۔

مجھے حکم ہوا تھا کہ فلاں علاقہ کا ابدال فوت ہوگیا ہے۔ آپ فلاں کو اس کے قائم مقام مقرر فرما دیں۔ میں نے حکم مانا۔ جیسے خدام آقاؤں کا حکم مانتے ہیں۔

بلکہ میں تو خود بھی ایسا نہیں۔ جیسے وہ دریا میں جانے والا مراتب لے کر چلا گیا ہے۔ (روح البیان ص ۱۰۱ ج۔۳)

حضرات گرامی! یہ تو اس مالک کے رحم و کرم کی بات ہے۔ جس پر اس کا کرم ہو جائے۔ جسے چاہے نواز دے۔

ﮯ کوئی آیا لے کر چلا گیا کوئی عمر بھی نہ پا سکا
میرے مولا تجھ پہ گلہ ہے کیا یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے

رحم و کرم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک شخص کو گناہ کرتے دیکھ کر اس کی تباہی کے لئے بددعا کی۔ تو وہ فوراً تباہ ہو گیا۔ پھر دوسرے کے ارتکاب گناہ پہ بددعا کی وہ بھی مر گیا۔ پھر تیسرے کے لئے، پھر چوتھے کے لئے بددعا کی وہ بھی غرق ہو گیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، اے ابراہیم! اگر ہم بھی ایسے ہی ہر مجرم گنہگار کو مارنے لگیں تو تھوڑے ہی بچ سکیں گے۔ لیکن ہمارا دستور ہے۔ کہ جب ہم کسی بندے کو گناہ کا مرتکب دیکھتے ہیں تو پہلے ہم اسے مہلت دیتے ہیں۔ اگر توبہ کر لیتا ہے تو ہم اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔

وَاِنِ اسْتَغْفَرَ اَخَّرْنَا الْعَذَابَ عَنْهُ لِعِلْمِنَا اَنَّهٗ لَا یَخْرُجُ عَنْ مُلْكِنَا۔

اور اگر معافی مانگے تو اس سے عذاب مؤخر کر دیتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ اس نے ہمارے ملک سے باہر تو کہیں جانا نہیں تو پھر اس پر عذاب میں جلدی کیوں کریں۔

(روح البیان ص۵۲ ج۔۱)

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

طوفانِ نوح و بڑھیا

حضرت نوح علیہ السلام کشتی تیار کر رہے تھے کہ ایک بڑھیا کا آپ پر گزر ہوا۔ اور وہ ان لوگوں میں سے تھی جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ بڑھیا نے پوچھا یا حضرت آپ کیا کر رہے ہیں؟ نوح علیہ السلام نے فرمایا ایک وقت آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کفار کو طوفان سے غرق کر دے گا۔ اور اہلِ ایمان کو اس کشتی کے ذریعے بچالے گا۔ بڑھیا نے عرض کی یا حضرت جب طوفان آئے تو مجھے بھی مطلع فرمانا تاکہ میں بھی آپ کی رفاقت کی برکت سے نجات پاؤں اور کشتی میں سوار ہو سکوں۔ چنانچہ جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام خلقِ خدا کو کشتی پر سوار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کو بڑھیا یاد نہ رہی اس کا مکان نوح علیہ السلام کے دولت کدہ سے کافی دور تھا لیکن طوفان آیا اور گزر گیا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام بحفاظت نیچے اترے چند دنوں کے بعد وہی بڑھیا حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا حضرت ابھی طوفان نہیں آیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا طوفان تو آیا تھا مگر تو کہاں رہی۔ بڑھیا نے عرض کی اپنے جھونپڑے میں۔ قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ

فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى أَنْجَاهَا فِيْ بَيْتِهَا مِنْ غَيْرِ رُكُوْبِ السَّفِيْنَةِ وَلَمْ تَرَ الطُّوْفَانَ قَطُّ۔	اللہ تعالیٰ نے اس بڑھیا کو کشتی پر سوار ہوتے کے بغیر اپنے گھر میں ہی طوفان سے نجات دے دی اور اس نے طوفان کو دیکھا

تک نہیں۔ یعنی ادھر پانی جودی پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ گیا۔ مگر ادھر بڑھیا کی جھونپڑی تک نہ پہنچ سکا اور بڑھیا کو طوفان کا علم بھی نہ ہوا۔ (روح البیان صفحہ ۱۲۹ ج ۴)

اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے بندوں کی خبر گیری اور حمایت فرماتا ہے۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگنا چاہیئے۔ کہ یا اللہ جس طرح تو اپنے نیک اور محبوب بندوں پر کرم فرماتا ہے۔ ایسے ہی ہم پر بھی اپنے فضل و کرم کا دروازہ کھول دے۔

وڈیاں مہراں والیا سائیاں رب غریب نوازا
اپنے فضل کرم تھیں کھولیں رحمت دا دروازہ

نیکی کی تلاش

قیامت کے دن ایک شخص کے دونوں میزان کے پلڑے برابر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ لوگوں کے پاس جاؤ اور کسی سے ایک نیکی مانگ کر لاؤ۔ تاکہ تجھے جنت میں داخل کر دیا جائے۔ تو وہ جس سے بھی ایک نیکی کی درخواست کرے گا۔ وہ یہی کہے گا کہ میں تجھ سے بھی زیادہ محتاج ہوں۔ پھر ایک بندہ اسے ملے گا تو وہ بندہ اس سے کہے گا۔ میں بارگاہِ الٰہی سے آ رہا ہوں۔ میرے نامۂ اعمال میں صرف ایک ہی نیکی نکلی ہے اور مجھے یقین نہیں کہ یہ نیکی مجھے کچھ فائدہ دے سکے۔ میں وہ نیکی تجھے دیتا ہوں۔ اسے لے جا شاید یہ تجھے فائدہ دے دے۔ تو وہ شخص اس نیکی کو لے کر خوشی خوشی بارگاہِ الٰہی میں آئے گا۔ حق تعالیٰ فرمائے گا۔ بتا تو نے نیکی کے سلسلہ میں کیا کیا۔ حالانکہ

اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ تو وہ شخص عرض کرے گا۔ یا اللہ مجھے ایک نیکی مل گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ یہ نیکی کس سے ملی۔ وہ عرض کرے گا۔ فلاں شخص سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ جا اسے بھی بلا کر لے آ۔ جب وہ بھی حاضر ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندے میرا کرم اور بخشش تجھ سے زیادہ وسیع ہے۔ تو اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور تم دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔

روح البیان $\frac{254}{19}$ (مدارج النبوۃ ص ۴۹۵ ج۔۱)

وہ جس کے پاس صرف ایک نیکی تھی۔ اس نے وہ بھی دیکر خود کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سپرد کر دیا۔ پھر ہوا کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے بھی اسے سینے سے لگا لیا۔ منظر کچھ یوں ہوا کہ

؎ "عملاں والے لنگھ جاندے کون چڑھاوے میتوں
پار چڑھاں جے رحمت تیری ہتھ پھڑاوے میتوں!

رحمت الٰہی اور بخشش:

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ابھی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السّلام آئے اور کہا۔ اے محمد مصطفےٰ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے قسم ہے۔ اس ذاتِ پاک کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ تحقیق ایک بندے نے پہاڑ کی چوٹی پر پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ سے ایک چشمہ نکالا۔ پھر اس میں ایک انار کا درخت اگایا۔ ہر روز اس درخت پر ایک انار لگتا۔ جب شام ہوتی تو وہ پہاڑ کی چوٹی سے نیچے اترتا اس

چشمے سے وضو کرتا۔ پھر انار کھاتا۔ اس کے بعد نماز کیلئے کھڑا ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا کہ یا اللہ میری روح سجدے کی حالت میں قبض کرنا اور قیامت تک مجھے سجدے کی حالت میں رکھنا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس کی دعا منظور فرمائی۔ حضرت جبریل علیہ السّلام نے کہا کہ جب ہم اس کے اوپر سے گزرتے ہیں۔ تو اسے سجدے کی حالت میں پاتے ہیں۔ اور اس کو اسی حالت میں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میرے بندے کو میری رحمت کے سبب بہشت میں داخل کر دو۔ لیکن وہ کہے گا کہ نہیں میں جنت میں گیا ہوں تو اپنے اعمال کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی عبادت کو میری نعمتوں کے برابر کرو۔ جب عبادت کا اندازہ لگایا جائے گا۔ تو ساری عبادت اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ایک آنکھ سے بھی کم ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب اسے دوزخ میں لے جاؤ۔ چنانچہ جب فرشتے اسے دوزخ کی طرف لے کر چلیں گے تو عرض کرے گا۔ یا اللہ میں سمجھ گیا۔ مجھے اپنی رحمت سے ہی جنت میں داخل فرما دے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ اسے میرے سامنے لاؤ۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے بندے تیا جب تو کچھ بھی نہیں تھا تو تجھے کس نے پیدا کیا۔ بندہ کہے گا یا اللہ تو نے۔ رب تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا پھر تیرے عمل سے پیدا کیا یا اپنی رحمت سے۔ وہ کہے گا۔ یا اللہ تیری رحمت سے۔ پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تجھے پانچ سو سال عبادت کرنے کی طاقت کس نے دی اور تجھے پہاڑ کی بلند چوٹی پر کس نے رکھا اور کھاری پانی

کے درمیان سے میٹھے پانی کا چشمہ کس نے نکالا ۔ جو جھیل سال میں ایک دفعہ پیدا ہوتا ہے ۔ وہ تیرے لئے ہر روز کون پیدا کرتا تھا اور سجدے کی حالت میں تیری روح کس نے قبض کی ۔ وہ عرض کرے گا ۔ یا اللہ یہ سب کچھ تو نے کیا ۔ پھر ارشاد ہوگا ۔ کہ یہ سب میری رحمت سے ہوا اور جا میری رحمت ہی کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جا ۔

(درۃ الناصحین صـ ۲۳۸ ج ۱)

میاں محمد علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں ۔

رحمت تھیں نا امید ناں ہوساں نال گناہاں بھریا
بدیاں دی حد نہ رکھی بھلا نیکی کجھ سریا
تس چھپن کتے نہ ہوندا مرنے اگے دھریا
قہر کریں تاں کوئی نہ چارہ رحم کریں تاں تریا

کسی نے یوں کہا ۔

بندہ ہے گنہگار تو رحمان ہے مولا
بندے پہ کرم کرنا تیری شان ہے مولا

فاسق کی بخشش :

بنی اسرائیل میں ایک نہایت ہی فاجر و فاسق شخص تھا ۔ جو اپنی بدکرداریوں سے کبھی باز نہ آتا تھا ۔ اہل شہر جب اس کی بدکرداریوں سے تنگ آ گئے ۔ تو اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا مانگنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے فلاں شہر میں ایک بدکار نوجوان رہتا ہے اسے شہر

سے نکال دیجئے ۔ تاکہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے کہیں پورے شہر پر آگ نہ برسے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور اسے اس کی بستی سے نکال دیا ۔ پھر فرمانِ الٰہی ہوا کہ اسے اس بستی سے بھی نکال دیجئے ۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس دوسری بستی سے بھی نکال دیا تو اس نے ایک ایسے غار میں ٹھکانہ بنا لیا ۔ جہاں نہ کوئی انسان تھا اور نہ ہی کسی چرند پرند کا گزر تھا ۔ قرب و جوار میں نہ کہیں آبادی تھی اور نہ دور دور تک سبزے کا کوئی پتہ تھا ۔ اس غار میں آ کر وہ جوان بیمار ہو گیا ۔ اس کی تیمارداری کے لئے کوئی شخص بھی اس کے پاس موجود نہ تھا ۔ جو اس کی خدمت کرتا ۔ چنانچہ وہ کمزوری کی وجہ سے زمین پر گر پڑا ۔ اور کہنے لگا ۔ کاش اس وقت اگر میری ماں میرے پاس موجود ہوتی تو مجھ پر شفقت کرتی ۔ اور میری اس بے کسی اور بے بسی پر روتی ۔ اگر میرے بچے اس وقت موجود ہوتے تو کہتے ، اے اللہ ہمارے عاجز گنہگار بدکار اور رسوا فرباپ کو بخش دے ۔ مجھے پہلے تو شہر بدر کیا گیا اور پھر دوسری بستی سے بھی نکال دیا گیا تھا اور اب وہ غار میں بھی ہر ایک چیز سے ناامید ہو کر دنیا سے آخرت کی طرف جا رہا ہے اور وہ میرے جنازہ کے پیچھے روتے ہوئے چلتے ۔ پھر وہ نوجوان کہنے لگا ۔ اے اللہ! تو نے مجھے والدین اور بیوی بچوں سے دور کیا ہے ۔ مگر اپنے فضل و کرم سے دور نہ کرنا ۔ تو نے میرا دل عزیزوں کی جدائی میں جلایا ہے' اب میرے گناہوں کی وجہ سے مجھے جہنم میں نہ جلانا ۔ اسی دم اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اس کے باپ کے ہمشکل بنا کر' ایک حور کو اس کی ماں' اور ایک حور کو اس کی بیوی کی ہمشکل بنا کر اور غلمان جنت کو اس کے

بچوں کے روپ میں بھیج دیا۔ یہ سب اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔
اور اس کی تکلیف پر افسوس اور آہ و زاری کرنے لگے۔ جوان انہیں
دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور اس خوشی میں اس کا انتقال ہو گیا۔
تب اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں غار
کی طرف جاؤ۔ وہاں ہمارا ایک دوست فوت ہو گیا ہے۔ تم اس کے کفن
دفن کا انتظام کرو۔ بحکم الٰہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب غار میں پہنچے
تو انہوں نے وہاں اس نوجوان کو مرا ہوا پایا۔ جس کو انہوں نے پہلے
شہر بستی سے نکالا تھا۔ اس کے گرد حوریں تعزیت کرنے والوں کی
طرح بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں
عرض کی "اے رب العزت یہ تو وہی جوان ہے۔ جسے میں نے تیرے حکم
سے شہر اور بستی سے نکال دیا تھا" اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ
علیہ السلام میں نے اس کے بہت زیادہ رونے اور عزیزوں کے
فراق میں تڑپنے کی وجہ سے اس پر رحم کیا ہے اور فرشتہ کو اس
کے باپ کی اور حور و غلمان کو اس کی ماں، بیوی اور بچوں کے
ہمشکل بنا کر بھیجا ہے۔ جو غربت میں اس کی تکلیفوں پر روتے ہیں
جب یہ مرا تو اس کی بیچارگی پر زمین و آسمان والے روئے۔ اور
میں ارحم الراحمین ہوں پھر کیوں نہ اس کے گناہوں کو معاف کرتا۔
(مکاشفۃ القلوب صـ۵۲)

حضرات! معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندے کے توبہ و استغفار
کرنے پر اس پر اپنا فضل و کرم فرما دیتا ہے۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ ہم
اللہ تعالےٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اعمال صالحہ کرنے

کے ساتھ ساتھ بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کریں کہ

بندہ ہے گنہگار تو رحمان ہے مولا
بندے پہ کرم کرنا تیری شان ہے مولا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ
رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۰

O

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احکامِ نماز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝
اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ
اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ
ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ۝ (پ ۱۲ ع ۹)
اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَبَلَّغَنَا
رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقان حمید کے بارھویں پارے کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا

ہے۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالٰی نے پانچ نمازوں کی فرضیت کا حکم فرمایا۔ چنانچہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ۝

اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں میں بیشک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کو۔

(پ ۱۲۔ رکوع ۹)

حضراتِ گرامی! اس آیت کریمہ میں دن کے دونوں کناروں سے صبح و شام مراد ہے۔ زوال سے قبل کا وقت صبح میں اور بعد کا شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر اور شام کی نماز ظہر و عصر ہیں۔ اور رات کے حصوں کی نمازیں مغرب و عشاء ہیں۔ نیکیوں سے مراد یا یہی پنجگانہ نمازیں ہیں۔ جو آیت میں ذکر ہوئیں۔ یا مطلق طاعتیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نیکیاں صغیرہ گناہوں کیلئے کفارہ ہوتی ہیں خواہ وہ نیکیاں نماز ہوں یا صدقہ یا ذکر و استغفار وغیرہ۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔ کہ پانچوں نمازیں اور جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک روایت میں ہے کہ رمضان دوسرے رمضان تک یہ سب کفارہ ہیں۔ ان گناہوں کے لئے جو ان کے درمیان واقع ہوں۔ جبکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔

شانِ نزول:

ایک شخص نے کسی عورت کو دیکھا اور اس سے کوئی خفیف سی

حرکت بے حیائی کی سرزد ہوئی۔ اس پر وہ نادم ہوا، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شخص نے عرض کیا کہ صغیرہ گناہوں کے لئے نیکیوں کا کفارہ ہونا کیا خاص میرے لئے ہے۔ فرمایا نہیں سب کے لئے۔ (خزائن العرفان ص ۳۴۹)

حضرات! فرائض میں نماز سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس کی بار بار تاکید کی گئی ہے۔ نماز پڑھنے والوں کی تعریف اور ان کے انعام و اکرام کا ذکر کیا گیا۔ نماز نہ پڑھنے والوں اور نماز میں سستی کرنے والوں کی مذمت اور ان کے ہولناک انجام کا بھی تذکرہ کیا گیا۔

نماز کے بارے میں چند آیات ملاحظہ ہوں۔
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۱)

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔ (پ۱ ع ۹)

اور لوگوں سے اچھی بات کہو اور نماز قائم رکھو۔

(۲)

اَلَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا (پ۹ ع ۱۴)

اور وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں۔ یہی سچے مسلمان ہیں۔

(۳)

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (پ۱۶ ع ۱۶)

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود اس پر ثابت رہ۔

(۴)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (پ۱۸)

بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے وہ جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

اس طرح کہ نماز کی حالت میں ان کے دلوں میں رب کا خوف ہوتا ہے۔ اعضا میں سکون ہوتا ہے۔ نظر اپنے مقام پر قائم ہوتی ہے نماز میں کوئی عبث کام نہیں کرتے۔ دھیان نماز میں رہتا ہے۔ نماز قائم کرنے کے یہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نصیب کرے۔ (نور العرفان ص ۵۴۵)

(۵)

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ۔ (پ۱۸ ع ۱۱)

وہ مرد کہ ان کو ان کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز پڑھنے سے غافل نہیں کرتی۔

(۶)

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ (پ۳۰)

خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز کی (اہمیت) سے

بے خبر ہیں۔

(۷)

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔
(پ۱۶، ع۷)

تو ان کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کردیں اور خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے تو عنقریب وہ بھی غیّ سے ملیں گے۔

غیّ: دوزخ کے نیچے کے طبقے میں ایک کنواں ہے جس میں اہل دوزخ کی پیپ وغیرہ گرتی ہے۔

(۸)

فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝
(پ۲۹، ع۱۵)

جنّت میں جنتی لوگ مجرموں سے پوچھیں گے تمہیں کس جرم نے دوزخ میں پہنچایا؟ وہ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

حضرات! معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے والے دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں۔ اصل کامیابی نماز پڑھنے والوں کی ہے۔ اور جو لوگ نماز نہیں پڑھتے یا نماز میں سستی کرتے ہیں۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں خرابی ہے ــ ہلاکت ہے ــ تباہی ہے ــ ذلالت ہے ــ رسوائی ہے ــ دوزخ کا عذاب ہے۔

حضرات محترم! اب نماز کی اہمیت کے بارے چند احادیث ملاحظہ

ہوں۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

(۱)

اَلصَّلٰوةُ نُوْرُ الْمُؤْمِنِ۔
(ابن ماجہ شریف ص۳۲ ج۲)

نماز مومن کا نور ہے۔

(۲)

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۳۹)

نماز جنّت کی کنجی ہے۔

(۳)

بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْاِيْمَانِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

کفر اور ایمان کے درمیان فرق نماز کا چھوڑنا ہے۔

(۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں درد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا۔

ثُمَّ فَصَلِّ فَاِنَّ فِي الصَّلٰوةِ شِفَاءً۔
(ابن ماجہ ص۲۵۵ ج۲)

اٹھ نماز پڑھ بے شک نماز میں شفاء ہے۔

(۵)

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔
(مشکوٰۃ شریف ص۴۴۹)

نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔

(۶)

مَنْ ضَيَّعَ الصَّلٰوةَ حُشِرَ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۔
(مشکوٰۃ شریف صہ۵۹)

جس نے نماز ضائع کر دی اس کا حشر فرعون اور ہامان کے ساتھ ہوگا۔

حضرات! حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ سے پتہ چلا کہ:

" نماز مومن کا نور ہے۔
" نماز جنت کی کنجی ہے۔
" نماز کفر اور ایمان کے درمیان فرق کی علامت ہے۔
" نماز ہمارے نبی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔
" نماز میں شفاء ہے۔
" نماز پڑھنا ذریعہ نجات ہے۔
" نماز نہ پڑھنا موجب سزا ہے۔

حضرات محترم! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ مگر پانچ میں ثواب پچاس کا لکھا ہے اور جو جماعت سے نماز پڑھے۔ اس کے لئے ایک نماز کا ثواب ستائیس نمازوں کے برابر ہے۔ تو جس نے پانچ نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھیں تو گویا اس کو ایک سو پینتیس (۱۳۵) نمازوں کا ثواب دیا جائے گا۔ اور جو نماز خشوع وخضوع اور پورے خلوص کے ساتھ پڑھی جائے۔ اس کا ثواب اس سے بھی زیادہ ہوگا۔ الغرض جتنا خلوص زیادہ اتنا اجر زیادہ۔

حضراتِ گرامی! نماز کے بہت فائدے ہیں۔

نماز تمام عبادتوں کی سردار ہے ـــــ نماز سے بندے کی تمام حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں ـــــ نماز میں بندہ اپنے مولا سے مناجات کرتا ہے ـــــ نماز بندے کی کامیابی کا چراغ ہے ـــــ اور جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ ان تمام بھلائیوں سے محروم رہتا ہے اور دونوں جہانوں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔

پانچ گھاٹیاں:

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کو پانچ گھاٹیاں طے کرنی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ گھاٹیاں کون سی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(۱) اَوَّلُهَا الْمَوْتُ وَغُصَّتُهٗ
پہلی گھاٹی موت اور اس کا غصّہ

(۲) وَثَانِيَتُهَا الْقَبْرُ وَوَحْشَتُهٗ
اور دوسری گھاٹی قبر اور اس کی وحشت

(۳) وَثَالِثَتُهَا سُوَالُ مُنْكَرٍ وَنَكِيْرٍ وَهَيْبَتُهُمَا
اور تیسری گھاٹی منکر نکیر کے سوالات اور ان کی ہیبت

(۴) وَرَابِعَتُهَا الْمِيْزَانُ وَخِفَّتُهٗ
اور چوتھی گھاٹی میزان اور اس کی خفت۔

(۵) وَخَامِسَتُهَا الصِّرَاطُ وَدِقَّتُهٗ
اور پانچویں گھاٹی پلصراط اور اس کی دقت

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ سنا تو بہت روئے۔ یہاں تک کہ آپ کے گریہ سے ساتوں آسمان اور ان میں رہنے والے تمام فرشتے رو پڑے۔ اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوبکر سے فرمایئے کہ وہ نہ روئیں۔ اس لئے کہ انہوں نے سنا ہوگا کہ سوا موت کے ہر بیماری کا علاج ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھتا ہے تو اس سے موت اور اس کی سختی آسان ہوگی۔

وَمَنْ صَلّٰی صَلَاةَ الْعِشَاءِ
هَانَ عَلَيْهِ الصِّرَاطُ وَدِقَّتُهٗ

اور جو شخص عشاء کی نماز پڑھتا ہے اس پر پل صراط اور اس کی دقت آسان ہوگی۔

اور جو ظہر کی نماز پڑھتا ہے اس پر قبر اور اس کی تنگی آسان ہوگی اور جو عصر کی نماز پڑھتا ہے۔ اس پر منکر نکیر کے سوال اور ان کی ہیبت سے آسانی ہوگی اور جو مغرب کی نماز پڑھتا ہے۔ اس پر میزان اور اس کی خفت سے آسانی ہوگی۔ (روح البیان ص۶۳ ج ۷)

حضرات! معلوم ہوا کہ جو شخص پانچ وقت کی نماز پڑھے گا، اس پہ موت اور قبر و حشر کی تمام منزلیں آسان ہوجائیں گی۔

"نماز بندے کو برائیوں سے بچاتی اور نیکی کی رغبت دلاتی ہے"۔

نماز کا خاصہ:

مروی ہے۔ کہ ایک نوجوان انصاری نماز تو پڑھتا تھا لیکن ہر برائی کا ارتکاب بھی کرتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں اس کی

شکایت کی گئی تو فرمایا اسے اس کی نماز عنقریب برائیوں سے روک دے گی چنانچہ تھوڑے عرصے بعد وہ اپنے گناہوں سے تائب ہوگیا اور تمثیل بات میں اس کا معاملہ سلجھ گیا۔ وہ اچھے لوگوں میں شمار ہونے لگا۔ بلکہ اب تو زہاد صحابہ میں اس کا نام آتا ہے۔

فقیر صاحب روح البیان کہتا ہے۔

لَاشَكَّ اِنَّ لِكُلِّ عَمَلٍ خَيْرًا اَوْ شَرًّا خَاصِيَةً فَخَاصِيَةُ الصَّلَاةِ اَثَارَةُ الْخَشْيَةِ مِنَ اللهِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمَعَاصِيْ (روح البیان ص۴۴۷ ج ۶)

اس میں شک نہیں کہ ہر عمل اچھا ہو یا برا اس کی کوئی خاصیت ہوتی ہے۔ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ وہ دل میں خشیت الٰہی (اللہ کا ڈر) پیدا کرتی ہے اور برائیوں سے روکتی ہے۔

حضرات! ہم انسان ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے۔ اس کی یاد سے غافل ہیں لیکن دوسری مخلوق کو دیکھیں کیڑے مکوڑے، چرند پرند خشکی اور تری کے جانور بلکہ ہر مخلوق ہر چیز اللہ تعالیٰ کو یاد کرتی ہے۔

مینڈک کی عبادت:

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں آج رات اتنی تسبیح پڑھوں گا۔ کہ اس کا کوئی بھی مقابلہ نہ کرسکے گا۔ یہ سن کر ایک گوشہ سے مینڈک بولا۔ حضرت جی فخر مت کیجئے۔

وَاِنَّ لِيْ لَسَبْعِيْنَ سَنَةً
مَاجَفَّ لِيْ لِسَانٌ مِّنْ

مجھے ستر سال ہوگئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے۔ ایک لمحہ بھی

ذِکْرِ اللّٰہِ۔ | ذکرِ الٰہی سے میری زبان نہیں رکی۔

اور دس راتوں سے نہ تو میں نے کچھ کھایا نہ پیا۔ وہ اس لئے کہ ان دو کلمات کے پڑھنے سے فراغت ملی ہے نہ کھا پی سکا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ کلمات کون سے ہیں۔ عرض کی یہ ہیں۔

یَا مُسَبَّحًا فِیْ کُلِّ لِسَانٍ وَ مَذْکُوْرًا بِکُلِّ مَکَانٍ۔	اے وہ ذات جس کی ہر زبان میں تسبیح اور ہر مکان میں اس کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مینڈک کو مت مارو۔ اس لئے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی آگ بجھانے کے لئے منہ میں پانی رکھ کر آتشِ نمرود پہ پانی ڈالا تھا۔

(روح البیان ص ۲۲۱ ج۔ ۳)

حضرات! ہماری حالت یہ ہے۔ کہ اوّل تو ہم نماز پڑھتے نہیں (مگر چند لوگ) اگر پڑھیں بھی تو کسی نہ کسی مطلب اور مقصد کے لئے پڑھتے ہیں۔ ہمیں محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے نماز پڑھنی چاہیئے۔ جو کہ اصل نماز ہے۔ تو بفضلِ تعالیٰ ہمارے سب مطلب اور مقاصد بھی پورے ہو جائیں گے۔

حقیقی ذاکر:

حضرت عیسٰی علیہ السلام ایک ایسی قوم پہ گزرے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف تھی۔ آپ نے اس قوم کے لوگوں سے پوچھا۔ تم ذکر میں کیوں مصروف ہو۔ انہوں نے کہا۔ ثواب کی خاطر۔ آپ نے فرمایا، بہت خوب۔ پھر ایک اور قوم پر آپ کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم ذکر میں کیوں مصروف ہو

انہوں نے جواب دیا۔ عذابِ الٰہی کے خوف سے آپ نے فرمایا خوب۔ پھر ایک تیسری قوم سے گزرے تو ان سے ذکر کی وجہ دریافت کی۔

فَقَالُوْا لَا نَذْکُرُہٗ لِلْخَوْفِ مِنَ الْعِقَابِ وَلَا لِلرَّغْبَۃِ فِی الثَّوَابِ بَلْ لِاِظْہَارِ الْعُبُوْدِیَّۃِ فَقَالَ اَنْتُمُ الْمُحَقِّقُوْنَ۔	انہوں نے کہا نہ ہمیں عذاب کا خوف ہے نہ ثواب کی خواہش ہے بلکہ ہم تو صرف اس کی بندگی کی خاطر عبادت کرتے ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا حقیقی ذکر کرنے والے صرف تمہیں ہو۔

(روح البیان ص ۱۵۳ ج۔ ۲)

نمازِ شوق:

ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور اس نے جلدی جلدی نماز پڑھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ دیکھ رہے تھے۔ کوڑا لے کر آگئے۔ اور فرمایا کہ نماز دوبارہ پڑھو۔ چنانچہ اس نے دوبارہ پڑھ کر اطمینان سے نماز دہرائی۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا۔ بتا یہ نماز بہتر ہے یا پہلی۔ اس نے جواب دیا کہ پہلی اس لئے کہ وہ میں نے خدا کے لئے پڑھی تھی۔ اور یہ کوڑے کے خوف سے پڑھی۔

(نزہۃ المجالس ص ج۔ ۱)

حضراتِ گرامی! نماز پورے خشوع و خضوع اور توجہ سے پڑھنی چاہیئے اگر دورانِ نماز کوئی خیال آجائے تو اس میں محو نہ ہو بلکہ اسے ہٹانے کی کوشش کرے۔

نماز میں خیالات کا آنا

مروی ہے کہ ایک یہودی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت حضورِ قلب سے کرتے ہیں ہمیں ذرہ بھر بھی شیطان کے وسوسوں کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اور ہم نے سنا ہے کہ آپ کے صحابہ نماز میں ہزاروں وسوسوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ یہودی کے سوال کا جواب دیجئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے یہودی تمہیں معلوم ہے کہ کسی جگہ پر دو گھر ہوں۔ ایک سونے چاندی، جواہر اور موتی اور یاقوت و مرجان سے پُر ہو اور اس میں نفیس اور قیمتی سامان موجود ہو۔ دوسرا مکان بالکل خالی ہو۔ اب بتاؤ چور کس گھر میں آئے گا قیمتی اشیاء سے پُر گھر میں یا خالی گھر میں؟ یہودی نے کہا کہ پُر گھر میں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے دل چونکہ توحید و معرفت، ایمان و یقین، اور تقویٰ و احسان وغیرہا سے پُر ہیں۔

وَقُلُوبُكُمْ خَالِيَةٌ عَنْ هٰذِهٖ فَلَا يَقْصُدُ الْخَنَّاسُ إِلَيْهَا فَأَسْلَمَ الْيَهُوْدِيُّ۔ (روح البیان صفحہ ۱۸۲ ج ۵)	اور تمہارے دل ان کمالات سے خالی ہیں۔ اس لئے ابلیس خالی قلوب میں جا کر کیا کرے گا۔ یہودی نے یہ سنا تو مسلمان ہو گیا۔

حضرات! نماز جماعت کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔ نماز با جماعت پڑھنے کے فوائد اور جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھنے کے نقصانات سنئے۔

نماز با جماعت:

مشائخ فرماتے ہیں۔ جو پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرتا ہے اسے مندرجہ ذیل فوائد نصیب ہوں گے۔

۱۔ روزی کی تنگی دور ہو گی۔
۲۔ عذاب قبر سے حفاظت ہو گی۔
۳۔ پل صراط سے بجلی کی طرح گزر لے گا۔
۴۔ بہشت میں بلا حساب داخل ہو گا۔

نماز بغیر جماعت:

جو پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتا۔ اسے مندرجہ ذیل نقصانات ہوں گے۔

۱۔ رزق سے برکت اٹھ جائے گی۔
۲۔ اس کے چہرے سے نیک بختوں کی علامت اٹھا لی جائے گی۔
۳۔ لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے بغض پیدا کر دیا جائے گا۔
۴۔ اس کی روح بھوکی پیاسی قبض کی جائے گی۔
۵۔ نزع کے وقت سخت تکلیف ہو گی۔
۶۔ قبر میں منکر نکیر کی گرفت سخت ہو گی۔
۷۔ قبر میں اندھیرا رہے گا۔
۸۔ قبر تنگ ہو گی۔
۹۔ حساب سخت ہو گا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کا اس پر سخت غضب ہوگا۔

(روح البیان ص۴۶۵ ج ۵)

حضرات! قیامت کے دن نمازی چہروں سے پہچانے جائیں گے اور نمازیوں کے چہرے چمکتے ہوں گے اور نمازیوں کو باعزت جنت میں داخل کیا جائے گا۔

نمازیوں کی شناخت:

مروی ہے۔ کہ جب قیامت قائم ہوگی اور لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو مسلمانوں کے پاس فرشتے آئیں گے۔ اور وہ اپنے سروں سے مٹی پونچھیں گے۔ لیکن پھر بھی ان کی پیشانی پر مٹی باقی رہے گی۔ پھر فرشتے پونچھیں گے۔ تب بھی دور نہ ہوگی۔ اس وقت ایک منادی ندا کرے گا۔ کہ یہ ان کی نماز کی حالت میں پیشانی پر لگنے والی مٹی ہے۔ قبروں کی نہیں۔ رہنے دو تاکہ جنت میں شناخت ہو جائے۔ کہ یہ میرے فرمانبردار لوگ ہیں۔

(نزہتہ المجالس ص۲۲۲ ج ۱)

روشن چہرے:

مروی ہے کہ قیامت کے دن بعض لوگ جب محشر میں حاضر ہوں گے تو ان کے چہرے چمکدار ستارے کی طرح روشن ہوں گے۔ ملائکہ ان سے سبب پوچھیں گے۔ وہ کہیں گے کہ جب ہم اذان سنتے تو فوراً وضو کی تیاری میں لگ جاتے۔ ہمیں اس کے لئے کوئی شئے نہ روک سکتی تھی۔ بعض لوگ ایسے ہوں گے۔ جن کے چہرے چاند کی طرح ہوں گے۔ ان سے پوچھا جائے گا۔

تو وہ کہیں گے۔ ہم نماز کے وقت سے بھی پہلے وضو میں مشغول ہوتے۔

ثُمَّ يُحْشَرُ طَائِفَةٌ وُجُوهُهُمْ كَالشُّمُوسِ فَيَقُولُونَ كُنَّا نَسْمَعُ الْأَذَانَ فِي الْمَسْجِدِ۔
(روح البیان ص۱۶۱ ج ۶)

بعض ایسے ہوں گے۔ جن کے چہرے سورج کی طرح ہوں گے (ان سے پوچھا جائے گا) تو وہ کہیں گے ہم اذان مسجد میں جاکر سنتے تھے۔

نمازیوں کے جہاز:

جب قیامت ہوگی تو ایک گروہ پلصراط پر کھڑا رہتا ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا۔ پلصراط سے گزر جاؤ۔ وہ کہیں گے۔ ہمیں دوزخ کا خوف ہے۔ جبرائیل علیہ السلام ان سے کہیں گے تم سمندر پہ کیسے گزرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے۔ جہازوں پہ۔ چنانچہ اس وقت وہ مسجدیں لائی جائیں گی۔ جن میں وہ نماز پڑھتے تھے جو جہازوں کے مثل ہوں گی۔ وہ ان پہ سوار ہو کر پلصراط سے گزر جائیں گے۔

(نزہتہ المجالس ص۲۲۲ ج ۱)

حضرات! آج کل عام دیکھا گیا ہے۔ کہ نمازی جلدی جلدی نماز پڑھ کر جانے کی کرتے ہیں۔ امام صاحب کے ساتھ دعا مانگنا بہت بوجھ سمجھتے ہیں۔ مسجد میں ایسے ہوتے ہیں۔ جیسے کوئی پرندہ پنجرے میں بند ہو اور وہ باہر نکلنے کے لئے پھڑپھڑائے۔ کہ کون سا وقت ہو کہ باہر نکل کر آزاد ہو جاؤں۔ چلو مان لیا کہ جن لوگوں کو کوئی مزدوری کا کام ہوا وہ تو چلے گئے۔ لیکن جو بالکل فارغ ہیں۔ وہ بھی دو منٹ بیٹھنے کیلئے تیار نہیں۔ بس دیکھا دیکھی عادت سی پڑ گئی ہے۔ اگرچہ باہر نکل کر

ایک گھنٹہ تک باتیں کرتے رہیں۔ مگر مسجد میں دس منٹ بیٹھنا گوارا نہیں ہے۔ دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مسجد میں ہمارا دل لگائے اور ہم جماعت کے ساتھ دُعا مانگ کر جائیں۔

نماز کے بعد دعا:

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ نماز پڑھ کر واپس جاتا ہے۔ اور دعا میں حاضر نہیں رہتا تو فرشتے کہتے ہیں۔ اس بندہ کو دیکھو۔ یہ خدا تعالیٰ سے بے پرواہ بنتا ہے۔

مروی ہے۔ کہ ایک شخص نے ایک ہرنی کا شکار کیا۔ وہ کہنے لگی۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے کہہ دیجئے۔ کہ مجھے چھوڑ دے۔ کہ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں اور اگر میں واپس نہ آؤں۔ تو میں اس شخص کی طرح ہو جاؤں جو نماز پڑھ کر دعا نہ مانگے اور اس سے بدتر ہوں کہ جس کے پاس آپ کا تذکرہ ہو' اور وہ آپ پہ دُرود نہ بھیجے۔

(نزہۃ المجالس ص۲۲۳ ج۔۱)

حضرات! نماز پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں' نماز پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے محبت کرتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کی نظروں میں محبوب ہو جاتا ہے اور جو نماز نہیں پڑھتا۔ اس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غضب ہوتا ہے۔ اس سے ہر چیز نفرت کرتی ہے۔

ہر مخلوق نفرت کرتی ہے جہاں وہ جاتا ہے۔ جہاں بیٹھتا ہے۔ وہاں بے برکتی اور نحوست پھیلتی ہے۔ بے نماز کو خبردار کرنے کے لئے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

نہ لاسی منتھے مصطفےٰ بے نمازا
کیوں پھرنا ایں غفلت دے وچ بے نمازا
بلال حبشی دا شوق ویکھیں ذرا توں
دکھاں وچ نہ کیتی قضا بے نمازا
دِتّا سجدہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے جانی
اڑے وقت وچ کربلا بے نمازا
اندھیرا دسے جو اندر قبر دے
توں کلمے دا دیوا جلا بے نمازا
کدی یاد تے کر قیامت دے دن نوں
جو سورج ہے نیڑے سوا بے نمازا
کریں فکر داہڑی مصلے دا جے اج
قیامت دے دن ہو بچا بے نمازا
تو ہر روز فجریں کیوں چٹ کرائیں
جے مومن ہیں داہڑی رکھا بے نمازا
نہ مہندی لگائیں نہ کر تیل وٹناں
نہ ڈھہاں تے واجے وجا بے نمازا
نصیحت ہے فخرالزماں شاہ دی سب نوں
جے منسیں گا ہوسے بھلا بے نمازا

شیطان کی نفرت :

منقول ہے کہ ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا کہ شیطان اس کے ساتھ چلنے لگا اور اس نے اس دن پانچوں نمازیں قضا کر دیں۔ تو جب رات کو سونے کا وقت ہوا۔ اس شخص نے سونے کا ارادہ کیا شیطان بھاگنے لگا۔ اس نے شیطان سے کہا۔ تجھے کیا ہوا۔ کہ اب مجھ سے دور جا رہا ہے۔ شیطان کہنے لگا۔ میں نے ساری عمر میں اللہ تعالیٰ کی صرف ایک نافرمانی کی۔

فَكُنْتُ مَلْعُوْنًا وَاَنْتَ عَصَيْتَ فِي الْيَوْمِ خَمْسَ مَرَّاتٍ وَ اَخَافُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَّغْضَبَ عَلَيْكَ وَيَقْهَرُ فِيْ مَعَكَ بِسَبَبِ عِصْيَانِكَ۔

(درۃ الناصحین ص۲۹۷ ج۔۱)

تو ملعون ہو گیا۔ اور تو نے آج دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا غضب کرے اور میں بھی اس کی لپیٹ میں نہ آ جاؤں۔

اونٹ کی نفرت :

حضرت عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں جا رہا تھا۔ اچانک ایک اونٹ دوڑتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور الامان الامان پکارنے لگا ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کا مالک بھی ننگی تلوار لئے ہوئے آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے پوچھا کیا وجہ ہے؟

یہ اونٹ تیری شکایت کرتا ہے۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے اسے بھاری قیمت سے خریدا ہے۔ لیکن یہ مجھے کام نہیں دیتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے ذبح کر دوں۔ چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اونٹ سے کہا کہ تو اپنے مالک کی نافرمانی کیوں کرتا ہے۔ اونٹ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اور کاموں سے تو نافرمانی نہیں کرتا۔ صرف اس میں ایک برائی ہے جس وجہ سے میں اس کی نافرمانی کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہ نافرمانی کیا ہے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ عشاء کی نماز نہیں پڑھتا۔ مجھے ڈر لگتا ہے ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب اس پر آئے۔ کہیں میں بھی اس عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔ اونٹ نے عرض کی لے آقا

فَلَوْ عَاهَدَكَ اَنْ يُّصَلِّيَهَا عَاهَدْتُكَ اَنْ لَّا اَعْصِيَهٗ

اگر یہ آپ سے وعدہ کرے کہ نماز پڑھے گا تو میں بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے وعدہ لیا کہ آئندہ عشاء کی نماز قضا نہ کرنا۔ پھر آپ نے اونٹ اس کے سپرد کر دیا۔

(درۃ الناصحین ص۳۰۲ ج۔۲)

کافر کی نفرت :

حکایات مثنوی میں ہے۔ کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

کے پڑوس میں ایک آتش پرست رہتا تھا۔ اس کی ایک بے عمل مسلمان سے دوستی تھی۔ ایک دن بے عمل مسلمان نے اپنے کافر دوست سے کہا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے۔ آگ کو پوجنے سے کیا فائدہ؟ آگ کو تو اپنے پرائے کی بھی کوئی تمیز نہیں۔ تم جو اس کے پجاری ہو۔ تم بھی اگر اس میں کود جاؤ۔ تو تمہیں بھی جلا دے گی۔ پھر اسے پوجنے کا کیا فائدہ بہتر ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور جس نے آگ کو پیدا کیا ہے۔ اس پر ایمان لے آؤ۔ کافر نے جواب دیا بھائی میرے سامنے اسلام کے دو نمونے ہیں۔ ایک تو اسلام وہ ہے جو بایزید میں نظر آتا ہے۔ نماز پنجگانہ کے علاوہ تہجد و نوافل ادا کرنا۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہنا حقوق العباد اور حقوق اللہ کا ادا کرتے رہنا۔ اور ایک اسلام وہ ہے۔ جو تم میں پایا جاتا ہے۔ نہ کبھی نماز پڑھتے ہو، نہ روزہ رکھتے ہو۔ جھوٹ بولنا فریب مکر سے کام لینا تمہارا کام ہے۔ حقوق العباد و حقوق اللہ کے ادا کرنے کا تمہیں خیال تک نہیں آتا پھر اگر تم یہ کہتے ہو کہ بایزید جیسا مسلمان بنوں یہ تو میرے لئے مشکل ہے اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے جیسا مسلمان بنوں تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے، تمہارے اسلام اور میرے کفر میں فرق ہی کیا ہے۔ نماز اگر میں نہیں پڑھتا تو تم بھی نہیں پڑھتے۔ روزہ میں نہیں رکھتا تو تم بھی نہیں رکھتے۔ خدا کا نام اگر میں نہیں لیتا۔ تو تم بھی نہیں لیتے۔ الحاصل جو حال میرا ہے۔ وہی تمہارا ہے۔ پھر مجھے مسلمان ہونے سے کیا فائدہ۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اگر مجھے کبھی مسلمان ہونے کا خیال آتا بھی ہے۔ تو آپ کی حرکتیں دیکھ کر رک جاتا ہوں۔ اسی لئے تو درویش لاہوری نے کہا ہے۔ کہ

؎ وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

سمندری قحط کا سبب؟

کتب اخبار میں وارد ہے۔ کہ ایک بزرگ سفر کو روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے سمندر کے کنارہ پر پہنچے۔ جب کشتی پر سوار ہونا چاہا تو یکایک سطح سمندر پر نظر پڑی۔ کیا دیکھا کہ پانی میں دریائی جانور ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں۔ انہوں نے خیال کیا لازماً دریا میں قحط واقع ہوا ہے اور ملاح کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔ کہ یہ کیا وجہ ہے۔ ملاح نے عرض کیا کہ میں دس سال سے جانوروں کی یہی حالت دیکھ رہا ہوں۔ اور اس بھید سے بالکل واقف نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس بزرگ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی۔ اور اس راز کا انکشاف چاہا۔ ہاتف نے آواز دی کہ ایک دن تارک نماز کا سمندر کی طرف گزر ہوا تھا اور چونکہ وہ پیاسا تھا۔ اس نے اس دریا کے پانی میں سے ایک چلو بھر کر پینا چاہا مگر تلخی کے باعث نہ پی سکا۔ اور پانی میں تھوک دیا۔ جس کی نحوست سے سمندر میں قحط پڑ گیا اور مچھلیاں ایک دوسری کو کھا رہی ہیں۔

(انیس الجلیس ص۷)

شہر اجڑنے کا سبب؟

ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک پہاڑ پر گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک شہر بہترین باغات، نہروں، پھلدار اور پھولدار پودوں سے

سرسبز و آباد ہے۔ تمام شہر والے طاعات و عبادات میں مشغول اور مال و مولیثی کے ساتھ خوشحال ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آئے۔ اور سب نے اپنا اپنا مال آپ کے سامنے پیش کیا۔ مگر آپ نے اس میں سے کچھ قبول نہ فرمایا۔ پھر اس کے تین سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ اس طرف گزر ہوا۔ دیکھا کہ اس شہر کے تمام باغات و مکانات اجڑ گئے۔ نہریں اور چشمے خشک پڑے ہیں۔ نہ پھول ہیں۔ نہ پھل ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس حال کے مشاہدہ سے نہایت حیران ہوئے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ یا اللہ اگر عیسیٰ کا تیری بارگاہ میں کچھ مرتبہ ہے۔ تو ظاہر فرما کہ اس شہر کے لوگ کس مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ اور ان کے چشموں، درختوں اور عمارتوں کی بربادی کا کیا سبب ہوا۔ ابھی یہ الفاظ آپ کی زبان پر ہی تھے۔ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی اے روح اللہ، اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے۔ کہ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال و جبروت کی یہ شہر نہ جادو سے برباد ہوا۔ نہ نظر بد سے۔ بلکہ یہ تارکِ نماز کی نحوست کی وجہ سے ______ برباد ہوا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن تارکِ نماز کا اس شہر سے گزر ہوا۔ اور اس نے اس شہر کے چشمہ میں اپنا منہ دھویا تھا۔ اس کی نحوست سے یہ شہر اجڑ گیا۔ (انیس الجلیس ص)

ایک نماز چھوڑنے کی سزا:

مروی ہے۔ کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے

جائیں گے اور پچاس ہزار سال کا عرصہ گزر جائے گا۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گے۔ اے رب العالمین میرا جی چاہتا ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کروں لہٰذا مجھے ان کی زیارت و ملاقات کی اجازت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اجازت ہے۔ وہ عرض کریں گے۔ میں خالی ہاتھ کیسے جاؤں میرے پاس کوئی تحفہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ایسا تحفہ لے جاؤ۔ جو ان کو سب چیزوں سے زیادہ مرغوب ہو۔ جبریل علیہ السلام عرض کریں گے۔ یا اللہ وہ تحفہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ ان کی اُمّت میں سے ایک گنہگار دوزخ میں باقی ہے۔ اس کو لے جاؤ۔ مگر پہلے ان سے دریافت کر لینا۔ اگر وہ فرمائیں گے تو لے جانا۔ یہ فرمان سن کر جبرائیل علیہ السلام دوزخ میں جائیں گے اور دیکھیں گے کہ بہت سے لوگوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گئے ہیں۔ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے ایک شخص ایسا ہو گا۔ جس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں سفید ہوں گے۔ جبرائیل علیہ السلام اس سے پوچھیں گے کہ تو کون ہے اور کس نبی کی اُمت سے ہے۔ وہ شخص حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نام تک بھول گیا ہو گا۔ کہے گا افسوس میں اپنے نبی کا نام نہیں جانتا۔ اور سجدے میں گر کر زار و قطار روئے گا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کے پاؤں کو بوسہ دے گا۔ اور کہے گا اے بندۂ خدا مجھ میں عذاب برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ خدا کے واسطے خداوند کریم کے آگے میری شفاعت کر۔ جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے کہ تو اپنے نبی کا نام نہیں جانتا۔ یہ بتا کہ خدا تعالیٰ کی کیا عبادت کرتا تھا۔ وہ کہے گا کہ ہم ایک ماہ کے

روزے رکھتے تھے۔ اور روزانہ پانچ نمازیں پڑھتے تھے۔ تب جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ تیرے نبی کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہے۔ وہ یہ مبارک نام سن کر کہے گا۔ میرے محمدؐ میرے احمدؐ میرے نبیؐ میرے شفیع تو جبرائیل علیہ السلام فرمائیں گے۔ کہ اپنے نبی پاک کا نام نہ بھولئے۔ میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر تیرے متعلق عرض کرتا ہوں۔ تاکہ وہ تیری شفاعت کریں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام جنّت میں آ کر دیکھیں گے کہ حضور سیّد دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اپنے اہل واصحاب اور اُمت کے ساتھ کھانے پینے اور دیگر نعمتوں میں مشغول ہیں۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے۔ کہ جبرائیل آج خالی ہاتھ تم کیسے آئے۔ کوئی تحفہ یا ہدیہ نہیں لائے۔ جبرائیل علیہ السلام عرض کریں گے۔ حکم الٰہی یہ ہے کہ پہلے میں آپ سے مشورہ لے لوں۔ پھر تحفہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرمائیں گے یہ کیا بات ہے۔ وہ عرض کریں گے۔ کہ آپ کا ایک اُمتی دوزخ میں ہے۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پیالہ ہاتھ سے پھینک دیں گے اور سر مبارک سے تاج اتار ڈالیں گے۔ اپنے اصحاب سمیت جنّت سے باہر آئیں گے اور فرمائیں گے جب تک وہ شخص دوزخ سے باہر نہ نکلے گا۔ میں جنّت میں نہ جاؤں گا۔ تب جبرائیل علیہ السلام دوزخ میں جا کر اس شخص کو تلاش کریں گے۔ مگر وہ نہ ملے گا۔ آخر حیران ہو کر بارگاہِ الٰہی میں

عرض کریں گے۔ کہ یا اللہ اب میں تیرے محبوب کے پاس کیسے جاؤں۔ مجھ کو شرم آتی ہے۔ مجھے وہ شخص نہیں ملا۔ تو مجھے شرمندہ نہ کر۔ اور اس کا پتہ بتا دے۔ حکم ملے گا کہ فلاں صحرا میں ایک پہاڑ کے پاس جس کا نام نمیؔ ہے۔ ایک کنواں ہے۔ اور وہ تاریک نماز کی جگہ ہے۔ اس کے اندر وہ شخص تم کو ملے گا۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام وہاں پہنچیں گے تو وہ شخص یَا حَنَّانُ یَا مَنَّانُ کہہ کر پکار رہا ہو گا۔ اور اُس کی اِس آواز سے دوزخ اس کے پاس سے بھاگتی ہو گی۔ جبرائیل علیہ السلام کہیں گے۔ تجھ سے عذاب پر کیسے صبر ہو سکتا ہے۔ وہ کہے گا۔ عذاب میرے اوپر اس وقت گراں تھا۔ جبکہ مجھ کو خدا کا نام یاد نہ تھا اور اَب جو مجھ کو خدا کا نام یاد آیا ہے۔ تو میں عذاب سے نہیں ڈرتا ______ اور نہ آگ میرا کچھ کر سکتی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کہیں گے۔ تیرے سردار حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تیرے منتظر ہیں۔ وہ کہے گا۔ ہائے میں بھی ان کا مشتاق ہوں مگر مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس روسیاہی اور بدحالی کے ساتھ کس طرح ان کی خدمت میں جاؤں۔ پھر جبرائیل علیہ السّلام اس کو دوزخ سے نکال کر جنت کی طرف لے جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کا استقبال فرمائیں گے۔ یہ شخص رو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دست بوسی کرے گا۔ اور کہے گا۔ اے میرے سردار، اے میرے نبی، اے میرے رسول مجھ کو دوزخ میں بھول کر دوزخ کے عذاب میں گرفتار چھوڑ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اس سے مصافحہ کر کے فرمائیں گے۔ کہ تیرا کیا گناہ تھا۔ جو اس وقت تک عذاب میں مبتلا رہا۔ وہ

عرض کرے گا۔ مجھ کو بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اس کو خدا کی قسم دیں گے۔ کہ تیرا کیا گناہ تھا۔ جو پچاس ہزار
برس تو عذاب میں گرفتار رہا۔ وہ کہے گا میں نے زندگی میں صرف
ایک دفعہ جان بوجھ کر نماز قضا کر دی تھی۔

(انیس الجلیس ص۱۵)

حضرات! یہ اس شخص کا ذکر ہے۔ جس سے عمر بھر میں صرف ایک نماز
قضا ہوئی تھی پھر ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو سال بھر میں ایک نماز
بھی نہیں پڑھتے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ
تارکِ نماز کی برائی اس کے کنبہ اور پڑوسیوں میں سے ستر آدمیوں کو
پہنچتی ہے۔ اس مقام پر صاحب انیس الجلیس فرماتے ہیں۔ کہ تارک
نماز کی برائی اس وقت سے لے کر آدم علیہ السلام تک کے مومنوں کی
ارواح کو پہنچتی ہے۔ اور سب کو صدمہ ہوتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے
کہ جب نمازی نماز میں التحیات کے اندر پڑھتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا
وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ہ تو اس کی بھلائی تمام مسلمانوں
کی روحوں کو پہنچتی ہے۔ اور جو نماز نہیں پڑھتا۔ تو گویا وہ ان سے
اس خیر و بھلائی کو روکتا ہے۔

عبادت کی برکت:

منقول ہے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا۔ غلام نے مالک سے
کہا کہ اے آقا میں آپ سے تین شرطیں چاہتا ہوں۔ پہلی شرط یہ ہے
کہ جب نماز کا وقت آجائے تو آپ مجھے نہ روکیں۔ دوسری شرط یہ

ہے۔ کہ آپ مجھ سے دن کو خدمت لیں اور رات کو مجھے چھٹی دے دیں تیسری
شرط یہ ہے۔ کہ میرے لئے ایک کوٹھڑی مقرر کر دیجئے۔ جس میں میرے بغیر
کوئی دوسرا داخل نہ ہو سکے۔ آقا نے یہ سب شرطیں منظور کر لیں۔ اس غلام
نے مکان کی کوٹھڑیوں کا چکر لگایا اور ایک ویران کوٹھڑی کو پسند کیا
آقا نے کہا کہ تم نے یہ ویران کوٹھڑی کیوں پسند کی ہے؟ اس نے کہا اے
میرے سردار کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ ویران مقام اللہ تعالیٰ کے ذکر
سے آباد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ غلام رات کو اس کوٹھڑی میں رہنے
لگا۔ اتفاقاً اس کے آقا نے ایک رات شراب اور ناچ گانے کی
مجلس منعقد کی۔ تو جب آدھی رات ہوئی، اور اس کے دوست چلے
گئے تو غلام کا مالک اٹھا اور گھر کا چکر لگایا۔ جب غلام کے حجرے
کی چھت پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس میں نور کی ایک قندیل ہے
جو اوپر سے نیچے کو لٹکی ہوتی ہے اور وہ غلام سجدے میں مناجات
اور دعا کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ اے میرے معبود تو نے دن میں
مالک کی خدمت میرے ذمہ کر دی ہے۔ اگر میرے ذمہ یہ خدمت نہ ہوتی
تو میں دن رات صرف تیری خدمت اور تیرے ذکر میں ہی مشغول رہتا
مالک صبح تک اس منظر کا نظارہ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ قندیل
آسمان پر چلی گئی اور چھت بند ہو گئی۔ مالک نے یہ واقعہ اپنی بیوی سے
بیان کیا۔ جب دوسری رات آئی تو مالک اور اس کی بیوی حجرے
کی چھت پر پہنچے۔ دیکھا کہ قندیل لٹکی ہوئی ہے اور غلام سجدہ میں
سر رکھے ہوئے مناجات کر رہا ہے۔ اگلے دن میاں بیوی نے غلام
کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد ہے۔ تاکہ

تو اس ذاتِ پاک کی عبادت کے لئے فارغ ہو جائے جس سے تو معذرت کرتا تھا۔ پھر ان دونوں نے اسے اس کی کرامتوں کے بارے میں آگاہ کیا۔ جو انہوں نے گزشتہ رات اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ غلام نے یہ سن کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ اے میرے معبود میں نے تجھ سے دعا کی تھی۔ کہ میرا راز اور پردہ کسی پر نہ کھولیو اور میرا حال ظاہر نہ کیجیو۔ اب جبکہ تو نے اس کو فاش کر دیا تو میری روح قبض کر کے اپنے پاس بلا لے۔ چنانچہ وہ اسی وقت اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا۔

(قلیوبی صہ ۵)

حاتم کی نماز:

عصام بن یوسف حاتم کی مجلس میں آئے اور ان پر اعتراض کرنا چاہا۔ عصام نے حاتم سے کہا کہ اے ابو عبدالرحمٰن (یہ حاتم کی کنیت ہے) آپ نماز کیسے پڑھتے ہیں۔ حاتم نے اپنا منہ عصام کی جانب کیا یعنی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو کھڑا ہوتا ہوں۔ پہلے وضو ظاہری پھر وضو باطنی کرتا ہوں۔ عصام نے کہا کہ ان دونوں وضوؤں کی کیا صورت ہے۔ حاتم نے فرمایا وضو ظاہری کی صورت یہ ہے۔ کہ اعضائے وضو کو پانی سے دھوتا ہوں۔ وضو باطن یہ ہے کہ اعضا کو سات چیزوں سے دھوتا ہوں۔

(۱) توبہ (۲) ندامت

(۳) ترکِ دنیا (۴) مخلوق کی تعریف

(۵) ریا (۶) کینہ (۷) حسد

اس کے بعد مسجد میں جاتا ہوں اور اعضا کو پھیلاتا ہوں۔ حال یہ ہوتا ہے۔ کہ کعبہ میرے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اسی کی حالت میں کھڑا ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے۔ میرے دائیں طرف جنّت اور بائیں طرف دوزخ ہوتی ہے۔ ملک الموت میرے پیچھے ہوتے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ گویا میں اپنا قدم پُلصراط پر رکھتا ہوں اور گمان کرتا ہوں کہ یہ نماز میری آخری نماز ہے۔ پھر نیت کرتا ہوں اور خشوع و خضوع کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں، اور قرآن پاک کے معانی میں تفکّر اور غور کر کے پڑھتا ہوں اور عجز و انکسار کے ساتھ رکوع اور گریہ زاری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید پر تشہد پڑھتا ہوں اور اخلاص کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ تیس سال سے یہ میری نماز ہے۔

(قلیوبی صہ ۶)

نماز کیا ہے؟

نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرانہ ہے ــــــــ نماز اللہ تعالیٰ کی عظیم عظمتوں کا اقرار ہے ــــــــ نماز بندے کی بندگی کا اظہار ہے ــــــــ نماز خالق کے ساتھ اپنے تعلق مضبوط کرنے کا طریقہ ہے ــــــــ نماز باہمی تعلقات پیدا کرنے کا سبب ہے ــــــــ نماز ایک دوسرے سے واقفیت کا ذریعہ ہے ــــــــ نماز پڑھنے سے دل میں ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ ــــــــ نماز پڑھنے سے وقت کی پابندی میسر آتی ہے۔ ــــــــ نماز پڑھنے سے بندے کو ظاہری و باطنی پاکیزگی

حاصل ہوتی ہے ــــــــــــ نماز پڑھنے سے بندے کو توبہ و
استغفار کا موقع ملتا ہے ــــــــــــ نماز قبر اور حشر کا نور
ہے ــــــــــــ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پانچ وقت کی نماز جماعت کے ساتھ
انتہائی خشوع و خضوع سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضائل حج

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ہ
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ہ وَعَلٰی
اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ
مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ہ
وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ہ

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ
ہدیہ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کے
چوتھے پارے کی ایک آیہ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت
پاک میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی عظمت و شان اور اس کی تعمیر

کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (پ۴)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہاں کا راہنما ہے۔

حضرات گرامی! بیت اللہ شریف جیسے دنیاء عالم اسلام کا مرکز ہے۔ ایسے ہی انوار و تجلیات کا بھی مرکز ہے ——— وہ اللہ تعالیٰ کا گھر جہاں دن رات اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے ——— بیت اللہ اسلام کی عظمت کا نشان ہے ——— بیت اللہ کی عظمت پر ہر مومن مسلمان کا دل قربان ہے ——— بیت اللہ نسلِ انسانیت کی پناہ گاہ ہے ———

بیت اللہ امن کا گھر ہے ——— بیت اللہ میں پہنچنے والا گویا اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم اور اس کی رحمتوں کے باغ میں پہنچ گیا ——— وہ اللہ تعالیٰ کا پیارا گھر جس پر پہلی نظر پڑنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں ———

وہاں پر دعا قبول ہوتی ہے ——— وہاں ہر تمنا پوری ہوتی ہے ———

وہاں ہر آرزو بر آتی ہے ——— وہاں سب کی سُنی جاتی ہے ———

وہاں سے کوئی منگتا خالی نہیں لوٹتا ——— وہاں کوئی مجرم مجرم نہیں رہتا بلکہ مجرم بھی محرم بن جاتا ہے ——— وہاں ہر طرف برکتیں ہی برکتیں اور بہاریں ہی بہاریں ہیں ——— طوافِ کعبہ کے ساتھ ساتھ کبھی حجرِ اسود کے بوسے لئے جاتے ہیں ——— کبھی ملتزم سے چمٹ کر دعائیں کی جاتی ہیں ———

کبھی مقامِ ابراہیم پر نفل پڑھے جاتے ہیں ——— کبھی صفا و مروہ کی سعی

وغیرہ۔ گویا اللہ تعالیٰ نے یہ سب ہماری بخشش کے بہانے بنائے ہیں۔

حضراتِ محترم! اُب تلاوت کردہ آیۂ کریمہ کا شانِ نزول سماعت فرمائیں۔

شانِ نزول

مروی ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مرضی کے مطابق قبلہ کعبہ مقرر ہوا، تو یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوّت میں طعنہ مارا، اور انہوں نے کہا کہ:-

إِنَّ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ أَفْضَلُ مِنَ الْكَعْبَةِ وَأَحَقُّ بِالْاِسْتِقْبَالِ لِأَنَّهُ وُضِعَ قَبْلَ الْكَعْبَةِ

بے شک بیت المقدس کعبہ سے افضل ہے اور وہی زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے۔

اس لئے کہ اسے کعبہ سے پہلے مقرر کیا گیا۔ اور وہ اس جگہ واقع ہے جہاں محشر میں سب کو جمع کیا جائے گا۔ پھر یہ انبیاء علیہم السّلام کی ہجرت گاہ ہے اور یہ وہی زمین مقدس ہے۔ جہاں اللہ تعالےٰ نے عالمین کے لئے برکتیں جمع فرمائی ہیں اور اس میں وہی پہاڑ (کوہ طور) ہے۔ جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے شرفِ ہمکلامی بخشا۔ چنانچہ یہودیوں کے ان دلائل کے ردّ میں یہ آیۂ مقدسہ نازل ہوئی۔ ایک موقعہ پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا گیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی عبادت کے لئے کون سا گھر بنایا۔ آپ نے فرمایا، مسجد الحرام یعنی کعبہ شریف۔ اس کے بعد بیت المقدّس۔ پھر سوال ہوا۔ کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا چالیس سال۔

(روح البیان ص۶۶، ج۲)

سب سے پہلے بیت اللہ شریف کی بنیاد فرشتوں نے رکھی اور اس کی تعمیر کی۔

فرشتے و تعمیرِ کعبہ

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا کیا مفسد اور خونریز کو پیدا کر رہا ہے۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کے لئے کافی نہیں؟ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے عرش کے پاس آکر پناہ مانگی، اور اس کے ارد گرد سات بار طواف کیا تاکہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور فرمایا کہ زمین پر میرا ایک گھر تیار کرو۔ اولادِ آدم علیہ السلام میں سے

مَنْ سَخِطْتُ عَلَيْهِ مِنْ بَنِي اٰدَمَ وَيَطُوْفُ حَوْلَهٗ كَمَا طُفْتُمْ حَوْلَ عَرْشِيْ فَارْضِيْ عَنْهُمْ۔	جس پر بھی میں ناراض ہوں گا۔ اور وہ اس کا طواف کرے گا جس طرح تم نے کیا تو میں اسے معاف کر دوں گا۔

(روح البیان ص۲۳۱ ج-۱)

حضراتِ گرامی! فرشتوں نے بحکمِ الٰہی بیت اللہ شریف کی تعمیر کی، اور فرشتے دو ہزار سال تک بیت اللہ کا طواف کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک وقت وہ بھی آگیا کہ بیت اللہ شریف کے نشان تک مٹ گئے۔ اس کے بعد جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے۔ تو آپ کو بیت اللہ شریف کی تعمیر کا حکم ہوا۔

آدم علیہ السلام و تعمیرِ کعبہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا اے آدم (علیہ السلام) زمین پر ایک گھر تیار کرو اور اس کے ارد گرد طواف کرو، اور وہاں مجھے یاد کرو۔ حضرت آدم علیہ السلام حکم سن کر روانہ ہوئے تو ان کے لئے زمین لپیٹ لی گئی۔ اور جنگل قبض کر لئے گئے۔ جہاں پر قدم رکھتے وہاں آبادی ہو جاتی۔ یہاں تک کہ بیت اللہ شریف کی جگہ تک پہنچ گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر اپنے پَر مارے جس سے ساتویں زمین تک اس کی بنیاد

کا نشان نظر آنے لگا، اور فرشتے ایک پتھر لائے۔ جسے ستر آدمی بھی مل کر نہ اٹھا سکیں، حضرت آدم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر پانچ پہاڑوں سے کی۔ (۱) طورِ سینا (۲) طورِ زینا (۳) کوہِ لبنان جو شام میں ایک پہاڑ ہے (۴) جودی پہاڑ (۵) کوہِ حرا جو مکہ میں ہے۔

بخشش ہی بخشش

جب حضرت آدم علیہ السلام تعمیرِ کعبہ سے فارغ ہو چکے تو عرض کی۔ یا اللہ ہر کام کرنے والے کو کچھ اجر ملتا ہے۔ اے اللہ میرا اجر کیا ہے۔ ارشاد ہوا جب تم اس کا طواف کرو گے۔ تو میں تمہیں بخش دوں گا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ کچھ اور بڑھا دے۔ ارشاد ہوا کہ طواف کرنے والے جن کے لئے مغفرت مانگیں گے ان کو بھی بخش دوں گا۔ (نزہۃ المجالس ص۳۶ ج-۱)

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان کی سرزمین میں تشریف لے گئے اور وہاں سے پیدل روانہ ہوئے۔ آپ کی رہبری کے لئے ایک فرشتہ مقرر کیا گیا جو آپ کو راستہ بتاتا تھا۔ آپ کے ایک قدم کی مسافت تین دنوں کے سفر کے برابر تھی۔ آپ مکہ میں آئے۔ حج کے مناسک ادا کئے۔ جب فارغ ہوئے تو ملائکہ حاضر ہوئے اور عرض کی اے آدم علیہ السلام آپ کا حج مقبول ہے۔ ہم نے آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اس کا حج کیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نے ہندوستان سے مکہ تک چالیس پیدل حج کئے۔

حضراتِ محترم! حضرت آدم علیہ السلام اور آپ کی اولاد میں سے مومنین کعبہ شریف کا طواف کرتے رہے۔ جب طوفانِ نوح (علیہ السلام) آیا تو،

فَرَفَعَهُ اللّٰهُ فِيْ تِلْكَ الْاَيَّامِ اِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ۔	اللہ تعالیٰ نے ان دنوں میں اسے چوتھے آسمان کی طرف اٹھا لیا۔

جہاں ہر یوم ستر ہزار فرشتے حاضر ہوتے۔ جو ایک دفعہ حاضری دے لیتا۔ اسے دوبارہ

موقع نہ ملتا۔ اور جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر حجرِ اسود کو جبل ابی قبیس میں چھپانے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ غرق ہونے سے محفوظ رہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ مقام خالی رہا۔

ابراہیم علیہ السلام و تعمیر کعبہ

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی بنا کا حکم دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی مولا مجھے اس کی جگہ کے متعلق کوئی نشاندہی کروائی جائے، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقامِ کعبہ کی نشاندہی کروائی، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام نے مل کر بیت اللہ کی تعمیر کا کام شروع کیا تو اللہ نے حکم فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام سب سے پہلے پتھر مسجد کے محراب میں رکھو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پہلا پتھر مسجد کے محراب والی جگہ میں رکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس پتھر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہے۔

پھر اس کے بعد کعبہ شریف کے داہنی طرف پتھر رکھا تو اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ بائیں طرف پتھر رکھا تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ظاہر ہوا۔ اسی طرح کعبہ شریف کی پچھلی جانب دو کونوں میں پتھر لگائے۔ ان میں سے ایک پتھر پر حضرت عثمان غنی اور دوسرے پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ جس کے دل میں ان پانچوں کی محبت نہ ہو گی۔ نہ اس کی نماز قبول ہو گی۔ نہ حج اور نہ ہی کوئی اور عبادت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے کرتے جب حجرِ اسود والے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا کوئی سفید رنگ کا خوشنما پتھر لاؤ اور یہاں نشان کے طور پر رکھ دو۔ چنانچہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایک خوشنما سفید رنگ کا پتھر لے آئے۔ لیکن آپ نے فرمایا اس سے زیادہ سفید کوئی پتھر ہو تو بہتر ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس کی تلاش میں نکلے۔

فَصَاحَ اَبُوْقُبَیْسٍ یَا اِبْرَاهِیْمُ اِنَّ لَكَ عِنْدِیْ وَدِیْعَةً

تو ابوقبیس نے پکار کر کہا۔ کہ اے ابراہیم علیہ السلام میرے پاس ایک امانت ہے

فَخُذْهَا فَاِذَا هُوَ بِحَجَرٍ اَبْیَضَ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّةِ كَانَ اٰدَمُ قَدْ نَزَلَ بِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ۔

وہ لے جائیں۔ آپ نے جا کر دیکھا تو وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک شاندار یاقوتی پتھر موجود ہے اور اسے حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے لے کر اسی مقام پہ رکھا۔ پھر جب تعمیر کچھ بلند ہوئی۔ تو ایک مربع شکل کا بادل آیا جس کا ایک سر تھا۔ اس نے ندا دی۔ کہ میری صورت کے مطابق ہی اس کی تعمیر کرو۔ چنانچہ آپ نے اسی طرح کعبہ شریف کی تعمیر مکمل کی۔

(روح البیان ص۲۳۱ ج۱۔ قصص الانبیاء ص۹۳)

کعبہ کے پتھر

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ سے فارغ ہوئے۔ تو جو پتھر بچ گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی جو ان سب کو اڑا کر لے گئی۔ وہ پتھر جہاں پڑا اگر چھوٹا تھا۔ تو چھوٹی مسجد بن گئی۔ اگر بڑا پتھر تھا تو جامع مسجد بن گئی۔

(نزہۃ المجالس ص۳۶۶، ج۱)

حاجیوں کیلئے دعا

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جتنے بوڑھے اس گھر کا حج کریں۔ ان کے بارے میں میری شفاعت منظور فرما۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے جتنے جوان اس گھر کا حج کریں ——— ان کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور حضرت سارہ و حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی، یا اللہ جتنی عورتیں اس گھر کا طواف کریں ان کے بارے میں ہماری شفاعت قبول فرما۔ اسی لئے ہمیں تشہد میں حکم ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر درود بھیجیں۔

(نزہۃ المجالس ص۳۶۶، ج۱)

اعلانِ حج

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ میری آواز ان سب تک کیسے پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیرا کام صرف اعلان کرنا ہے، اور پہنچانا میرا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام صفا پہاڑی پر چڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو قبیس پر چڑھے، اور آپ نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالیں، اور دائیں بائیں اور آگے پیچھے زور سے پکارا۔

وَقَالَ اَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ قَدْ بَنٰی بَیْتًا وَّکَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ۔

اور فرمایا اے لوگو! خبردار تمہارے رب تعالیٰ نے ایک گھر بنایا ہے اور تم پر حج فرض کیا ہے۔

لہٰذا تم اس گھر کی زیارت کے لئے آؤ۔ اور حج ادا کرو۔ تاکہ وہ تمہیں اس کا ثواب عطا فرمائے۔ بہشت سے نوازے اور دوزخ سے نجات بخشے۔ آپ کی آواز کو آسمان و زمین کے درمیان والوں سب نے سنا اور جواب دیا۔ لَبَّیْکَ اللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ چنانچہ:۔

مَنْ اَجَابَ مَرَّةً حَجَّ مَرَّةً وَمَنْ اَجَابَ مَرَّتَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ یَحُجُّ مَرَّتَیْنِ اَوْ اَکْثَرَ بِتِلْکَ الْمِقْدَارِ

جس نے ایک بار جواب دیا۔ اسے ایک بار سعادتِ حج نصیب ہوگی۔ جس نے دو بار یا اس سے زیادہ مرتبہ جواب دیا۔ وہ دو یا جتنی مرتبہ جواب دیا۔ اسے اتنی بار حج نصیب ہوگا۔ یاد رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ندا کو جو ابھی باپ کی پشتوں اور ماں کے رحموں میں تھے۔ سب نے سنا اور لَبَّیْکَ کہا۔

(روح البیان صہ ۲۴، ج ۶)

حضرات! اللہ تعالیٰ سب کو حرمین طیبین کی زیارت سے مشرف فرمائے،

اور جب حاضری کا وقت آجائے تو فریضۂ حج سے روانگی سے قبل والدین جملہ اقربا، عزیز و اقارب سے اپنے حقوق معاف کروالیں۔ اگر کسی کا قرض ادا کرنا ہو۔ تو قرض ادا کردیں۔ اگر کوئی ناراض ہو تو راضی کرلیں۔

حج کی تکمیل

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حج کرنیوالے کا حج نامنظور رہے۔ جب تک وہ تین کام نہ کرے۔

(۱) وَرَعٌ یَحْجُزُهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ — (۱) پرہیز گاری جو حرام چیزوں سے بچائے۔

(۲) وَحِلْمٌ — (۲) بُردباری، حوصلہ

(۳) وَحُسْنُ الصَّحَابَةِ لِمَنْ یَّصْحَبُهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ — (۳) جس سے دوستی کرے تو اس سے وفا کرے۔

کوئی بھی مسافر ہو اس کو ان تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ خصوصاً حج کے مسافر کے لئے تو اس کی اشد ضرورت ہے۔ جو بھی ان تینوں کو مکمل طور پر ادا کرتا ہے۔ اس کا حج مکمل طور پر ادا ہوتا ہے۔ ورنہ جتنی کوتاہی ہوگی اتنی ہی کمی ہوگی۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از من بگو حاجی مردم گزائے را
بگو آنتیں خلق یا آزار می درد
حاجی تو نیستی شتر است از برائے آنکہ
بے چارہ خار می خورد و بار می برد

میری طرف سے اس حج کرنیوالے کو کہو۔ کہ تمہارا لوگوں کو ستانا کہ حج پڑھتا ہے کا ہے۔ تیرے سے تو وہ اونٹ بہتر ہے۔ جو گھاس کھا کر لوگوں کے بوجھ سر پر اٹھاتا ہے۔

(روح البیان صہ ۳۱۵، ج ۱)

حضرات محترم! خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے حج کیا۔ جو جا رہے ہیں، اور جو جائیں گے وہاں اپنے گناہ بخشوا کر نیکیوں کے خزانے لوٹیں گے۔

حرم کی نیکی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لِلْحَاجِّ الرَّاكِبِ بِكُلِّ خَطْوَةٍ تَخْطُوهَا رَاحِلَتُهُ سَبْعُونَ حَجَّةً۔

جو شخص سوار ہو کر حج کو جاتا ہے اسے ہر قدم پر ستر حج کا ثواب نصیب ہوتا ہے۔

اور جو شخص پیدل حج کو جاتا ہے۔ اسے ہر قدم پر سات سو نیکیاں نصیب ہوتی ہیں۔ جس کی ہر نیکی حرم شریف کی نیکی کے برابر ہوتی ہے۔ عرض کی گئی کہ حرم کی نیکی کا کتنا ثواب ہے۔ آپ نے فرمایا وہاں کی ایک نیکی غیر حرم کی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہوتی ہے۔ (روح البیان صہ ۲۵، ج ۷)

حضرات! معلوم ہوا کہ حاجی جب گھر سے نکلتا ہے۔ تو اس کے لئے قدم قدم پر نیکیاں ہی نیکیاں ہیں۔ یہاں تک کہ اگر راستہ میں اس کو موت بھی آگئی تو قیامت تک اسے حج کا ثواب ملتا رہے گا۔

قیامت تک حج وعمرہ کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ أَجْرَ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

جو حج کے لئے جائے اور راہ میں مر گیا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھے گا۔

اور جو عمرہ کے لئے گھر سے باہر نکلتا ہے، اور راستہ میں مر گیا۔ اسے قیامت تک عمرے کا ثواب ملے گا۔ (روح البیان صہ ۳۴۶، ج ۳)

بہتر عمل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل بہتر ہے۔ فرمایا، اللہ رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا پھر کون سا فرمایا، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا عرض کیا گیا۔

ثُمَّ مَاذَا قَالَ حَجٌّ مَّبْرُوْرٌ۔

پھر کون سا فرمایا مقبول حج۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۲۲۱)

اللہ تعالیٰ کی جماعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَلْحَاجُّ وَالْعُمَّارُ وَفْدُ اللّٰهِ

حج وعمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں۔

اگر یہ خدا سے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتا ہے اور اگر اس سے بخشش مانگیں تو انہیں بخش دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف صہ ۲۲۲)

حضرات! یہی وجہ ہے۔ کہ جب حاجی گھر سے چلتے ہیں، تو لوگ ان کو الوداع کہتے ہیں۔ ان کا احترام کرتے ہیں۔ ان سے گلے ملتے ہیں۔ جب واپس آتے ہیں، تو ان کا استقبال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے۔ وہ جس کے حق میں دعا کریں گے قبول ہو جائے گی۔

حضرات گرامی! جیسا کہ میں نے پہلے بھی حدیث شریف کی روشنی میں عرض کیا ہے۔ کہ حاجی جب گھر سے چلتا ہے تو قدم قدم پر اسے نیکیاں حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کے گھر بیت اللہ شریف میں پہنچتا ہے۔ تو جونہی بیت اللہ پر نگاہ پڑتی ہے۔ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اور وہاں سب کی زبان پر ایک ہی ورد ہے۔ اس ورد سے اللہ تعالیٰ کے گھر میں گونج پڑی ہوئی۔

لَبَّيْكَ ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ ، لَا شَرِيْكَ لَكَ ،

میں حاضر ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لئے ہیں۔ اور تیرا ہی ملک ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاجی منزلِ مقصود پہ پہنچ گیا۔ اور دل کی تمام آرزوئیں پوری ہوگئیں۔ اب طواف شروع ہونے والا ہے۔ یاد رہے کہ طواف کی نیت کرنے کے بعد حجرِ اسود کے سامنے سے طواف شروع ہوتا ہے۔ حجرِ اسود جنت کا وہ خوش نصیب پتھر ہے جسے ہمارے آقا و مولا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بوسہ دیا ہے۔

جنتی پتھر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حجرِ اسود جنت سے آیا وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا۔

فَسَوَّدَتْهُ خَطَايَا بَنِيْ اٰدَمَ۔

اسے آدمیوں کے گناہوں نے سیاہ کر دیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۷)

حجرِ اسود کی شہادت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجرِ اسود کے متعلق فرمایا۔ رب کی قسم اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ایسے اٹھائے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھتا ہوگا، اور ایک زبان ہوگی جس سے بولتا ہوگا۔

يَشْهَدُ عَلٰى مَنِ اسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ۔

حق سے چومنے والوں کی گواہی دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۷)

حضرات! اس حدیث پاک میں حق سے چومنے سے مراد اخلاص سے چومنا ہے۔

حجرِ اسود کی عظمت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو حجرِ اسود پہ پہنچے اسے چوما پھر اس کی داہنی طرف چلے تو فَرَمَلَ ثَلٰثًا وَّمَشٰى اَرْبَعًا تین چکر میں رمل کیا اور چار میں معمولی چال اختیار کی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۷)

حضرات! حجرِ اسود چومنے کے چار طریقے ہیں۔

(۱) خود اس پر لب لگا کر بوسہ دینا۔

(۲) اسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ چوم لینا۔

(۳) چھڑی وغیرہ لگا کر چھڑی چوم لینا۔

(۴) دُور سے سنگِ اسود کی طرف ہاتھ کر کے ہاتھ چوم لینا۔

پہلی صورت بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تینوں طرح سنگِ اسود چوما ہے۔ منہ لگا کر چومنا کبھی کبھی میسر آتا ہے۔ اکثر چوتھی صورت ہی میسر آتی ہے۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ طواف شروع کرتے وقت سنگ اسود چومنا سنت ہے۔

حضرات گرامی! جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طواف کے سات چکروں میں سے پہلے تین چکروں میں رمل کیا، اور باقی چار میں معمول کے مطابق چلے۔ رمل کی تعریف یہ ہے۔

رمل کی تعریف

طواف کے ابتدائی تین پھیروں میں اکڑ کر کندھے ہلاتے ہوئے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے قدرے تیزی سے چلنا۔

حضرات محترم! طواف مکمل ہو جانے کے بعد مقام ابراہیم کے پاس دو نفل پڑھے جاتے ہیں۔ نماز اور دعا سے فارغ ہو کر ملتزم سے لپٹ کر رو رو کر دعا مانگی جاتی ہے۔

ملتزم کی تعریف

دروازۂ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیانی حصہ کو ملتزم کہتے ہیں۔

ملتزم پر دعا سے فارغ ہو کر آبِ زم زم کے پاس جا کر بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھ کر کھڑے کھڑے تین سانس میں خوب سیر ہو کر پانی پیا جاتا ہے۔ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔

حضراتِ گرامی! آٹھ ذوالحجہ کو دوبارہ حج کا احرام باندھا جاتا ہے۔ تمام حاجی مسجدِ حرام میں دو نفل پڑھ کر حج کی نیت کرنے کے بعد تلبیہ یعنی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اور درود شریف پڑھتے ہوئے منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ منیٰ میں آٹھ ذوالحجہ کی نماز ظہر سے لے کر نو ذوالحجہ کی فجر سمیت پانچ نمازیں ادا کر کے سورج طلوع ہونے کے بعد سب حاجی عرفات کی جانب چل پڑتے ہیں اور نو ذوالحجہ کی دوپہر ڈھلنے تک سب حاجی میدانِ عرفات میں پہنچ جاتے ہیں اور انتہائی عاجزی و انکساری سے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگی جاتی ہے۔ کیونکہ اس دن اور اس جگہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و برکت کی بارش ہوتی ہے۔ سارے کا سارا عرفات انوار و تجلیات اور رحمت و برکات میں ڈوبا ہوتا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کا فضل عام ہوتا ہے۔ سب پر اس کا رحم و کرم برس رہا ہوتا ہے۔ کوئی جو مانگے جس کے لئے مانگے دیا جاتا ہے۔ کسی کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ اس دن خصوصاً گنہگاروں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ بیماروں کو شفا مل جاتی ہے۔ پریشان حالوں کی پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ دکھیوں کے دکھ دور ہو جاتے ہیں۔ دل کی تمام مرادیں، آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اور حاجی گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتے ہیں، جیسے آج ہی پیدا ہوئے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ادا کر کے سورج غروب ہوتے ہی تمام حاجی ذکر و درود شریف اور لَبَّیْکَ پڑھتے ہوئے مزدلفہ کی طرف چل پڑتے ہیں اور مزدلفہ میں پہنچ کر ایک ہی اذان اور ایک ہی تکبیر

سے دونوں نمازیں مغرب اور عشاء پڑھتے ہیں اور اسی رات کو شیطانوں کو مارنے کے لئے کنکریاں چن لی جاتی ہیں۔ پھر نمازِ فجر اول وقت میں ادا کر کے سورج طلوع ہونے سے کچھ دیر پہلے منیٰ کی طرف چل پڑتے ہیں، یوں سمجھیں کہ دسویں ذوالحجہ کو حاجی منیٰ میں جاتے ہیں اور جمرۃ العقبہ یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ یاد رہے کہ دسویں ذوالحجہ کو صرف ایک شیطان کو کنکریاں مار کر قربانی کی جاتی ہے۔ جو کہ حج کا شکرانہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ قربانی بکرا عید والی قربانی نہیں ہے۔ جیسا کہ عرض کیا کہ یہ حج کے شکرانے کے طور پر ہے۔ حاجی صاحبِ نصاب (مالدار) ہو یا نہ۔ ہاں جو حاجی پندرہ یا اس سے زائد دن مکہ میں رہا اور وہ مقیم ہو گیا۔ تو اگر وہ صاحبِ نصاب ہے اب اس پر بکرا عید والی قربانی واجب ہو گی۔ ورنہ نہیں۔ قربانی کے بعد حلق کرانا ہوتا ہے۔ حلق کروانے کے بعد احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد طواف زیارت کیا جاتا ہے۔ یہ طواف فرض ہے۔ گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ لیجئے حج مکمل ہو گیا۔ صرف ایک طواف رہ جاتا ہے۔ وہ ہے طواف رخصت۔ جب رخصت کا ارادہ ہو۔ یہ طواف اس وقت ہوتا ہے یہ طواف واجب ہے۔

حضراتِ محترم! طواف و سعی اور دورانِ حج اور حج کے مختلف اوقات میں بہت سی دعائیں ہیں جو پڑھی جاتی ہیں۔ ان دعاؤں میں کچھ دعائیں تو مختصر ہیں، اور کچھ دعائیں بہت لمبی ہیں۔ حاجی صاحبان کو چاہیئے کہ حج پر روانگی سے قبل کوشش کریں، کہ وہ دعائیں یاد کر لیں اگر یاد نہ ہو سکیں، تو تیسرا کلمہ پڑھتے رہیں۔

نوٹ: مسائل حج کی تفصیل کتاب الحج میں دیکھیں۔

حضراتِ گرامی! دورانِ حج سب سے بڑی چیز عاجزی و انکساری ہے۔ اس میں حج کی قبولیت کا راز ہے۔ ویسے تو تکبر و غرور کسی جگہ بھی جائز نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے گھر میں تو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

عاجزی کا مقام

مروی ہے کہ دورانِ طواف ایک شخص نے کسی کو طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ کہ اس کے طواف کرتے وقت اس کے آگے خدام لوگوں کو ہٹا رہے ہیں۔ پھر اس شخص نے اسے بغداد کے پل پر دیکھا کہ وہ لوگوں کے آگے گداگری کر رہا تھا ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ اس نے اسے گھور گھور کر دیکھا تو اس نے کہا کیا دیکھتے ہو۔ اس شخص نے کہا میں نے تیرے جیسا ایک شخص طواف کے دوران دیکھا تھا۔ جس کے خدام آگے آگے لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔

فَقَالَ اَنَا ذَالِكَ اِنِّیْ تَكَبَّرْتُ فِیْ مَوْضِعٍ یَتَوَاضَعُ فِیْهِ النَّاسُ۔

اس نے کہا میں وہی ہوں، میں نے غلطی کی وہ مقام تواضع کا تھا۔ میں نے وہاں تکبر کیا۔ تو یہ سزا مل گئی جو دیکھ رہے ہو۔ (روح البیان ص۵۳۹، ج۹)

حضرات! خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہیں حج جیسی عظیم نعمت مل گئی۔ بہت ہی بلند مقدر والے ہیں وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے گھر کی حاضری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت نصیب ہو گئی۔ جب حاجی حج کے لئے جاتے ہیں تو ان میں بعض وہ ہوتے ہیں جو بالکل (ان پڑھ) بے علم ہوتے ہیں۔ بعض وہ ہوتے ہیں جو غریب ہوتے ہیں۔ بعض بالکل سادہ ہوتے ہیں لوگ انہیں دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ یہ غریب یہ بالکل بے علم یہ سادہ سا انسان حج پر کیسے چلا گیا۔ لیکن حضرات توجہ فرمائیں۔ بارگاہِ خداوندی، دربارِ مصطفویؐ میں بات دولت کی نہیں۔ وہاں بات ہوشیاری یا علم کی نہیں۔ بلکہ وہاں بات تو خالق و مالک کے کرم کی ہے۔ جس پر ہو جائے۔

؎ جسے چاہا در پہ بُلا لیا
جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آیئے! دورانِ حج ایک سادہ لوح کا عشق و محبت دیکھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کا نظارہ کریں۔

حج قبولیت کا پرچہ

ایک کم عقل اور سادہ لوح شخص حج کے موقعہ پر الوداعی طواف کر رہا تھا کہ کسی نے اسے مزاحاً پوچھا کہ تو نے حج پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جہنم سے بری ہونے کا پرچہ لے لیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ اس سادہ لوح نے پوچھا کیا دوسروں کو براٗت کا پرچہ ملا ہے۔ اس نے کہا سب کو مل گیا ہے صرف تجھے ہی نہیں ملا۔ وہ دیوانہ یہ سن کر رونے لگا، اور حجرِ اسود کی طرف جا کر کعبہ معظمہ کے پردوں سے چمٹ کر زار و قطار روتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے اپنی براٗت کا پرچہ مانگنے لگا۔ اسے تمام دوستوں نے سمجھایا کہ تم سے مذاق کیا گیا ہے، اتنی پریشانی کیوں، لیکن وہ کسی کی نہیں مانتا تھا۔ اور بدستور اسی طرح کعبہ معظمہ کے غلاف کو پکڑ کر روتا رہا۔

اِذْ سَقَطَتْ عَلَیْهِ وَرَقَةٌ مِّنْ جِهَةِ الْمِیْزَابِ فِیْهَا مَكْتُوْبٌ عِتْقُهٗ مِنَ النَّارِ فَسُرَّ بِهَا وَاَوْقَفَ النَّاسَ عَلَیْهَا۔

کہ اچانک کعبہ معظمہ کے میزاب کی طرف سے اس پر ایک پرچہ گرا۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ ہم نے تجھے جہنم سے آزاد کیا۔ وہ دیکھ کر بہت خوش ہوا، اور لوگوں کو دکھاتا پھرتا تھا۔

اس پرچہ کی عجیب شان تھی۔ کہ ہر طرف سے برابر طور پر پڑھا جاتا تھا۔ جدھر سے دیکھا جاتا۔ ایک ہی عبارت ہوتی۔ جس کی عبارت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں تھی۔ اس سے لوگوں کو یقین ہوا کہ واقعی یہ پرچہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیب ہوا ہے۔ (روح البیان ص۱۷۸۔ ج۳)

حضرات! حج کیا ہے؟ بندوں کے لئے ایک بخشش کا بہانہ ہے۔ گناہوں کا کفارہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز کل قیامت کے دن بندوں کے لئے ذریعہ نجات بنے گا۔

بیت اللہ کی شفاعت

حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کعبہ کے پاس ستر ہزار فرشتے سونے کی زنجیریں لئے ہوئے بھیجے گا۔ جو اسے میدانِ محشر کی طرف کھینچتے ہوں گے۔ اور ایک فرشتہ کعبہ کو پکارتا ہوگا۔ اے کعبۃ اللہ چل وہ کہے گا۔ ہاں لیکن پہلے میرا سوال پورا ہو جائے۔ کہا جائے گا۔ مانگ کیا مانگتا ہے۔ وہ کہے گا۔ یا اللہ میرے پڑوسیوں کی نسبت جو میرے گرد مدفون ہیں میری سفارش منظور فرمایئے۔ مشکوٰۃ شریف صہ۶۹ کے حاشیہ پر ہے کہ :۔

اِنَّ قَبْرَ اِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْحِجْرِ تَحْتَ الْمِيْزَابِ وَاِنَّ فِي الْحَطِيْمِ بَيْنَ الْحَجَرِ الْاَسْوَدِ وَزَمْزَمَ قَبْرَ سَبْعِيْنَ نَبِيًّا۔	بے شک اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر حجرِ اسود کے نزدیک میزاب رحمت کے نیچے ہے اور بیشک حطیم حجرِ اسود کے درمیان ستر نبیوں کی قبریں ہیں

کعبۃ اللہ انہیں انبیاء کے وسیلے سے عرض کرے گا۔ ارشاد ہوگا تمہاری یہ درخواست منظور ہوئی۔ پھر کہا جائے گا۔ اے کعبۃ اللہ چل وہ کہے گا۔ ہاں لیکن پہلے میرا سوال پورا ہو جائے۔ ارشاد ہوگا۔ مانگ، وہ کہے گا۔ یا اللہ! تیرے گنہگار بندے جو دور دراز راستوں سے میرے پاس آئے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ انہیں قیامت کی سختی سے نجات عطا فرما۔ اس وقت منادی پکارے گا۔ سن لو جس نے کعبہ کی زیارت کی ہو وہ الگ ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ انکو کعبے کے گرد جمع فرمائے گا اور ان کے چہرے روشن ہوں گے۔ (نزہۃ المجالس صہ۲۶۵۔ ج۔ ۱)

حضرات! معلوم ہوا کہ جس نے بھی کعبۃ اللہ شریف کی حاضری دی ہوگی کعبۃ اللہ اس کی سفارش کرے گا اور وہاں جانے والا یہ نہ سمجھے کہ شاید میری حاضری قبول

ہوئی یا نہیں۔ بلکہ وہاں جاتا ہی وہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ہو۔

محبوب لوگ

حضرت علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ حج پڑھے۔ ایک سال انہیں خیال گزرا کہ میں نے اتنے حج پڑھے ہیں۔ نامعلوم میرے حج قبول ہوئے یا نہیں۔ اسی دوران انہیں نیند آگئی، خواب میں سُنا کہ :۔

يَا ابْنَ الْمُوَفَّقِ هَلْ تَدْعُوْا اِلٰى بَيْتِكَ اِلَّا مَنْ تُحِبُّ	اے ابن الموفق جیسے تم اپنے گھر میں صرف اپنے محبوب کو ہی دعوت دیتے ہو۔

اِسی طرح ہم بھی اپنے گھر کی دعوت اپنے دوستوں کو دیتے ہیں۔ یہ بات سُن کر حضرت علی بن الموفق بہت خوش ہوئے۔ (روح البیان صہ۶۸۔ ج ۲)

حج اور عشقِ الٰہی

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کے سفر میں ایک ایسے نوجوان کو دیکھا، جو ذوق وشوق میں جھومتا پیدل سفر کر رہا تھا۔ حضرت مالک بن دینار اس کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے اس کے قریب گئے سلام کیا۔ جواب ملا۔

مالک بن دینار! نوجوان تم کہاں سے آرہے ہو؟

نوجوان! اسی کے پاس سے۔

مالک بن دینار! کہاں جانا ہے؟

نوجوان! اسی کے پاس جانا ہے۔

مالک بن دینار! زادِ سفر کہاں ہے؟

نوجوان! اسی کے ذمہ۔

مالک بن دینار! پانی اور توشہ کے بغیر سفر کیسے تمام ہوگا۔ میں تو تجھے خالی ہاتھ دیکھ رہا ہوں۔

نوجوان! آپ فکر نہ کریں۔ گھر سے نکلتے وقت اپنے ہمراہ میں نے پانچ حرفوں کا توشہ لے

لیا ہے۔

مالک بن دینار! کون سے پانچ حرف۔

نوجوان! کلام ربانی کٓھٰیٰعٓصٓ ۔

مالک بن دینار! ان حروف کا مطلب کیا ہے؟

نوجوان! (ک) کے معنی کافی (ھ) کے معنی ہادی (ی) کے معنی موٗوِی (جگہ دینے والا (ع) کا مطلب عالم (ص) کا مطلب صادق۔

وہ کافی ہادی، موٗوِی، عالم اور صادق ذات جس کی مصاحب ہو، نہ وہ ضائع ہو سکتا ہے، اور نہ اسے کوئی خوف ہوگا، اور نہ اُسے زادِ سفر اور پانی کی احتیاج ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ نے اپنا کرتہ اتار کر نوجوان کو پیش کیا تاکہ اُسے پہن لے مگر اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔

نوجوان! اے شیخ دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے۔ یہاں کے حلال پر حساب ہوگا، اور حرام پر عذاب۔ رات کے وقت مالک بن دینار نے دیکھا کہ نوجوان آسمان کی طرف سر اٹھائے یوں عرض کر رہا ہے۔

اے رحیم و کریم پروردگار۔ جسے طاعت پسند ہے۔ اور گناہ سے اس کا کچھ نقصان نہیں۔ مولا جو تجھے پسند ہے۔ مجھے عطا فرما۔ اور میرے گناہ جن سے تجھے کوئی نقصان نہیں بخش دے۔ میقات پر پہنچ کر حاجیوں نے احرام باندھے حضرت مالک بن دینار نے اس نوجوان سے کہا سب لوگ احرام باندھ کر لبیک پکار رہے ہیں۔ تم لبیک نہیں کہتے۔

نوجوان! میں ڈرتا ہوں کہ میں لبیک (اے میرے رب میں حاضر ہوں) کہوں اور جواب میں لَا لَبَّیْکَ وَلَا سَعْدَیْکَ نہ آجائے۔ وہ جوان حضرت مالک بن دینار

کو یہ جواب دے کر وہاں سے چلا گیا۔ انہوں نے پھر اس کو منیٰ میں دیکھا۔ وہاں چند اشعار پڑھتا تھا۔ جن کا مفہوم کچھ یوں ہے:۔

وہ مرے قتل کا سامان کئے جاتے ہیں
دل میں برپا کوئی طوفان کئے جاتے ہیں
قتل جائز ہے مراحل و حرم میں ان کو
خود مرا مرحلہ آسان کئے جاتے ہیں
جاں مری جائے تو مقتل کو خوشی سے جائے
آج وہ مجھ پہ جو احسان کئے جاتے ہیں
گر ہو ممکن تو کریں عالم امکاں صدقے
تم تو قربان بس اِک جاں کئے جاتے ہیں
عید کے دن سبھی چوپایوں کا نذریں لائے
اور ہم خود ہی کو قربان کئے جاتے ہیں

ایثار و قربانی عشق کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھنے کے بعد نوجوان نے کہا۔ خداوندا! آج لوگوں نے قربانی پیش کی، اور تیرا قرب حاصل کیا۔ میرے پاس تقرب کیلئے کچھ بھی تو نہیں جو قربان کر دوں۔ ہاں تیرا ہی عطیہ یہ حقیر جان ہے۔ اسے میں تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔ وادیٔ منیٰ میں پھر ایک بھیانک چیخ ابھری جس نے گرد و نواح میں سناٹا پیدا کر دیا۔ نوجوان چیخ کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ وادیٔ منیٰ جہاں ہزاروں جانوروں کا خون خدا کے نام پر بہایا جا رہا تھا۔ ایک نوجوان کے خونِ جگر سے بھی سیراب ہوئی۔ اس وقت لوگوں نے ہاتفِ غیبی کی آواز سنی۔ یہ خدا کا دوست ہے۔ خدا کا مقتول ہے عشقِ الٰہی کی تلوار سے قتل ہوا ہے حضرت مالک بن دینار اور حجاج کرام کے جمّ غفیر نے اس مقتولِ محبت کو نمازِ جنازہ پڑھ کر سپردِ لحد کیا۔ حضرت مالک پر نوجوان کی موت کا گہرا صدمہ تھا۔ بے چینی

اور اضطراب میں بمشکل نیند آئی تو خواب میں وہی نوجوان ملا۔

مالک بن دینار! اے جوان صالح ربِ غفور نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

نوجوان! یا شیخ فضل و احسان والے ربّ نے میرے ساتھ وہ معاملہ فرمایا جو شہدائے بدر کے ساتھ فرمایا تھا، بلکہ ان سے بھی زیادہ۔

مالک بن دینار! ان سے زیادہ کیوں؟

نوجوان! ان سے زیادہ اس لئے کہ وہ حضرات کفار کی تلوار سے مارے گئے تھے۔ اور میں خدائے جبّار کی سیفِ محبّت سے شہید ہوا۔

؎ دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنالیں

(بزم اولیاء ص۱۷۵)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیارے گھر بیت اللہ شریف کی حاضری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور کی زیارت نصیب فرمائے۔

(آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فیضانِ تبرّکات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ۝

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبّت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید کے تیسویں پارے کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہرِ پاک کی عظمت بیان کی ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ ہ
(پ ۳۰، رکوع ۱۴)

مجھے اس شہر کی قسم محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

حضرات! اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہرِ محبوب کی قسم کھائی ہے سوال یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم کیوں کھائی۔ تلاوت کردہ آیۂ کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہر مکہ کی قسم اس لئے کھائی کہ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ۔ اس شہر میں آپ جلوہ گر ہیں۔ اس شہر میں سرکارِ دوجہاں محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اس شہر میں والیٔ کائنات کے قدم مبارک لگ گئے۔ اور جہاں حضور سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عرش کو عرشِ معلیٰ بنانے والے قدم لگ گئے وہاں کی مٹی بھی شفاء بن گئی۔ خواہ وہ مقام مکہ ہو یا مدینہ منورہ شریف ہو۔

مٹی میں شفاء

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حاضرین میں سے کسی نے مدینہ منورہ کے غبار سے اپنا منہ ڈھانپ لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ فِیْ غُبَارِھَا شِفَاءٌ مِّنْ کُلِّ دَاءٍ۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ مدینہ منورہ کے غبار میں شفاء ہے۔ (خلاصۃ الوفا ص ۲۸)

حضرات! یہی وجہ ہے، کہ حاجی اس مٹی کو بطور تبرک لاتے ہیں، اور اسے خاکِ شفاء سمجھتے ہیں۔ یہ ہے بھی حقیقت کہ ہے تو وہ مٹی، مگر ہر مٹی، اس مٹی جیسی کہاں۔

تینوں بھاگ کتاں اللہ نے ہے لایا
مدینے دیئے پاک مٹیئے
مٹے کے تینوں یار اپنا کیڈا تیرے اُتے کرم کمایا
مدینے دیئے پاک مٹیئے

جنت توں ودھ تیریاں تھاواں
کھاں تیرے وچ نیں شفاواں
کیف تے سرور آگیا ! !
تینوں عاشقاں جاں اکھیاں نوں لایا
مدینے دیئے پاک مٹیئے

حضراتِ گرامی! جس مٹی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک قدم لگے۔
وہ خاکِ شفاء بن گئی ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لعاب دہن کی برکت سے کھارے کنوئیں میٹھے ہو گئے ــــــ لعابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے سوکھے درخت سرسبز ہو گئے ــــــ لعابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے کم کھانا زیادہ ہو گیا۔ لعابِ ــــــ لعابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے کم پانی زیادہ ہو گیا ــــــ لعابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے بیماروں کو شفاء مل گئی ــــــ
لعابِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایڑھی ٹھیک ہو گئی ــــــ
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں درست ہو گئیں ــــــ
حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو تندرست ہو گیا ــــــ
حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں صحیح سلامت ہو گئیں ــــــ

یہی وجہ تھی، کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم پاک سے مس ہو جانے والے پانی کو اپنے لئے متبرک سمجھتے اور پوری کوشش سے حاصل کرتے تھے۔ اور ہمارا یہ ایمان ہے۔ کہ جو چیز بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ اقدس سے مس ہو گئی وہ ہمیشہ کیلئے برکت والی ہو گئی۔

آنکھوں کے لئے شفا بنی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جبّہ مبارک بھی بیماروں کے لئے شفاء ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے وضو کا پانی

معراج کی رات جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بارگاہِ الٰہی میں جانے کی تیاری فرما رہے تھے۔ آپ نے وضو کیا۔ جب آپ وضو کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وضو کا پانی میکائیل علیہ السلام کو دو۔ انہوں نے دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میکائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ پانی عزرائیل علیہ السلام کو دو۔ انہوں نے دیا پھر عزرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ یہ پانی اسرافیل علیہ السلام کو دو۔ انہوں نے دیا۔ پھر اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ رضوان کو دو۔ انہوں نے دیا پھر رضوان جنّت کو حکم ہوا کہ یہ پانی جنت کی حور عین کو دو۔ اور انہیں کہہ دو کہ یہ پانی اپنے چہروں پہ مل لو۔ تمہارا حسن زیادہ ہو جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دھوون کے پانی نے جنّت کی حوروں کا حسن بڑھا دیا۔ (نزہتہ المجالس ص۲۴۶ ج ۲)

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون
بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن
وہ پھول گلزار نور کے تھے

حضرات! افسوس ہے، ان لوگوں پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے جیسا کہتے ہیں۔ وہ محبوب جن کے جسم مبارک سے مَس ہونے والے پانی کی یہ شان کہ جس نے جنّت کی حوروں کے حسن کو دوبالا کر دیا۔ اس کی اپنی نورانیت کا کیا عالم ہوگا اصل میں بات یہ ہے کہ:۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

چورانوے برس کا جوان

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنا دستِ مبارک پھیرا تھا۔ حضرت ابن عبدالرحمان کا بیان ہے کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور مضبوط رہے۔ اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عطاء کہتے ہیں۔ کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کے اگلے حصّے کے بال بالکل سیاہ تھے۔ اور سر کے پچھلے حصّے کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا، اے میرے آقا یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے اس پر تعجّب ہو رہا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا۔ میں بچپن میں بچّوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میرے پاس سے گزرے، اور مجھ سے میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ جہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ہاتھ مبارک پہنچا وہ بال سفید نہیں ہوئے اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔ (کرامات صحابہ ص۱۶۳)

؎ جدھروں جدھروں گئے رنگ لاؤندے گئے
آقا اُجڑے دِلاں نوں وساوندے گئے

اندھیرے میں اُجالا

حضرت اُسید بن ابی ایاس عدوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مسلمان ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے خوش ہو کر از راہِ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منوّر ہاتھ پھیرا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہو گئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم مبارک رکھتے تھے تو اس

گھر میں ان کے نورانی چہرے کی روشنی سے اجالا ہو جایا کرتا تھا۔ (کراماتِ صحابہ صـ۲۲۲)

؎ اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے!

شفاء کا سبب

ابن طلق یمامی کہتے ہیں۔ کہ ہم ایک وفد کی شکل میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنے سرِ انور کو دھو رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے دیکھ کر فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ اور تم بھی سر دھو لو۔ ابن طلق فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ارشاد کے مطابق میں نے آپ کے بچے ہوئے پانی سے اپنا سر دھو لیا۔ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان لے آیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کی' یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مجھے اپنی قمیض مبارک کا ایک ٹکڑا عطا فرما دیجئے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مجھے اپنی قمیض مبارک کا ایک ٹکڑا عنایت فرما دیا۔ وہ ٹکڑا ابن طلق یمامی کے پاس رہا۔

یَغْسِلُهَا لِلْمَرِیْضِ یَسْتَشْفِیْ بِهَا۔

اسے پانی میں ڈال کر اس کا پانی بیمار وں کو پلاتے تو انہیں شفاء ہو جاتی۔
(حجۃ اللہ علی العالمین صـ۴۲۶)

؎ جدھروں جدھروں گئے رنگ لاوندے گئے
آقا اجڑے دلاں نوں وساوندے گئے

خیر و برکت کی دُعا

حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ ان کے والد نے ان سے فرما دیا تھا کہ تم بارگاہ رسالت میں

تین باتوں کے سوا کچھ بھی نہ کہنا۔

(۱) السّلام علیکم یارسول اللہ۔

(۲) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں۔ تاکہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرمانبردار بن جائیں۔

(۳) آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔ ان کی ان تین باتوں کو سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خوش ہو کر جوشِ محبت میں ان کے چہرے اور سر پہ ہاتھ مبارک پھیرا، اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جیسے ہی اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ ان کو دو کرامتیں مل گئیں۔

ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لئے ان کا چہرہ روشن ہو گیا۔

دوسری کرامت یہ ملی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے۔ وہ فوراً شفایاب ہو جاتا تھا۔ حضرت بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن بشر فخر کے طور پر اس بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

؎ وَاَبِیْ الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَاْسِهٖ
وَدَعَالَهٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

میرے باپ وہ ہیں۔ جن کے سر پہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہاتھ پھیر کر خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ (کراماتِ صحابہ صـ۲۲۳)

؎ جدھروں جدھروں گئے رنگ لاوندے گئے
آقا اجڑے دلاں نوں وساوندے گئے

شافی پھل

ام معبد کی خالہ زاد بہن ہند سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے میرے خیمہ میں آرام فرمایا تھا جب بیدار ہوئے تو پانی مانگا اور ہاتھ دھوئے۔ کلی کر کے پانی خیمہ کے پاس ہی ایک درخت کی جڑ پر پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو

ہم نے دیکھا کہ وہاں ایک سرسبز وتناور درخت اُگا ہوا ہے اور پھل سے لدا ہوا ہے۔ جس سے خوشبو آرہی ہے۔ اس کا پھل شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ جسے اگر بھوکا کھاتا تو سیر ہوجاتا۔ اگر پیاسا کھاتا تو اس کی تشنگی دور ہوجاتی۔ اگر بیمار کھاتا تو شفایاب ہوجاتا۔ جو بھیڑ بکری اس کے پتے کھاتی، اس کا دودھ بڑھ جاتا۔ ہم نے اس درخت کا نام مبارکہ رکھا تھا لوگ دُور دُور سے ہمارے پاس بیماروں کو لے کر آتے جو اس کا پھل کھاتے شفایاب ہو جاتے۔ ایک دن ہم نے دیکھا کہ اس کے تمام پتے خزاں دیدہ ہوکر زمین پر آگرے ہیں۔ ہمیں بہت دکھ ہوا۔ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انتقال کی خبر ملی۔ اس واقعہ کے تیس سال بعد ہم نے دیکھا کہ اس کے تنے سے ٹہنیوں تک کانٹے ہی کانٹے ہیں اور پھل جھڑ گئے ہیں۔ اس دن ہمیں سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد پھر اسے پھل نہیں لگا۔ تاہم ہم اس کے پتوں ہی سے نفع حاصل کرتے رہے۔ ایک دن ہم اٹھے تو اس کے تنے سے خون بہہ رہا تھا۔ اس کے پتے مرجھا گئے تھے۔ ہم بہت محزون و مغموم ہوگئے۔ ناگاہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شہادت کی خبر ملی۔ اس کے بعد وہ درخت سوکھ گیا۔ (شواہد النبوۃ ص۱۷۱)

حضرات گرامی! جس درخت کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی کلی کا پانی مل جائے۔ اس کا پھل فائدہ دے۔ جسے کھانے سے بیماروں کو شفا مل جائے۔ حتیٰ کہ اس کے پتوں سے بھی نفع حاصل ہو۔ تو کیا خود وہ نبی کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔ بالیقین وہ نبی فائدہ دیتے ہیں، اور ان کا فیضِ رسالت قیامت تک جاری رہیگا۔

جدھروں جدھروں گئے رنگ لاوندے گئے
آقا اُجڑے دِلاں نوں وساوندے گئے

چہرہ آئینہ بن گیا

حیان بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت قتادہ

بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اس کے بعد ان کی شان یہ ہوگئی کہ یہ بہت بوڑھے ہوچکے تھے۔ ان کے جسم کے ہر حصے پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا۔ اور ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے گزری۔ میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرے میں اس طرح دیکھ لیا۔ گویا میں آئینہ میں ان کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ (کراماتِ صحابہ ص۲۴۳)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

بے مثل خوشبو

عقبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہدِ مبارک میں موصل کو فتح کیا۔ ان کی بیوی اُمّ عاصم بیان کرتی ہے۔ کہ عقبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک خوشبو لگانے میں کوشش کرتی تھی، تاکہ دوسری سے زیادہ خوشبو والی ہو، اور عقبہ کوئی خوشبو نہ لگاتا تھا۔ مگر اپنے ہاتھ سے تیل ملا کر داڑھی کو مل لیتا تھا اور ہم سب سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جب وہ باہر نکلتا تو لوگ کہتے کہ ہم نے عقبہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ ہم استعمالِ خوشبو میں کوشش کرتی ہیں، اور تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا سبب کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلے (چیچک) نمودار ہوئے۔ میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ سے اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ قمیض اتار دو۔ میں نے اتار دی۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے دستِ مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص۳۴۴)

؎ جدھروں جدھروں گئے رنگ لاوندے گئے
آقا اجڑے دلاں نوں وسا دندے گئے !

سو سال کا جوان

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ اور ان کو یہ دعا دی۔ کہ یا اللہ اس کے حسن وجمال کو ہمیشہ قائم رکھ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سو برس سے کچھ زیادہ عمر کے ہو گئے تھے۔ لیکن ان کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔ نہ ان کے چہرے پر جھریاں پڑی تھیں۔ وفات کے وقت تک ان کے چہرے پر جوانی کا جمال برقرار رہا۔ (کرامات صحابہ صہ ۲۴۹)

؎ چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

آگ بے اثر ہو گئی

ایک دن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اس وقت سیدہ تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ آگ کی گرمی سے ان کا بدن نازنین گرم ہو گیا اور وہ پسینے سے شرابور ہو چکی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیٹی لاؤ چند روٹیاں میں بھی تنور میں لگاؤں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے تنور میں روٹیاں لگائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غور کیا کہ ان کے ہاتھ کی لگی روٹیاں تو پک چکی ہیں۔ مگر جو روٹیاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لگائی تھیں۔ وہ ابھی تک کچی ہیں۔ یہ دیکھ کر سیدہ حیران ہوئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے فاطمہ تعجب نہ کرو۔ چونکہ ان روٹیوں کو میرا ہاتھ لگ گیا ہے اور جس چیز کو بھی میرا ہاتھ لگ جائے اس پر آگ اثر نہیں کرتی۔

(مدارج النبوۃ صہ ۴۸۷۔ ج ۲)

حضرات محترم! جس روٹی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مبارک لگ جائیں، اس پر دنیا کی آگ اثر نہیں کرتی۔ اور جس انسان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت حاصل ہو جائے۔ وہ انشاء اللہ العزیز آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جائے گا۔

گونگا بول اٹھا

حضرت ام جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کنکر مار رہے ہیں ایک عورت آپ کی خدمت میں ایک بچہ لے کر حاضر ہوئی اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ایک بچہ ہے۔ جسے کوئی بیماری ہے۔

لَا يَتَكَلَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِيْتُوْنِيْ بِشَيْئٍ مِّنْ مَّاءٍ۔

یہ بولتا نہیں ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ تھوڑا سا پانی لے آؤ چنانچہ پانی لایا گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی سے ہاتھ دھوئے اور کلی کی، پھر وہ پانی اس بچے کو پلایا گیا۔ پس وہ لڑکا کلام کرنے لگا۔

(ابن ماجہ شریف صہ ۲۶)

؎ جدھروں جدھروں گئے رنگ لاوندے گئے
آقا اجڑے دلاں نوں وساوندے گئے

حضرات! جس چیز کا تعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو جائے، وہ ادنیٰ ہو تو اعلیٰ ہو جائے ——— عام ہو تو خاص ہو جائے ——— بے نور ہو تو نور والی ہو جائے ———

چہرہ روشن ہو گیا

مثنوی میں ہے، کہ ایک ریگستان میں مسافروں کا ایک قافلہ پھنس گیا۔ اور شدتِ پیاس سے ان کی زبانیں باہر نکل آئیں۔ اور وہ بالکل موت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ ان کی خبر سیدِ مرسلاں، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی، تو

ناگہاں آں مغیث ہر دو کون
مصطفٰے پیدا شدُ از رہ بہر عون

اچانک دونوں جہاں کے فریادرس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ان کی مدد کیلئے وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بڑا قافلہ گرم ریت پر تشنہ لب پڑا ہوا ہے۔ اور ان کے اونٹوں کی زبانیں نکلی ہوئی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان پر رحم آیا اور حکم فرمایا کہ ٹیلوں کے پار ایک حبشی غلام اونٹ پر پانی کی مشک لادے جارہا ہے۔ اس اونٹ والے کو معہ اس کے اونٹ میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ کچھ آدمی ٹیلوں کی طرف گئے۔ تو دیکھا کہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا تھا ایک حبشی غلام اونٹ پر بھری ہوئی مشک لے جارہا ہے۔ اس کو کہا گیا کہ اس طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تجھے بلا رہے ہیں۔ حبشی غلام نے کہا میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں انہوں نے کہا کہ وہ۔

سیّد و سرور محمّد نورِ جاں
مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں!

سردارِ کائنات، مجرموں کی شفاعت کرنے والے سب سے بہتر، کائنات کی جان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ غلام نے کہا کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک جادوگر ہیں۔ انہوں نے لوگوں کو جادو کے اثر سے تابع بنایا ہوا ہے۔ میں ان کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا لوگ اسے کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس لے آئے۔ آپ نے قافلہ والوں کو حکم فرمایا کہ اس مشک سے پانی پیئو۔ تمام قافلہ والوں نے خود بھی پانی پیا۔ اور اپنی مشکیں بھی بھر لیں اور جانوروں کو بھی پانی پلایا۔ پھر آپ نے وہی مشک بھری ہوئی غلام کو واپس کر دی، اور اس میں سے ایک قطرہ بھی کم نہ ہوا۔

قافلہ حیران شدند از کارِ او

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یہ معجزہ دیکھ کر قافلہ والے اور حبشی غلام حیران رہ گئے اور غلام مشرف باسلام ہو گیا۔

مصطفٰے دستِ مبارک بر رخش
آں زماں مالید و کردار فرخش
شد سپید آں زنگی زادہ حبش
ہم چو بدر و روز روشن شبش

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اس حبشی غلام کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو اسی وقت اس کا چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا۔ (مثنوی شریف)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

دعا ہے، کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے نورِ نبوّت و رسالت کے فیض سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وسیلۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ ۝ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید فرقانِ حمید کے پہلے پارے کی ایک آیۂ کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے وسیلۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ج (پ ۱)

اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

اب اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول سنیئے۔

شانِ نزول

یہودی حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کی عظمت و شان اور نبوت و رسالت کے معترف تھے، وہ ہمیشہ آپ کی صفت و ثنا کرتے اور لوگوں کو آپ کی ولادت کی بشارت سناتے اور کہتے کہ جب تک وہ نبی جس کا ذکر توریت میں ہے، اور ان کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ وہ مبعوث نہ ہوں گے۔ ہم اپنا دین نہیں چھوڑیں گے۔ اور جب مشرک ان کو ستاتے۔ تو وہ یہ دعا کرتے۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ نَعْتَہٗ فِی التَّوْرَاۃِ۔

اے اللہ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہماری مدد فرما جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔ جن کا ذکر خیر ہم توراۃ میں پاتے ہیں۔

حاکم اور بیہقی اور ابو نعیم روایت کرتے ہیں۔ کہ خیبر اور مدینہ کے یہود جب عرب کے مشرکوں یعنی جہینہ اور غطفان اور بنی اسد سے مقابلہ کرتے تو کہتے۔

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

اے اللہ ہمیں نبی امی کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔

چنانچہ اس دعا کی برکت سے وہ ہمیشہ فتح پاتے۔
(تفسیر روح البیان ص۱۷۹۔ ج ۱) (خزائن العرفان پ۱، ص۱۹)
(انوار جمال مصطفٰے ص۹۸) (تفسیر مظہری وغیرہ)

حضرات گرامی! معلوم ہوا کہ حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے جب آپ کی تشریف آوری کا شہرہ تھا۔ اس وقت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے خلق خدا کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

حضرات! اگر آپ گہری نظر سے غور کریں تو آپ کو ساری کائنات کا نظام وسیلہ سے چلتا ہوا دکھائی دے گا۔ جیسے بارش تو اللہ تعالیٰ برساتا ہے۔ مگر فرشتوں کے وسیلہ سے ——— ہوا اللہ تعالیٰ چلاتا ہے مگر فرشتوں کے وسیلہ سے ——— ماں کے شکم میں بچہ اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہے، مگر اس میں روح ڈالتا ہے فرشتہ کے وسیلہ سے ——— قرآن مجید اور سابقہ کتب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں، مگر نازل ہوئیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے وسیلہ سے ——— ہمیں قرآن مجید ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ——— احکام اسلام، فرمان خداوندی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ملے ——— نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نماز پڑھنی سکھائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ——— روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ مگر اس کی وضاحت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ——— حج اللہ تعالیٰ کے لئے، مگر حج کرنے کا طریقہ سکھایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے وسیلہ سے ——— زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کی معرفت ہوئی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ——— تمام عبادات اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ان عبادات کا حکم دیا ——— لیکن وہ حکم اجمالی تھے ——— ان میں تفصیل نہ تھی۔ وضاحت نہ تھی۔ پھر اس کی تفصیل اور وضاحت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک کے وسیلہ سے ———

حضرات! دنیا کا نظام ہی دیکھ لیں۔ کہ سب کام ایک دوسرے کے وسیلہ سے چل رہے ہیں، صدر کا حکم چلتا ہے ——— وزیر اعظم کے وسیلہ سے، وزیر اعظم کا حکم چلتا ہے ——— مشیروں اور وزیروں کے وسیلہ سے، وزیروں کا حکم چلتا ہے ——— ڈی، سی۔ ایس، پی مجسٹریٹ، پولیس کے وسیلہ سے ———

حضرات گرامی! دراصل یہ بادشاہوں کی بادشاہتیں ——— وزیروں کی وزارتیں ——— سفیروں کی سفارتیں ——— یہ سب اس احکم الحاکمین کے چلانے سے ہی ہیں۔ جس سے جو چاہتا ہے کروا لیتا ہے جسے جو چاہتا ہے بنا دیتا ہے۔ اس کے کاموں میں بیشمار حکمتیں اور راز پوشیدہ ہیں۔ حقیقی حاکم اور سب کچھ کرنے والا وہی ہے مگر درمیان میں اس کے فرشتے یا اس کے بندے جو کچھ بھی کر رہے ہیں۔ یہ سب اسی کے حکم کے پابند ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کوئی عاجز ہے، جو فرشتوں سے کام لیتا ہے۔ یا مختلف کاموں پر فرشتوں اور بندوں کی ڈیوٹیاں لگا رکھی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس خالق ومالک

حقیقی نے ہمیں وسیلہ کا فائدہ سمجھانے کے لئے اپنے کاموں پر فرشتوں اور بندوں کی ڈیوٹیاں لگائی ہوئی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس لئے کہ وسیلہ کے بغیر نہ کوئی چیز حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی چیز سمجھی جا سکتی ہے۔ مثلاً

پھول کی خوشبو سمجھنے کیلئے پھول کا وسیلہ ضروری ہے ——— عالم کا علم جاننے کے لئے عالم کا وسیلہ ضروری ہے ——— مفتی کا فتویٰ جاننے کے لئے مفتی کا وسیلہ ضروری ہے ——— کاتب کی کتابت جاننے کے لئے کاتب کا وسیلہ ضروری ہے ——— طبیب کی طبابت جاننے کے لئے طبیب کا وسیلہ ضروری ہے ——— ولی کی ولایت جاننے کے لئے ولی کا وسیلہ ضروری ہے ——— سخی کی سخاوت جاننے کے لئے سخی کا وسیلہ ضروری ہے ——— عادل کی عدالت جاننے کے لئے عادل کا وسیلہ ضروری ہے ——— شریف کی شرافت جاننے کیلئے شریف کا وسیلہ ضروری ہے۔

؎ وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضرات! صحابہ کرام علیہم الرضوان کو صحابیت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے ——— ولیوں کو ولایت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے، قطبوں کو قطبیت ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے ——— میں عرض کرتا ہوں، کہ ابدال بنے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے ——— اوتاد بنے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے ——— بلکہ کائنات کو وجود ملا تو حضور صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے۔

وسیلۂ دعا

حضرت عثمان حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ مجھے آرام دے۔ فرمایا اگر تو چاہے، تو دعا کر دوں۔ اور اگر چاہے تو صبر کر، صبر تیرے لئے اچھا ہے۔ وُہ بولا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ راوی کہتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُسے حکم دیا، اچھی طرح وضو کر اور یہ دُعا مانگ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ اِنِّیْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّیْ لِيَقْضِیْ لِیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔	الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف رحمت والے نبی حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے متوجّہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں آپ کے وسیلہ جلیلہ سے اپنے ربّ کی طرف توجّہ کرتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت

پُوری کر دے۔ الٰہی میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول کر۔

(مشکوٰۃ شریف صہ۲۱۹)

حضرات! اِس صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وسیلہ کیوں لیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ،

؎ جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑے آئے
ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

خیال رہے کہ اس حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے خود دُعا نہ دی۔ بلکہ دُعا اور اپنے وسیلہ کے الفاظ انہیں سکھائے تاکہ قیامت تک کے مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر آپ خود ہی دُعا دے دیتے تو بعض والے لوگ یہ فیض کیسے پاتے۔ لہٰذا اس حدیث پاک سے ثابت ہوگیا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے خداوند تعالیٰ سے مانگنا صرف صحابی کی سُنّت ہی نہیں۔ بلکہ فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم بھی ہے۔

قبرِ انور کا وسیلہ

حضرت اوس بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہوگئے، تو انہوں نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شکایت کی تو،

فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔	انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی قبر کی طرف غور کرو۔

اس سے آسمان کی طرف ایک طاق بنا دو۔ حتّٰی کہ قبرِ انور اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو خوب بارش ہوئی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۵)

حضراتِ گرامی! اِس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اگر قبروں پر جانا شرک یا بدعت ہوتا، تو حضرت ام المومنین حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی قبرِ انور کو وسیلہ بنانے کے لئے نہ کہتیں۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ظاہری حیات میں بھی اور بعد از وصال بھی آپ کا وسیلہ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ ہمارا تو ایمان ہے۔ کہ جسے جو بھی ملا، ملتا ہے یا ملے گا۔ سب حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے وسیلہ سے ہے۔

؎ مل نہیں سکتا خدا ان کا وسیلہ چھوڑ کر
چھت پہ چڑھ سکتا نہیں کوئی بھی زینہ چھوڑ کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وسیلہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو بیت اللہ کے قریب چٹیل میدان میں چھوڑ کر آئے۔

فَتَوَسَّلَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ اَعَانَةِ هَاجَرَ وَاِسْمَاعِيْلَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ	تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ حق میں ہاجرہ اور اسماعیل علیہما السّلام کی مدد کی درخواست کی

کہ اے اِلٰہ العالمین اگر تُو نے اسماعیل علیہ السلام کو ضائع کیا تو تیرے محبوب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا نورِ اقدس ضائع ہو جائے گا۔

سہ بیشتر از آمدن در امکان
سکۂ تو بود بعالم عیان

اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کے عالم دنیا کے ظہور سے پہلے بھی کائنات پر آپ کی مُہر کا سکہ چلتا تھا۔

(روح البیان صہ ۴۲۸۔ ج ۴)

خلیفہ ابوجعفر اور وسیلہ

خلیفہ ابوجعفر نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسئلہ پوچھا، کہ یا امام دُعا کے وقت قبلہ کی طرف مُنہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف، تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ کہ کس واسطے پیغمبر سے منہ پھیرتا ہے۔ حالانکہ وہ تیرے اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف مُنہ کرو۔ اور ان کی شفاعت طلب کرو، تاکہ وہ تمہارے شفیع ہو جائیں۔ (کتاب الشفاء صہ ۴۰۷) (مدارج النبوۃ صہ ۵۱۳۔ ج ۱) (جذب القلوب صہ ۲۳۷) (نزہۃ المجالس صہ ۱۵۸۔ ج ۱)

مغفرت کا وسیلہ

حضرت سلمی قدس سرّہٗ نے فرمایا کہ مغفرت کا وسیلہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع میں جلدی کرو۔ اس لئے کہ تمہاری مغفرت کا صرف اور صرف ایک ہی سبب یعنی وسیلہ آپ کی اتباع ہے۔

سہ پیمبر کسے را شفاعت گر است
کہ سر جادۂ شرع پیغمبر است

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسی کے شفیع ہیں۔ جو آپ کی شرع پاک کے طریقہ پر ہے۔ (روح البیان صہ ۳۴۳۔ ج ۹۰)

فالج سے نجات کا وسیلہ

حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ بردہ کا سبب تصنیف یوں بیان فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصیدے لکھے۔ میں مرض فالج میں مبتلا ہو گیا۔ اور اس سے میرا نصف بدن بے کار ہو گیا۔ میرے جی میں آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح میں ایک اور قصیدہ لکھوں۔ چنانچہ میں نے قصیدہ بردہ تیار کیا، اور بتوسّل حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بارگاہِ باری تعالےٰ میں اپنی عافیت کے لئے دُعا کی۔ میں نے اس قصیدے کو بار بار پڑھا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے دُعا کی اور سو گیا۔ مقدّر کا ستارہ چمک اٹھا۔ خواب میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے فالج والے حصہ پر اپنا دستِ شفا پھیرا۔ اور چادر مبارک مجھ پر ڈال دی۔ آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو تندرست اور طاقتور پایا۔ میں نے اس قصیدے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔ مگر جب میں صبح کو گھر سے نکلا، تو راستے میں ایک درویش نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ قصیدہ مجھے عنایت فرمایئے۔ جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے۔ میں نے کہا آپ کون سا قصیدہ

طلب فرماتے ہیں۔ وہ بولے جو تم نے حالتِ مرض لکھا ہے۔ اور یہ بھی
بتایا کہ خدا کی قسم رات کو یہی قصیدہ میں نے دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم میں سُنا ہے۔ جب یہ پڑھا جا رہا تھا تو حضورؐ علیہ الصلوٰۃ
والسلام اس کو سُن سُن کر جھوم رہے تھے۔ جیسا کہ بادِ نسیم کے جھونکے
سے میوہ دار درخت کی شاخیں جھومتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم نے ان کو پسند فرمایا اور پڑھنے والے پر ایک چادر ڈال دی۔ یہ
سُن کر میں نے اپنا خواب بیان کیا، اور یہ قصیدہ اس درویش کو دے
دیا۔ اس نے لوگوں سے ذکر کر دیا، اور یہ خوب مشہور ہو گیا۔

(سیرتِ رسولِ عربی ص۵۵۳)

حضرات! معلوم ہوا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
زندہ ہیں۔ بلکہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور اپنے ماننے اور چاہنے والوں
کی مشکلیں حل کرتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جب
کبھی بارش نہ ہوتی، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے بارش طلب کرتے،
تو بارش ہو جاتی۔

بارش کے لئے وسیلہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب بھی
قحط سالی ہوتی، بارش رُک جاتی تو حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دُعا مانگتے تھے،
اور کہتے :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا۔

اے اللہ! اس سے پہلے جب بھی قحط سالی ہوتی تھی۔ تو ہم تیرے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وسیلہ پکڑتے تھے۔ اور تو بارش برسا دیتا۔ اب ہم تیرے پیغمبر کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ لہٰذا ہم پر بارش نازل فرما۔

پھر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دُعا میں کہتے کہ خداوندا یہ قوم
میری طرف متوجہ ہوئی ہے۔ یہ صرف تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کی نسبت کی وجہ سے میرا وسیلہ پکڑے ہوئے ہیں۔ اے اللہ مجھے ان کے سامنے
شرمندہ نہ کر، اور بارش نازل فرمائے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے۔ کہ ایک
دفعہ طویل عرصہ تک بارش نہ ہوئی۔ قحط کا سماں بن گیا۔ تو لوگ حضرت
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پر غم چھایا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی پھوٹ رہی تھی، اور
وہ عرض کر رہے تھے۔ کہ اے میرے مولا چھوٹے عاجز ہو گئے ہیں اور بڑوں
پر رقت طاری ہے۔ رنج و اَلم کی حد ہو گئی ہے۔ تو ہی چھپی چیزوں اور
بہت ہی حقیر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ! انہیں بارانِ رحمت
سے نواز۔ ان لوگوں نے میرے وسیلے سے تیرا تقرب تلاش کیا ہے حضرت
عباس کا یہ عرض کرنا تھا۔ کہ بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا۔ لوگ چلائے،
دیکھو، دیکھو۔ وہ بادل آ گیا۔ بس پھر خوب گرجا اور مُوسلا دھار بارش
ہوئی۔ اب لوگوں نے تہبند اُوپر کو اٹھائے اور گھٹنوں تک پانی میں

چلے۔ لوگ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پناہ لے رہے تھے، ان کی چادر کو چھوتے اور کہتے۔ اے حرمین شریفین کے ساقی، مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے صحراؤں کو شادابی بخشی ہے اور اپنے بندوں پر رحم فرمایا ہے۔ اس واقعہ سے متاثر ہو کر شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بول اٹھے۔

سَأَلَ الْإِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا
فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ

جب قحط سالی مسلسل ہونے لگی۔ تو امام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا، اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نورانی ماتھے کے صدقے میں بارش برسنے لگی۔

عَمِّ النَّبِيِّ وَصِنْوِ وَالِدِهِ الَّذِي
وَرِثَ النَّبِيَّ بِذَاكَ دُونَ النَّاسِ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا ہیں اور آپ کے والد مکرّم کے ساتھ اُگنے والی شاخ ہیں اور سب لوگوں سے ماورئی نبی اقدس کے وارث ہیں۔

أَحْيَى الْإِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَأَصْبَحَتْ
مُخْضَرَّةَ الْأَجْنَابِ بَعْدَ الْيَاسِ

ان کے صدقے میں اللہ کریم نے بارش عطا فرما کر علاقوں اور شہروں کو زندگی عطا فرمائی۔ شہر سرسبز و شاداب ہو گئے۔ حالانکہ بارش نہ ہونے کی وجہ سے نا امیدی نے لوگوں کو گھیر رکھا تھا۔ (بخاری شریف ص ۱۳۷ ج ۱ ـ ص ۵۲۶ ج ۱) (جامع کرامات اولیاء ص ۱۲۱) (جذب القلوب ص ۲۳۹) (تاریخ الخلفاء ص ۱۳۴)

حضرات! اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور دیگر مقبولان بارگاہِ خداوندی کا وسیلہ پکڑنا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سُنّت ہے۔ منکرینِ وسیلہ کے نزدیک اگر وسیلہ پکڑنا شرک یا بدعت ہے، اور وسیلہ پکڑنے والے اگر (نعوذ باللہ) مشرک یا بدعتی ہیں، تو لگاؤ فتویٰ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت عباس اور سید الشعراء حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما پر کیا فتویٰ لگاؤ گے۔ فتویٰ تو تم پر لگے گا۔ جو وسیلہ کے منکر ہیں، اور وسیلہ کو شرک و بدعت اور قائلین وسیلہ کو مشرک و بدعتی کہہ کر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت میں گستاخی عظیم کر کے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ لہٰذا اگر ایمان بچانا چاہتے ہو تو عقیدہ رکھو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم والا اور وسیلہ کو شرک و بدعت نہ کہو۔ عین ایمان کہو۔ اِن شاء اللہ اسی میں نجات ہے۔

باغات سرسبز ہو گئے

خصائص میں روایت ہے۔ کہ جلہمہ بن عرفطہ کہتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں پہنچا تو وہاں قریش کو شور مچاتے سُنا۔ وہ بارش کے لئے دُعا مانگ رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا لات و عزیٰ سے مدد مانگو اور کسی نے کہا۔ منات سے یہ سُن کر ایک بوڑھے تجربہ کار شخص نے کہا کیا ابوطالب نہیں ہیں؟ اس کے پاس چلو۔ چنانچہ وہ سب اور میں بھی ان کے ہمراہ ابوطالب کے گھر پہنچے۔ آواز دی تو ابوطالب زرد چادر گردن میں لپیٹے باہر نکلے لوگوں نے کہا اے ابوطالب، وادیاں خشک ہو گئیں۔ جانور دُبلے ہو گئے۔ چلو بارش کی دُعا مانگیں۔ ابوطالب نے کہا زوال آفتاب

فَلَمَّا زَاغَتِ الشَّمْسُ خَرَجَ اَبُوْطَالِبٍ وَمَعَهٗ غُلَامٌ كَاَنَّهٗ شَمْسُ دَجَنٍ۔

اور ہوا کے ٹھہرنے تک رکو۔ پس جب سورج ڈھل گیا، تو ابوطالب ایک بچے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنے ساتھ لے کر نکلے۔ آپ کا چہرہ مبارک سورج کی طرح چمک رہا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی انگلی پکڑی اور آپ کو خانۂ کعبہ سے لگا کر کھڑا کر دیا۔ اور طلب بارش کی دعا کرنے لگے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں مطلع ابر آلود ہو گیا، اور موسلا دھار بارش سے وادیاں تالاب اور آبی ذخیرے بھر گئے۔ باغات اور کھیت سرسبز ہو گئے۔ اس موقعہ پر حضرت ابوطالب نے کہا۔

؎ وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یعنی آپ کی ذات ایسی برکت والی ہے۔ کہ آپ کے چہرے سے بادل پانی کا خواستگار ہوتا ہے۔ آپ یتیموں کے فریادرس اور بیواؤں کی عصمت کے محافظ ہیں۔

؎ تَطِيْفُ بِهِ الْهُلَاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِيْ نِعْمَةٍ وَفَضَائِلِ

ہاشم کی بھوک پیاسی اولاد آپ کے گھیرے میں رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ کے دامن میں نعمت و فضائل دیکھتے ہیں۔

؎ وَمِيْزَانُ عَدْلٍ لَا يَخِيْسُ شَعِيْرَةً
وَوَزَّانُ صِدْقٍ وَزْنُهٗ غَيْرُ هَائِلٍ

اور آپ میزانِ عدل ہیں۔ کہ ایک جَو برابر کم نہیں تولتے۔ اور آپ سچائی کا وزن کرنے والے ہیں۔ آپ کی تول کسی طرف نہیں جھکتی۔

(خصائص کبریٰ ص۱۲۴۔ ج۱)

حضرات گرامی! مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں۔ کہ اگر دنیا میں کوئی مقدمہ بن جائے۔ تو ہم اس جھگڑے کے فیصلے کے لئے پہلے وکیل کے پاس جاتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں یہ بات معلوم ہے۔ کہ فیصلہ تو جج ہی نے کرنا ہے۔ مگر پھر بھی وکیل کے پاس کیوں؟ اس لئے کہ وکیل جج تک پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ ہے۔ جب تک ہم وکیل کے پاس نہ جائیں گے۔ تو جج ہماری بات نہیں سنے گا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ربّ تعالیٰ کی بارگاہ کے وکیل مطلق ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسائی کیلئے مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسیلہ ہیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ دین ملا دنیا ملی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ سے۔ بلکہ یوم محشر ہماری نجات بھی آپ کے وسیلہ جلیلہ سے ہو گی۔

شاعر کہتا ہے کہ

محشر وچ دنیا دا کوئی ہور سہارا نئیں
کم آوے گا اوس ویلے نبیاں دا نبی سوہنا

کسی نے یوں کہا:۔

بے یار و مددگار جسے کوئی نہ پوچھے
ایسوں کا تمہیں یار و مددگار بنایا

وسیلۂ شفاعت

روزِ محشر کا ہولناک اور خوفناک منظر جس دن ربّ تعالیٰ پورے قہر و غضب میں ہوگا سورج سوا نیزے پر اپنی پوری شدّت سے چمک رہا ہوگا۔ زمین تانبے کی ہوگی ـــــــ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا ـــــــ ہر کسی کو اپنی پڑی ہوگی ـــــــ بارگاہِ الٰہی میں سب لوگ انتہائی خوفزدہ ہوں گے ـــــــ کسی کو کوئی سایہ نظر نہ آئے گا ـــــــ دنیا میں کیے ہوئے گناہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہوں گے ـــــــ

نہ بھائی بھائی کا بنے گا ـــــــ نہ باپ بیٹے کا ہوگا ـــــــ
نہ رشتہ دار کسی رشتہ دار کا بنے گا ـــــــ نہ بیٹی ماں کی ـــــــ
نہ ماں بیٹی کی بنے گی ـــــــ اور نہ بیٹا باپ کا ہوگا ـــــــ

ہر طرف العطش العطش کی صدائیں ہوں گی۔ پیاس کی وجہ سے زبانیں باہر آئیں گی سوائے عرشِ معلّٰی کے کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا ـــــــ کوئی کسی کا غمخوار نہ ہوگا ـــــــ پچاس ہزار سال کا طویل دن۔ ساری مخلوق پریشان ہوگی کہ اب کیا ہو، اب کس کے پاس جا کر فریاد کریں۔ آج کس کو اپنا حال زار سنائیں۔ جس کی دعا پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن لوگ سخت غمگین ہوں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے۔ کہ ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں کس کو شفیع لائیں گے۔ آج ہماری شفاعت کون کرے، کہ ہم اس مشکل سے نجات پائیں۔ چنانچہ سب لوگ اکٹھے ہو کر حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس جائیں گے۔

فَيَأْتُوْنَ اٰدَمَ فَيَقُوْلُوْنَ	وہ حضرت آدم علیہ السّلام کے پاس

اَنْتَ اٰدَمُ اَبُوا النَّاسِ خَلَقَكَ اللّٰهُ بِيَدِهٖ وَاَسْكَنَكَ جَنَّتَهٗ وَاَسْجُدَ لَكَ مَلٰٓئِكَتُهٗ وَعَلَّمَكَ اَسْمَاءَ كُلِّ شَيْءٍ اِشْفَعْ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ ۔	حاضر ہو جائیں گے۔ عرض کریں گے آپ نسلِ انسانیت کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے بنایا۔ آپ کو اپنی جنّت میں رکھا۔ آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ آپ کو ہر چیز کے نام بتائے۔ اپنے ربّ کے پاس ہماری شفاعت کریں۔

تاکہ وہ ہمیں اس جگہ سے نجات دے۔ حضرت آدم علیہ السّلام فرمائیں گے۔ آج اللہ تعالیٰ پورے غیظ و غضب میں ہے۔ میں اس مقام میں نہیں ہوں۔ کہ بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کر سکوں (یعنی یہ شفاعت کبریٰ میرا منصب نہیں ہے۔ یہ دروازہ کسی اور ہی کے ہاتھ سے کھلے گا) لیکن تم نوح علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے نبی ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والے کفّار کی طرف بھیجا۔ تو وہ حضرت نوح علیہ السّلام کے پاس آئیں گے وہ بھی انکار کر دیں گے، اور کہیں گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ فرمایا تو لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے۔ کہ میرا یہ منصب نہیں ہے۔ لیکن تم موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ۔ وہ موسیٰ علیہ السّلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے توریت بخشی اور ان سے کلام کیا۔ اور انہیں مشورہ کے لئے قرب بخشا۔

قَالَ فَيَأْتُوْنَ مُوْسٰى فَيَقُوْلُ اِنِّيْ لَسْتُ هُنَاكُمْ ۔	فرمایا تو لوگ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے پاس جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے،

میں تمہارے اس مقام کا نہیں۔

یعنی میرا یہ منصب نہیں ہے۔ لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے پاس جائیں گے۔ وہ فرمائیں گے۔ میں تمہارے اس مقام کا نہیں۔ لیکن تم حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس جاؤ، وہ جن کی طفیل اللہ تعالیٰ نے گنہگاروں کے سارے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ پھر سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔

اعلیٰحضرت فرماتے ہیں۔

خلیل و نجی مسیح و صفی سبھی سے کہیں کہیں نہ بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لئے

سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہو کر گویا یُوں عرض کریں گے۔

؎ بد ہیں تو تمہارے ہیں بھلے ہیں تو تمہارے ہیں
نسبت بہت اُچھی ہے اگرچہ حال بُرا ہے

حضُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں۔ میں اپنے رَبّ کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت مانگوں گا۔ مجھے اجازت دی جائے گی ——— میں جب رَبّ تعالیٰ کو دیکھوں گا۔ تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔

فَيَقُولُ اِرْفَعْ مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمْ وَقُلْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سر اٹھاؤ۔ کہو تمہاری سُنی جائے گی۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جائے گا۔

؎ فترضی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہوگا قیامت میں بھی چاہا تمہارا

حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنا سَر اٹھاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کروں گا۔ پھر شفاعت کروں گا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جن کے دل میں درہم برابر ایمان ہے۔ انہیں دوزخ سے نکال لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں۔ پھر میں وہاں سے چلوں گا۔ انہیں آگ سے نکالوں گا۔ اور جنّت میں داخل کروں گا۔

پھر دوسری بار سجدہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سر اٹھاؤ۔ اور کہو تمہاری سُنی جائے گی۔ شفاعت کرو۔ قبول کی جائے گی۔ مانگو دیئے جاؤ گے۔ تب میں سَر اٹھاؤں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے پیارے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جن کے دل میں نصف درہم برابر ایمان ہے۔ انہیں دوزخ سے نکال لو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں پھر انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا۔

پھر میں تیسری بار سجدہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کہو تمہاری سُنی جائے گی۔ شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ مانگو تمہیں دیا جائے گا۔ تو میں اپنا سَر اٹھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے۔ انہیں بھی بخش دیا۔

شاعر کہتا ہے۔

؎ اعمال نہ دیکھے یہ دیکھا محبوب کے کوچے کا ہے گدا
مولا نے مجھے یُوں بخش دیا سُبحان اللہ سُبحان اللہ

حضور صلّی علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ پھر دوزخ میں وہی رہیں گے، جنہیں ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا ہوگا۔ (یعنی کافر) پھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی۔

عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا۔ (پ۱۵)	عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر اٹھائے گا۔

اس کے بعد حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، یہ ہے وہ مقامِ محمود جس کا تمہارے نبی سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۸۸)

؎ گر محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ساتھ ہو جائے
پھر تو سمجھو نجات ہو جائے!

حضرات! معلوم ہوا کہ میدانِ قیامت میں لوگ سب سے پہلے وسیلہ تلاش کریں گے، اور تمام انبیاء کرام علیہم السّلام کی ٹھوکریں کھانے کے بعد آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وسیلہ پکڑنا پڑے گا، اور آپ ہی کام آئیں گے۔ گنہگاروں کی مشکل کشائی اور حاجت روائی فرمائیں گے۔ میں عرض کرتا ہوں، کہ اگر کل قیامت کے دن حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وسیلہ کے بغیر مشکل حل نہ ہوگی۔ عذاب دوزخ سے نجات نہ ملے گی۔ تو آج ہی آپ کے وسیلہ کو مان لیں۔

اعلیحضرت فرماتے ہیں۔

؎ آج لے اُن کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا!

آج دنیا میں ہی آپ کو مشکل کشا اور حاجت روا تسلیم کرلیں اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بارگاہِ الٰہی تک رسائی کے لئے

وسیلہ نہ مانیں گے۔ تو بخشش نہیں ہوگی۔

؎ توں آقا دے فیضان دا منکر جے رہویں گا
دس حشر دے دن تیرا پتہ کون کرے گا
اُمّت لئی بخشش دی دُعا کرے گا!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حقوقِ والدین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا ؕ

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقان حمید کی ایک آیۂ کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق ارشاد فرمائے ہیں۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:۔

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا ؕ (پ۲۶، رکوع ۲)

اور ہم نے آدمی کو حکم دیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے تکلیف سے پیٹ میں رکھا، اور تکلیف سے جنا۔

حضرات محترم! اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے والدین کی خدمت ان کے حقوق کی پاسداری، ان کی تعظیم و تکریم کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے ہماری جسمانی تربیت کی۔ اس میں شک نہیں کہ انسان کو پیدا کرنے والا خالق و حقیقی تو خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے مگر انسان کی پیدائش کا سبب اور ذریعہ والدین ہیں اور والدین میں والدہ بہ نسبت والد کے زیادہ محنت و مشقت اٹھاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ سب سے پہلے ماں کے لئے سب سے بڑی تکلیف بچے کو اپنے شکم میں نو ماہ اٹھانا ہے۔ اس کے بعد وقت پیدائش تو انتہائی مشکل جو والدہ کے لئے جان لیوا بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر والدہ اپنے بچے یا بچی کے لئے یہ سب تکلیفیں بخوشی دل برداشت کرتی ہے۔ اس کے بعد تیسرا مرحلہ بچے کی پرورش کا ہے۔ جس میں والدہ کو نہ دن میں سکون میسر آتا ہے، اور نہ ہی رات کو آرام کی نیند، سونا نصیب ہوتا ہے۔ ذرا بچہ روئے تو ماں کی جان جاتی ہے۔ کبھی اس کا پاخانہ صاف کرتی ہے، تو کبھی پیشاب۔ کبھی اس کے گندگی سے بھرے ہوئے کپڑے دھوتی ہے۔ تو کبھی اس کے پاخانہ و پیشاب سے لتھڑے ہوئے اپنے کپڑے پاک کرتی ہے۔ غرضیکہ تین چار سال تک ماں کے شب و روز اسی محنت و مشقت میں گزر جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے پیارے آقائے دوجہاں، سید مرسلاں، احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے والدین کے حقوق ارشاد فرماتے ہوئے۔ والدہ

کو بہ نسبت والد کے خدمت کی زیادہ حقدار ٹھہرایا ہے۔ اور یاد رہے کہ اولاد کے لئے والدین ایک ایسی نعمت ہیں، جن کی خدمت، جن کی عزّت و تکریم کا صلہ تو خدا جانے کتنا ہوگا۔ والدین کا تو چہرہ دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضرات! یہ بات مسلّمہ ہے۔ کہ والدین کی دُعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے خصوصاً ماں کی دُعا۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ اگر کسی نالائق کو مال ملا تو ماں کی دُعا کا صدقہ ــــــ کسی عظیم کو عظمت ملی تو ماں کی دُعا کا صدقہ ــــــ اگر کسی ولی کو ولایت ملی تو ماں کی دُعا کا صدقہ ــــــ اگر کسی وزیر کو وزارت ملی تو ماں کی دُعا کا صدقہ ــــــ اگر کسی امیر کو اَمارت ملی تو ماں کی دُعا کا صدقہ ــــــ

حضراتِ گرامی! اگر ماں کے دل میں بچے کی شفقت نہ ہوتی تو بچہ پلتا نہ ــــــ اگر ماں کے دل میں بچے کی محبت نہ ہوتی تو بچہ پروان چڑھتا نہ ــــــ اگر ماں کو بچے کا خیال نہ ہوتا تو بچہ دین و دنیا کا علم پڑھتا نہ ــــــ اگر بچہ بے علم ہوتا تو اسے کوئی مقام ملتا نہ ــــــ اسی لئے تو ربِّ کائنات نے قرآن مجید کے ایک دوسرے مقام میں حقوقِ والدین بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ

اور تمہارے پروردگار نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمہارے سامنے ان میں ایک یا ہر دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ ہی انہیں

قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ (پ۱۵)

جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔

حضرات! اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کی خدمت ان کا ادب و احترام ان کی تعظیم و تکریم اور والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے کہ ہر حال میں ان سے ادب سے پیش آیا جائے کوئی بات کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہیئے، جس سے والدین کی دل آزاری ہو کیونکہ وہ وقت یاد رکھو، جب تم کمزور تھے۔ تو والدین نے تمہیں کس محنت و مشقت سے پروان چڑھایا۔ لہٰذا والدین کی خدمت کرو۔ ان کے لباس و طعام، ان کے رہنے سہنے کا اچھی طرح خیال کرو۔ اور وہ ماں جس کے پاؤں کے نیچے جنّت ہے۔ اس کی خدمت کر کے دعائیں لو اس لئے کہ ماں کی دعا جنّت کی ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا ناک رگڑ جائے۔ اس کی ناک رگڑ جائے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کس کی،

قَالَ مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ ۔

فرمایا جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آجائے۔ پھر وہ جنّت میں نہ چلا جائے۔

(مشکوٰۃ شریف ص۴۱۸)

یعنی وہ ذلیل ہو جائے۔ اس حدیث پاک میں ناک رگڑنے سے مراد ذلّت و خواری ہے۔ بڑھاپے کی قید اس لئے لگائی۔ کیونکہ اس وقت وہ خدمت کے زیادہ حقدار ہوتے ہیں۔ بڑھاپے میں طبیعت چڑچڑی ہو جاتی ہے۔ غصّہ بڑھ جاتا ہے۔ اس وقت ان کی سخت بات برداشت کرے، ان

کی خدمت بھی کرے۔ اور ان کے لئے دعا بھی۔ بچپن میں یہ مجبور تھا، تو ماں باپ نے اسے سنبھالا، اور اب وہ مجبور ہیں، تو یہ سنبھالے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اسے سنبھالے گی۔

حضرات گرامی! والدین کافر بھی ہوں، اولاد پر اُن کی خدمت فرض ہے

⊙ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میری ماں کفر کی حالت میں میرے پاس آئی میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری والدہ میرے پاس آئی ہے وہ دین سے دُور ہے۔

اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۸)	کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں، فرمایا ہاں کرو۔

⊙ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ تو کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ قَالَ هَلْ لَكَ مِنْ اُمٍّ۔ فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری بہن ہے۔ عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا جا، اس کی خدمت کر۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۰)

حضرات! اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ والدین کی خدمت گناہوں کا کفارہ ہے۔

⊙ حضرت ابوطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام جعرانہ پر گوشت تقسیم فرماتے ہوئے دیکھا کہ اچانک ایک مائی صاحبہ آئیں۔ یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے

لئے اپنی چادر بچھا دی۔ وہ اس پر بیٹھ گئیں۔

فَقُلْتُ مَنْ هِيَ فَقَالُوْا اُمُّهُ الَّتِيْ اَرْضَعَتْهُ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۱)	میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دودھ پلانے والی والدہ ہے۔

حضرات! یہ تو دودھ پلانے والی ماں کی عزت ہے۔ حقیقی والدہ کا کیا مقام ہوگا۔

⊙ حضرت ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ تمام گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جو چاہے بخش دے گا۔ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ۔ سوائے ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کے، کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مرنے سے پہلے ہی سزا دے دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۲۱)

حضرات گرامی! معلوم ہوا کہ والدین کو ستانے والا دنیا میں ہی سزا پا لیتا ہے۔ اور اسے کہیں بھی چین نہیں ملتا۔ اور والدین کی خدمت کرنے والا دنیا میں بھی عزت پاتا ہے۔ ہر طرح خوشحال رہتا ہے، اور آخرت میں بھی بفضلہ تعالیٰ انعام کثیر پائے گا۔

⊙ حضرت عمرو ابن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس مال ہے، اور میرے والد میرے مال کے محتاج ہیں۔

قَالَ اَنْتَ وَمَالُكَ لِوَالِدِكَ	فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

پھر فرمایا بے شک تمہاری اولاد تمہاری پاکیزہ کمائی سے ہے۔ لہٰذا اپنی اولاد کی کمائی سے کھاؤ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۱)

حضرات! اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ اولاد پر والدین کی خدمت ان کا خرچہ واجب ہے، اور اولاد کو والدین کی پاکیزہ کمائی کہا گیا ہے اس لئے کہ بہترین روزی وہ ہے، جو انسان اپنی کمائی سے کھائے اور انسان کی اولاد اس کی کمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کی حدیں قائم نہ کی جائیں۔

وَلَا يُقَادُ بِالْوَلَدِ الْوَالِدُ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۰۰)	اور بیٹے کی وجہ سے باپ سے قصاص نہ لیا جائے۔

حضرات! یہ ہے باپ کا مقام کہ اگر خدانخواستہ باپ کے ہاتھ سے بیٹا قتل بھی ہو جائے تو باپ کو قصاص معاف ہے۔ اس لئے کہ اس کا بیٹے پر حق آتا ہے کہ وہ اس کا مالک ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تین دعاؤں کی قبولیت میں کوئی شک نہیں۔

دَعْوَةُ الْوَالِدِ، وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ	(۱) والد کی دُعا (۲) مسافر کی دُعا (۳) مظلوم کی دُعا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۵)

حضرات محترم! اس حدیث پاک میں اولاد کے متعلق والد کی دعا کا ذکر ہے، کہ

باپ کی فرمانبردار اولاد جو اپنے والد کی خدمت کر کے اسے خوش کر لے تو والد ان کے لئے جو بھی دُعا کرے، اللہ تعالیٰ وہ دُعا رَدّ نہیں فرماتا۔ قبول فرماتا ہے۔ مگر افسوس کہ آج کا نوجوان پڑھ لکھ جانے کے بعد اپنے باپ کو بے خبر سمجھتا ہے، کہ جی انہیں کیا معلوم کہ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ لیکن اے نوجوان ذرا غور کر کہ خبر تو تجھے نہیں۔ جس باپ نے ساری زندگی محنت و مزدوری کر کے تیری پرورش کی، تجھے پڑھایا لکھایا، اور پھر اس باپ کی دُعاؤں نے تجھے معاشرے کا اعلیٰ فرد بنا دیا۔ مگر آج تو کہتا ہے، کہ باپ کو پتہ نہیں، سوچو غور کرو۔ والدین کا احترام کرو۔ اگر ان کا احترام، ان کی خدمت کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس سے بھی زیادہ مال و دولت اور عزّت و عظمت عطا فرمائے گا۔ اگر ان کی نافرمانی کرو گے۔ ان کا دل دکھاؤ گے، تو ان کے جلے ہوئے دل سے نکلی ہوئی بد دعا تجھے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار بھی کر سکتی ہے۔

حضرات! اگرچہ مذکورہ حدیث پاک میں بظاہر صرف والد کی دُعا کا ہی ذکر ہے۔ لیکن والدہ کی دُعا اولاد کے حق میں والد سے بھی زیادہ قبول ہوتی ہے۔ اس لئے کہ والدہ کے متعلق اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کہا گیا ہے کہ والدہ کے پاؤں تلے جنّت ہے۔ اور اولاد پر والدہ کی خدمت والد سے زیادہ لازم ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے والدین کے حقوق بیان فرماتے ہوئے۔ تین دفعہ والدہ کی خدمت کے متعلق فرمایا اور چوتھی دفعہ والد کا ذکر کیا۔

نذر پوری ہو گئی

حضرت علامہ بدرالدین عینی حنفی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف عمدۃ القاری میں حدیث شریف درج فرمائی ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نے

نذر مانی ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکہ مکرمہ کی فتح دی۔ تو میں بیت اللہ کے پاس جاؤں گا اور اس کی چوکھٹ کو بوسہ دوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَبِّلْ قَدَمَيْ أُمِّكَ وَقَدْ وَفَيْتَ نَذْرَكَ۔	کہ تم اپنی والدہ کے پاؤں کو بوسہ دے دو۔ تمہاری نذر پوری ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری ص۸۲۔ ج۲)

جنت کہ سرائے مادر است
زیر قدمات مادر است
روزی بکن اے خدائے مارا
چیزے کہ رضائے مادر است۔

جنت ماں کی جاگیر ہے۔ وہ ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اے اللہ ہمیں وہ دن دکھا دے، جو ماں کی خوشنودی کا ہو۔

خضر علیہ السلام کی معیت

ایک بزرگ فرماتے ہیں، کہ ایک دفعہ میں بنی اسرائیل کے جنگل میں جا رہا تھا۔ دیکھا کہ اچانک میرے ساتھ ایک بزرگ چل رہے ہیں۔ مجھے ان سے تعجب ہوا، اور خیال گزرا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کو خدا تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ سچ فرمائیے، آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا میں تیرا بھائی خضر ہوں۔

قُلْتُ بِأَيِّ وَسِيلَةٍ رَأَيْتُكَ قَالَ بِبِرِّكَ أُمَّكَ۔ (روح البیان ص۱۱۶ ج۳)	میں نے عرض کیا، آپ میرے ساتھ کیوں چل رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تیری ماں کی خدمت کی وجہ سے۔

یعنی چونکہ تم اپنی والدہ کے فرمانبردار ہو۔ اس لئے مجھے تیرے ساتھ چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ماں کے قدم

حضرت الاستاد ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور عرض کی کہ میں نے رات کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ آپ کی داڑھی مبارک میں جوہر و یاقوت ہیں۔

فَقَالَ صَدَقْتَ فَإِنِّي الْبَارِحَةَ مَسَحْتُ لِحْيَتِي تَحْتَ قَدَمِ وَالِدَتِي۔	آپ نے فرمایا تیرا خواب سچا ہے اس لئے کہ میں نے کل اپنی داڑھی کو والدہ ماجدہ کے قدموں کے تلووں کو لگایا تھا۔ (روح البیان ص۱۴۸۔ ج۵)

ماں کی دعا

ایک ولیٔ کامل کا بیان ہے۔ کہ میں نے بصرہ کے بازار میں ایک جنازہ دیکھا۔ جسے صرف چار آدمی اٹھا کر دفنانے جا رہے تھے، ان کے ساتھ اور کوئی نہ تھا۔ میں نے کہا عجیب بات ہے۔ بصرہ کے بھرے بازار میں مسلمان کے جنازے کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ میں جنازہ کے ساتھ ہو لیا۔ اس کا جنازہ پڑھا اور دفنانے میں بھی شریک ہو گیا۔ میں نے ان چاروں آدمیوں سے اس کے متعلق پوچھا، تو وہ کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ ہمیں تو یہ عورت مزدوری پر لے آئی ہے۔ جو قبر کے سرہانے کھڑی ہے۔ جب وہ چاروں آدمی چلے گئے۔ تو وہ عورت ہاتھ اٹھا کر دیر تک وہاں دعا مانگتی رہی۔ دعا سے فارغ ہو کر ہنسی۔ جب وہ جانے لگی تو میں نے پوچھا، بی بی مجھے اس راز سے آگاہ فرمائیے۔ کہنے لگی یہ مردہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے زندگی میں کوئی گناہ نہ چھوڑا۔ آج سے تین روز پہلے یہ بیمار ہوا، اور مجھے کہا، امی جان جب میں مر جاؤں تو ہمسائیوں کو میری موت کی خبر تک [illegible]۔ وہ میری موت سے خوش ہوں گے، اور

میرے جنازہ کے لئے بھی نہیں آئیں گے۔ لیکن تم ایسے کرنا کہ میری انگوٹھی پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھوا کر میری انگلی میں پہنا دینا۔ اور مرنے کے بعد اپنے پاؤں میرے چہرے پر رکھ کر کہنا کہ یہ ہے سزا اس کی جو خدا کا نافرمان ہو۔ جب تم مجھے دفنا چکو تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ کہ یا اللہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ اب میں نے اس کی تمام وصیتیں پوری کر دی ہیں۔ اور اب جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے۔

سَمِعْتُ صَوْتَہٗ بِلِسَانٍ فَصِیْحٍ اِنْصَرِفِیْ یَا اُمِّیْ فَقَدْ قَدِمْتُ عَلٰی رَبٍّ کَرِیْمٍ رَحِیْمٍ فَرَضِیَ عَنِّیْ۔

تو میں نے بیٹے کی قبر میں سے صاف لفظوں میں سنا کہ امی جان تشریف لے جائیے۔ میں اپنے رب کے ہاں حاضر ہوا تو اسے رحیم و کریم پایا۔ وہ مجھ سے راضی ہے۔

(روح البیان صہ ۳۵۸، ج ۱)

موتیوں کا قبہ

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک دن آسمان اور زمین کے درمیان ہوا پر اڑتے ہوئے گہرے دریا پر گزرے، تو آپ نے ہوا کی وجہ سے دریا میں ہولناک موجیں اٹھتے ہوئے دیکھ کر اسے حکم دیا وہ ٹھہر گئی۔ پھر آپ نے جنات کو حکم دیا۔ کہ وہ پانی میں غوطہ لگائیں۔ تاکہ وہ نیچے کا حال دیکھیں۔ اس کے بعد جنوں نے یکے بعد دیگرے غوطہ لگایا۔ تو اس دریا میں نہایت چمکدار موتیوں کا ایک قبہ دیکھا لیکن اس میں دروازہ نہ تھا۔ جنوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی خبر دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ جنوں نے اس

نکالا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اسے دیکھ کر متعجب ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ تو وہ قبہ شق ہوا۔ اور اس کا دروازہ کھلا۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس میں ایک جوان سجدہ کی حالت میں موجود ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے کہا کیا تم فرشتوں سے ہو یا جنوں سے۔ اس جوان نے کہا کہ نہیں بلکہ میں انسانوں سے ہوں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تجھے یہ بزرگی کیسے ملی۔ اس نے کہا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے اور ان سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کی وجہ سے مجھے یہ رتبہ عنایت ہوا ہے۔ اس لئے کہ میری بوڑھی ماں تھی، اور میں ان کو اپنی پیٹھ پر لادے رہتا تھا۔ ان کی دعا یہ تھی۔ کہ اے میرے معبود اس کو نیک بختی عطا فرمانا، اور میرے مرنے کے بعد اسے ایسی جگہ رکھنا کہ نہ تو وہ زمین میں ہو اور نہ ہی آسمان میں ہو۔ چنانچہ جب وہ مر گئی۔ تو میں دریا کے کنارے گھومتا تھا۔ پس میں نے سفید موتی کا ایک قبہ دیکھا۔ اور جب میں اس کے قریب ہوا۔ تو وہ میرے لئے پھٹ گیا۔ اور میں اس کے اندر چلا گیا۔ اس کے بعد قدرت الٰہی سے وہ بند ہو گیا۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ میں زمین میں ہوں یا آسمان میں، اللہ تعالیٰ مجھے اسی میں رزق دیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرے پاس تیری روزی کیسے پہنچتی ہے۔ اس نے کہا کہ جب مجھے بھوک محسوس ہوتی ہے۔ تو اس میں ایک درخت لگ جاتا ہے۔ جس پر دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا پھل لگتا ہے، اور اس سے برف سے زیادہ ٹھنڈا پانی نکلتا ہے اسے میں کھاتا اور پیتا ہوں۔ چنانچہ جب میں آسودہ اور سیراب ہو جاتا ہوں تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ

سے دُعا کی تو وہ قبہ بند ہو کر شتر مرغ کے انڈے کی طرح ہو گیا اور اپنے مقام میں واپس لوٹ گیا۔ (قلیوبی صد ۳۱)

حضرات! معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ والدین کے خدمت گار کو غائب سے سکون و اطمینان کی روزی عطا فرماتا ہے۔ اور وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو۔

ماں کا حق ادا نہ ہوا

ایک بزرگ نے ایک دوسرے آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک بہت ہی بڑھیا کو اپنے کندھوں پہ لادے ہوئے ہے اور اس کو لے کر گھومتا ہے۔ اس بزرگ نے اس سے اس بڑھیا کا حال پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ یہ میری ماں ہے۔ اور مجھے سات سال ہو گئے کہ اسے یوں ہی اپنے کندھوں پہ اٹھائے ہوئے ہوں۔ اے شیخ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ بزرگ نے اس سے کہا کہ اگر تیری عمر ہزار سال ہو جائے اور اسے تو اسی طرح کندھے پہ اٹھائے رہے مگر تو ماں کا ایک رات کو ایک مرتبہ دودھ پینے کا بھی صلہ نہیں دے سکتا۔ (قلیوبی صد ۱۵۱)

عذابِ قبر سے نجات

والدین کی خدمت اولاد کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ آثارِ اولیاء میں ہے۔ کہ ایک مرتبہ ایک اللہ کے ولی ایک قبرستان سے گزرے۔ تو آہ و بکا کی آواز سن کر وہ وہیں ٹھہر گئے۔ جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک مُردے کو عذاب ہو رہا ہے۔ اور وہ اَمّاں اَمّاں پکارتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس بزرگ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ کہ یا اللہ اس مُردے سے یہ مٹی کا تودہ دُور ہو جائے۔ اور اسے دیکھوں کہ وہ کون ہے؟ اس بزرگ نے دیکھا کہ وہ قبر والا سخت عذاب میں مبتلا ہے، اور اَمّاں ہی اَمّاں پکارتا ہے۔ اس بزرگ نے کہا کہ ماں کو کیوں پکارتا ہے۔

حق تعالیٰ کو پکار۔ تاکہ تمہیں نجات حاصل ہو۔ وہ کہنے لگا کہ زندگی میں جب کبھی میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا تھا۔ تو ماں ہی کو پکارتا تھا جس کے سبب اس مصیبت سے نجات حاصل ہو جاتی۔ یہ کہنا تھا کہ اسی وقت عذابِ قبر سے نجات مل گئی۔ (راحت المحبین صد ۱۹)

ماں کا فرمانبردار

حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ایک صالح نوجوان کے بدن پر خوفِ خدا کی وجہ سے گوشت و پوست کا نام و نشان تک نہ رہا۔ جب رات ہوتی تو گلے میں رسّی ڈال کر چھت میں لٹک جاتا۔ اور ساری رات روتا رہتا جب سجدہ کرتا تو کہتا کہ میں نے اس قدر گناہ کئے ہیں۔ جن کی کوئی حد نہیں، اے پروردگار اگر تو قیامت کے دن میرے گناہوں کو پیش کرے گا۔ تو میں یہ سیاہ چہرہ کس طرح دکھا سکوں گا۔ اسی طرح اس نے ساری عمر بسر کی کہ راتوں کو روتا رہتا اور بے ہوش ہو جاتا۔ جب ہوش میں آتا تو پھر ذکرِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا۔ کہ اپنے کی اسے ہوش نہ رہتی۔ جب وہ بیمار ہوا، تو ایک اینٹ بطور سرہانہ سر کے نیچے رکھی۔ جب موت کا وقت قریب آن پہنچا۔ تو اپنی بڑھیا ماں کو بُلایا، اور کہا کہ جب میں مَر جاؤں، تو مجھ گنہگار کے گلے میں رسّی ڈال کر گھر کے چاروں کونوں میں پھرانا اور کہنا کہ یہ وہ شخص ہے جو اپنے مالک کی درگاہ سے بھاگا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ میرا جنازہ رات کے وقت اٹھانا تاکہ مجھے کوئی نہ دیکھے۔ کیونکہ جو مجھے دیکھے گا۔ وہ میری شامتِ اعمال کی وجہ سے افسوس کرے گا۔ تیسرے یہ کہ جب مجھے قبر میں رکھا جائے۔ تو میرے پاس رہنا۔ شاید فرشتے مجھے عذاب کرنے لگیں۔ تو تیرے قدموں اور تیرے سینے کی آہ کی برکت سے مجھے اس عذاب سے خلاصی نصیب ہو جائے۔ یہ وصیت

کرتے ہی دم برابر ہو گئے۔ اس کی ماں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کے گلے میں رسّی ڈالنی چاہی۔ تو گھر کے کونے سے آواز آئی کہ دوست دوست سے جا ملا۔ اس جوان سے ہاتھ اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے ایسا سلوک کون کرتا ہے۔ اس کے گلے میں رسّی مت ڈالنا۔ کیونکہ یہ میرا دوست ہے۔ میں نے اسے بخش دیا ہے۔ (اسرار الاولیا ء ص۱۹)

ماں کی بے ادبی کا ڈر

حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک دن زبور کی تلاوت کی۔ اچانک زبور پڑھتے وقت ان کا دل نرم پڑ گیا۔ اور اپنے دل میں خیال کیا کہ دنیا میں مجھ سے زیادہ عبادت کرنیوالا کوئی نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھیجی۔ کہ اے داؤد علیہ السلام فلاں پہاڑ پر چڑھو تاکہ تم ایک کاشتکار کو دیکھو کہ وہ سات سو سال سے میری عبادت کر رہا ہے اور پھر بھی اپنی ایک خطا پر نادم ہے جو اس سے سرزد ہوئی۔ حالانکہ وہ میرے نزدیک گناہ نہیں ہے۔ اور وہ خطا یہ ہے کہ ایک دن وہ چھت پر گزرا اور اس کی والدہ چھت کے نیچے تھی۔ پس اس کے چلنے کی وجہ سے کچھ مٹی اس کی ماں پر گری۔ جان لیجئے کہ وہ تم سے بھی زیادہ عبادت گزار ہے لہٰذا تم اس کے پاس جا کر اسے میری طرف سے مغفرت کی خوشخبری سناؤ۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام پہاڑ کی جانب گئے۔ ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ ایک انتہائی لاغر شخص وہاں موجود ہے۔ اور عبادت کی مشقت سے اس کی ہڈیاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو دیکھا کہ وہ نماز میں مشغول ہے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو داؤد علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ اس نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ ۔ انہوں نے فرمایا کہ میں داؤد علیہ السلام ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر میں

جانتا کہ آپ داؤد علیہ السلام ہیں تو آپ کے سلام کا جواب نہ دیتا۔ کیونکہ مجھ سے لغزش واقع ہوئی۔ اور آپ نے میرے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار طلب نہ کی۔ پھر سارا واقعہ سنایا اور کہا کہ مجھ سے والدہ کی چھوٹی سی گستاخی ہو گئی۔ اور مجھے سات سو سال ہو گئے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ میرا پروردگار مجھ سے راضی ہے یا نہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ تجھے خوشخبری سناؤں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا قصور معاف فرما دیا ہے، وہ تجھ سے راضی ہے۔ اور تیری والدہ دنیا سے کوچ کر گئی ہے۔ وہ بھی تجھ سے راضی تھی۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ جو تو چھت پر چل رہا تھا۔ تیری والدہ اس کے نیچے نہ تھی۔ جب اس شخص نے یہ بات سنی، تو کہنے لگا خدا کی قسم اب مجھے زندگی کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے سجدہ کیا، اور کہا اے میرے رب میری روح قبض کر کے مجھے اپنے پاس بلا لے چنانچہ وہ اسی وقت انتقال کر گیا۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔

(قلیوبی ص۱۴۱)

حضرات گرامی! جس طرح والدین کی خدمت کرنے سے بندے کے دین اور دنیا بہتر ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح والدین کے نافرمان اور ان کو ستانے والے کے دین و دنیا کے برباد ہونے کا بھی ڈر ہے۔

کلمۂ شہادت کی رکاوٹ

مروی ہے کہ ایک شخص پر حالتِ نزع طاری تھی، اور اس کی زبان پر کلمۂ شہادت جاری نہ ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اس کی خبر دی گئی آپ اس کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور اسے کلمۂ شہادت کی تلقین فرمائی۔ لیکن کوشش کے باوجود وہ اپنی زبان پر کلمۂ شہادت نہ لا سکا۔ حضور سرور

عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

أَمَا كَانَ يُصَلِّيْ أَمَا كَانَ يُزَكِّيْ أَمَا كَانَ يَصُوْمُ۔ | کیا یہ نماز نہ پڑھتا تھا۔ یا زکوٰۃ نہ دیتا تھا۔ یا روزے نہ رکھتا تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض کی۔ یہ صوم وصلوٰۃ وزکوٰۃ کا بڑا پابند تھا۔ آپ نے فرمایا کیا اس نے والدین کی نافرمانی تو نہیں کی سب نے عرض کی، جی ہاں یہی وجہ ہے۔

قَالَ هَاتُوْا بِاُمِّهٖ فَجَاءَتْ وَهِيَ عَجُوْزٌ عَوْرَاءُ۔ | آپ نے فرمایا۔ اس کی والدہ کو بلاؤ۔ چنانچہ اس کی بوڑھی اور لاغر والدہ حاضر خدمت ہوئی۔ جو آنکھوں سے نابینا تھی۔

آپ نے فرمایا کیا تو اسے معاف نہیں کرتی۔ اس نے معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ اس نے اس کی آنکھ نکال لی تھی۔ اس کے بعد آپ نے لکڑیاں اور آگ منگائی، وہ عورت پوچھنے لگی، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا آپ نے فرمایا کہ اسے آگ میں جلایا جائے گا۔ وہ بولی نہیں ایسا نہ کیجئے میں نے اسے معاف کر دیا۔ ماں کے معاف کرنے کے بعد اس نوجوان کی زبان سے کلمۂ شہادت جاری ہو گیا۔ (روح البیان ص۳۱۴۔ ج، ۴)

حضرات! آپ نے پڑھا کہ آخر ماں کو رحم آگیا۔ اولاد کتنی بھی بُری ہو، لیکن ماں نہیں چاہتی کہ میری اولاد کو کوئی تکلیف ہو۔

؎ ایسا ناز بردار نہ ہور کوئی!
جس طرح دی ناز بردار ہے ماں
بچیاں دا سطے بڑی رحمت
نعمت عظمیٰ دے وچ شمار ہے ماں

طبع بچے دی ذرا علیل ہووے
حد دل ددھ ہوندی بیقرار ہے ماں
دُکھ بچے دا ماں نئیں ویکھ سکدی
اپنی جان تے لیندی سہار ہے ماں
بُڈھے بچے جوان دی حد نئیں
ہر حال وچ جان نثار ہے ماں
کردی نیک دُعا اولاد بدلے
ہر وقت پکار پکار ہے ماں

قبر سے گدھے کی آواز

حضرت عطا ابن سیار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ بعض لوگ سفر کو گئے۔ جنگل میں ایک جھونپڑی میں قیام کیا۔ رات کو اس جھونپڑی سے گدھے کی ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز آتی رہی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ انہوں نے جھونپڑی والی بی بی سے پوچھا کہ تمہارے ہاں گدھا تو ہے نہیں۔ لیکن ہم ساری رات ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز سنتے رہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

فَقَالَتْ ذَاكَ اِبْنِيْ كَانَ يَقُوْلُ لِيْ يَا حَمَارَةُ فَدَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّصَيِّرَهٗ حِمَارًا۔ | بڑھیا نے کہا یہ میرے لڑکے کی آواز ہے۔ اس لئے کہ ایک دن اس نے مجھے گدھیا کہا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے بددُعا کی کہ اسے گدھا بنا دیا جائے۔

پھر جب سے وہ مرا ہے۔ اس وقت سے اس کی قبر سے ہر رات ایسے ہی گدھے کی سی آواز سنائی دیتی ہے۔ اور صبح تک ایسے ہی آواز آتی رہتی

ہے۔ (روح البیان ص ۸۰۔ ج ۷)

حضرات! معلوم ہوا اگر ماں خوش ہو کر دعا دے دے تو بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں۔ اگر ماں بد دعا دے دے۔ تو ساری زندگی کا کیا دھرا تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح ماں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اسی طرح باپ کی خدمت سے بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح ماں کی خدمت کرنیوالے کے مقدر چمک جاتے ہیں۔ اسی طرح باپ کی تابعداری کرنے سے بھی بگڑی بن جاتی ہے۔

بخشش کا سبب

روزِ قیامت ایک شخص کے اعمال کا وزن ہوگا، تو اس کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں گے۔ یعنی نیکیاں اور بدیاں برابر ہو جائیں گی۔ عرض کرے گا۔ یا اللہ اب میرا کیا ہوگا۔ کہ نہ میں بہشتی اور نہ میں دوزخی۔ اس کے بعد اچانک ایک پرچہ اس کی برائیوں والے پلڑے میں آپڑے گا۔ جس سے اس کی برائیاں زیادہ ہو جائیں گی۔ دیکھا جائے گا تو اس میں وہ جھڑکی ہوگی، جو اس نے اپنے والد کو ماری ہوگی، اور یہ گناہ اتنا بوجھل ہے، کہ اس کا مقابلہ پہاڑ بھی نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ۔ بندہ عرض کرے گا۔ مجھے جہنم میں جانے سے تو انکار نہیں، لیکن ایک دفعہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ حاضر ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے باپ کے نافرمان تو نے مجھے کیا کہنا ہے۔ عرض کرے گا یا اللہ مجھے معلوم تھا۔ کہ میرے باپ نے جہنم میں جانا ہے۔ جیسا کہ اس کے اعمال تھے۔ میں نیکیوں پر بھروسہ کرتا تھا۔ کہ میں بہشت میں جاؤں گا۔ لیکن اب وہ بہشت مجھے دوہرا عذاب محسوس ہوگی۔ جب کہ باپ دوزخ میں ہو۔ اس سے میرا ارادہ تھا۔ کہ

جہنم میں جا کر اسے چھڑا لوں گا، اور جہنم میں جانے کا یہی واحد سبب ہے۔ جو میں نے کیا۔

فَيَضْحَكُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَيَقُوْلُ عَقَقْتَهُ فِي الدُّنْيَا وَبَرَرْتَهُ فِي الْاٰخِرَةِ خُذْ بِيَدِ اَبِيْكَ وَانْطَلِقْ اِلَى الْجَنَّةِ۔

اللہ تعالیٰ اس کی اس بات سے خوش ہو کر فرمائے گا۔ کہ دنیا میں تو باپ کا نافرمان رہا۔ اب آخرت میں اس کی فرمانبرداری کا دم بھرتا ہے جا اپنے والد کی انگلی پکڑ کر دونوں جنت میں چلے جاؤ۔

(روح البیان ص ۱۳۸۔ ج ۲)

قیمتی موتی

اوس بن یمنی کہتے ہیں کہ ایک شخص کے چار لڑکے تھے۔ جب وہ بیمار ہوا تو ان لڑکوں میں سے ایک لڑکے نے دوسرے بھائیوں سے کہا کہ یا تو تم باپ کی تیمارداری کرو۔ اور تمہیں ان کی میراث سے کچھ نہیں ملے گا، اور یا میں ان کی تیمارداری کرتا ہوں۔ اور میں ان کی میراث سے کچھ نہیں لوں گا۔ ان لڑکوں نے کہا کہ اچھا تم ہی باپ کی تیمارداری کرو۔ چنانچہ اس نے اسی شرط پر باپ کی تیمارداری شروع کر دی۔ ایک دن خواب میں اس سے کہا گیا کہ تم فلاں جگہ جاؤ اور وہاں سے سو اشرفیاں لے لو۔ لیکن اس میں برکت نہیں ہے۔ اس نے صبح اٹھ کر اپنی بیوی سے اس خواب کا تذکرہ کیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ اس کو لے لو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر دوسری رات اس کو کہا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ اور وہاں سے دس اشرفیاں لے لو۔ مگر اس میں بھی برکت نہیں۔ اس نے بیوی سے مشورہ لیا۔ اس نے پھر اسے اشرفیاں لینے کے لئے کہا۔ لیکن اس نے پھر بھی انکار کیا۔ تیسری رات پھر اس سے کہا

گیا۔ کہ فلاں مقام میں جاؤ۔ وہاں سے ایک اشرفی لے لو۔ اس میں برکت ہے چنانچہ وہ وہاں گیا اور اس اشرفی کو لے لیا۔ پھر جب اس کو لے کر نکلا، تو دیکھا کہ ایک شخص دو مچھلیاں بیچ رہا ہے۔ اس نے اس سے کہا کہ تم ان دونوں مچھلیوں کو کتنے میں بیچتے ہو۔ اس نے کہا ایک اشرفی میں۔ اس نے ان کو ایک اشرفی کے بدلے لے لیا۔ اور اپنے گھر لے گیا۔ پھر جب ان کا پیٹ چاک کیا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ ہر ایک کے پیٹ میں ایک قیمتی موتی ہے۔ چنانچہ وہ ان میں سے ایک کو بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ نے اس کو اس موتی کے بدلہ بہت سی دولت دی، اور کہا کہ یہ موتی اپنے جوڑے کے بغیر درست نہیں ہے۔ تم اس کا جوڑا مجھے دو۔ اور میں تم کو اس کے بدلے اتنی دولت دوں گا۔ اس کے بعد اس نے دوسرا موتی بھی حاضر کر دیا۔ بادشاہ نے جتنی دولت دینے کا اس سے وعدہ کیا تھا۔ اس کو دے دی۔ پس اس کو اپنے باپ کی خدمت کی برکت سے یہ دولت ملی۔

(قلیوبی ص۴)

بادشاہت مل گئی

بنی اسرائیل میں ایک نیک مرد تھا، اور اس کا ایک لڑکا تھا۔ وہ بھی باپ کی طرح نیک تھا۔ جب باپ کی موت کا وقت قریب آیا۔ تو اس نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں کیں۔ جن میں ایک یہ تھی کہ بیٹا کچھ بھی ہو جائے، خدا کی قسم نہ کھانا نہ جھوٹی نہ سچی۔ جب وہ مر گیا تو بنی اسرائیل کے لوگ اس کے پاس آنے لگے اور اس سے اس کے باپ کا قرض مانگنے لگے۔ کوئی کہتا کہ میں نے تیرے باپ سے اتنا قرض لینا ہے۔ کوئی کہتا کہ میں نے اتنا لینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے باپ کا فرمانبردار اور تابعدار بیٹا اپنی جائیداد سے باپ کا قرض ادا کرنے لگا۔ حتیٰ کہ جب اس کی ساری جائیداد ختم ہو گئی، اور وہ انتہائی

مفلس ہو گیا، تو اپنی بیوی اور دو بچوں کو لے کر وہاں سے کوچ کر گیا۔ راستے میں دریا کو عبور کرنے کے لئے کشتی پر سوار ہوئے تو کشتی دریائی طوفان سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ تختے پر رہ گیا اور خود وہ شخص ایک جزیرہ میں پہنچ گیا۔ جہاں انسان کا نام و نشان تک نہ تھا جب وہاں پہنچا تو اسے ایک غیبی آواز آئی۔ کہ اے اپنے باپ سے حسن سلوک کرنے والے۔ رب تعالیٰ کو منظور ہے کہ وہ تیرے لئے ایک خزانہ نکال دے۔ اور وہ خزانہ فلاں مقام میں ہے۔ جا وہاں جا کر خزانہ نکال لے۔ اتفاقاً اس کے پاس کچھ اور لوگوں کا آنا ہو گیا۔ اس نے ان کی اچھی طرح مہمان نوازی کی۔ اور ان سے حسن سلوک سے پیش آیا۔ اسی طرح دن بدن اس کے حسن اخلاق کا ہر طرف چرچا ہونے لگا۔ اور لوگ وہاں اس کے پاس جانے لگے۔ یہاں تک کہ اس جزیرہ میں شہر آباد ہو گیا۔ اور وہ شخص وہاں کا حاکم بن گیا۔ اس کے بڑے لڑکے کو اس کی خوش حالی کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھی اس کے پاس گیا۔ اس نے اس کو مقرب بنا لیا۔ مگر پہچانا نہیں۔ پھر اس کے دوسرے لڑکے نے سنا تو وہ بھی وہاں گیا اور مقرب بن گیا۔ اس کے بعد اس کی بیوی کے خاوند نے سنا۔ جس کے پاس اب اس کی عورت تھی۔ وہ بھی وہاں پہنچا۔ جب جزیرہ کے قریب آیا تو عورت کو کشتی میں چھوڑ کر تنہا تحفے لے کر اس کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے اس کو بھی مقرب بنا لیا۔ اور اس سے کہا کہ آج رات یہیں آرام کرو۔ اس نے کہا کہ میں ایک عورت کو کشتی میں چھوڑ آیا ہوں۔ اسے میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔ جزیرہ کے حاکم نے کہا کہ میں اس کے پاس دو شخصوں کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ آج کی رات اس کی نگہبانی کریں گے۔ چنانچہ دو شخص

گئے اور جب وہاں پہنچے تو ایک دوسرے سے کہنے لگا۔ کہ ہم کو بادشاہ نے حکم دیا ہے۔ کہ اس عورت کی حفاظت کریں۔ لیکن ہمیں ڈر ہے۔ کہ اگر ہمیں نیند آگئی۔ تو ذمہ داری میں کسی قسم کا فرق نہ آجائے۔ لہٰذا ہم آپس میں اپنی اپنی سرگزشت بیان کرتے ہیں۔ ایک نے کہا کہ میرا ایک بھائی تھا۔ جو تیرا ہم نام تھا۔ میرے والد ماجد فلاں شہر سے سوار ہو کر دریا کے سفر کو نکلے اتفاق سے کشتی ٹوٹ گئی، اور خدا تعالیٰ نے ہم کو ایک دوسرے سے جُدا کر دیا۔ جب اس نے اتنی بات سنی تو پوچھنے لگا۔ تیرے والد کا نام کیا تھا؟ اس نے وہ بھی بتلایا یہ سن کر وہ اس پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا رَبِّ کعبہ کی قسم تو ہی میرا بھائی ہے۔ ادھر ماں ان دونوں کی باتیں سُن رہی تھی۔ جب صبح ہوئی تو بادشاہ کے پاس سے وہ شخص آیا۔ تو اس نے اس عورت کو نہایت پریشان پایا۔ اسے غصّہ آیا اور بادشاہ کے پاس گیا۔ اسے جا کر اطلاع کر دی۔ بادشاہ نے ان دونوں شخصوں کو مع اس عورت کے طلب کیا اور اس عورت سے پوچھا کہ یہ دونوں تیرے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے۔ وہ بولی اے بادشاہ ان دونوں کو حکم دیجئے کہ رات جو واقعہ بیان کر رہے تھے وہ دوبارہ دہرائیں۔ چنانچہ انہوں نے پھر سے وہ سارا واقعہ سنایا۔ تو بادشاہ سُن کر اپنے تخت سے اچھل پڑا اور کہنے لگا۔ خدا کی قسم تم دونوں میرے بیٹے ہو۔ عورت بولی خدا کی قسم میں ان دونوں کی ماں ہوں۔ (نزہۃ المجالس صہ ۴۰۵)

حضرات! یہ تھا والدین کی خدمت کا صلہ جس نے والد کے فرمانبردار بیٹے کو وقت کا بادشاہ بھی بنا دیا، اور بچھڑے ہوؤں کو آپس میں بھی ملا دیا۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں والدین کا ادب واحترام اور ان کی خدمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

موت کا پیغام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

حضرات گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید کے اٹھائیسویں پارے کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے، اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے موت کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ۲۸)

تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو۔ وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔ پھر اس کی طرف پھیرے جاؤ گے جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتا دے گا جو تم نے کیا تھا۔

حضراتِ محترم! موت سے کوئی نہیں بھاگ سکا۔ نہ کوئی بھاگ سکتا ہے۔ شہنشاہوں پر بھی موت آئی۔ بڑے بڑے تاجداروں پر موت آئی بڑے بڑے طاقتور اور بہادر بھی اس موت کے ڈنگ سے ڈسے گئے۔ موت خالقِ کائنات کا ایسا اٹل وعدہ ہے۔ جس میں ایک لمحہ بھر بھی تاخیر نہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ بچہ جوان ہو، اور جوان بوڑھا تب موت آئے۔ بلکہ بارگاہِ الٰہی میں انسان کے اس فانی دنیا سے کوچ کرنے کا جو وقت مقرر ہے۔ اس میں ایک ساعت کی بھی کمی بیشی نہیں۔ جیسا کہ ارشاداتِ خداوندی ہے۔

لِکُلِّ اُمَّۃٍ اَجَلٌ اِذَا جَآءَ اَجَلُہُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ یونس ۴۹ رکوع 5 (پ ۱۱ رکوع ۱۵)

ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے، جب ان کا وعدہ آئے گا۔ تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں گے نہ آگے بڑھیں۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّۃٍ اَجَلَہَا وَمَا یَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ (پ ۱۴)

کوئی گروہ اپنے وعدہ سے آگے نہ بڑھے نہ پیچھے ہٹے۔

قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ (پ ۲۲)

تم فرماؤ تمہارے لئے ایک ایسے دن کا وعدہ جس سے تم ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکو نہ آگے بڑھ سکو۔

حضرات! یہ تو ربّ العالمین ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ اِدھر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ والدین، رشتہ دار، عزیز و اقارب خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ اُدھر اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ماں کی گود میں ہی چل بستا ہے۔ اسی طرح جوان کو اپنی جوانی پر مان اور والدین کو اپنے بیٹے کی جوانی پر ناز ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے جوان بیٹے پر کئی طرح کی امیدیں لگائے ہوتے ہیں۔ مگر جب اچانک اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ تو سب امیدوں پر پانی پھر جاتا ہے۔ اور جوان بیٹے کی جدائی میں والدین کی کمر جھک جاتی ہے۔ حتّٰی کہ درمیانی عمر میں ہی بوڑھے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا:

پُتر مَرن نہ بُڈھیاں ماپیاں دے
پُتر ہوندے نے مان تران یارو
پُتر دین پانی موئیاں ماپیاں نوں
پُتر ہوندے نیں دُنیا تے نشان یارو
کتھاں خوشیاں کر دے ماپے
جد چڑھدے پُتر جوانی
نے جاں او جا قبراں وِچ سوندے
پھر مُکدی او نہاں زندگانی

حضرات محترم! جس طرح آج ہم میں سے کوئی اپنے بھائی کا جنازہ اٹھا رہا ہے۔ کوئی اپنے باپ کے جنازے کو کندھا دے رہا ہے۔ کوئی اپنی ہمشیرہ کو اپنے ہاتھوں منوں مٹی کے نیچے دفن کر رہا ہے۔ کوئی اپنے پیارے یار کو قبر کی اندھیری کوٹھڑی میں اتار رہا ہے۔ اسی طرح ہم پر بھی یہ وقت آنے والا ہے۔ مگر کوئی خبر نہیں کہ کب آ جائے۔ کیا پتہ کہ ہمیں اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا موقعہ بھی نصیب ہو، یا نہ ہو۔ ہم نے آخرت کے لئے کوئی توشہ بنایا ہو یا نہ، مگر یہ کتنی جاہلانہ بات ہے جو اکثر لوگوں سے سننے میں آتی ہے۔ کہ ابھی بہت عمر پڑی ہے۔ نمازیں پڑھ لیں گے۔ افسوس صد افسوس یہ دعوٰی تو ہم اس وقت کر سکتے ہیں۔ جب ہمیں اپنی موت کا علم ہو تو۔ لہٰذا ہمیں ہر وقت موت کو یاد کرنا چاہیئے۔ اور موت کے لئے تیاری کرنی چاہیئے۔

موت کی یاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس سے گزرے۔ میں اور میری والدہ کسی چیز کو مٹی سے لیپ رہے تھے۔ فَقَالَ مَا ھٰذَا یَا عَبْدَ اللّٰہِ۔ تو فرمایا، عبداللہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا، ایک چیز ہے۔ جسے ہم درست کر رہے ہیں۔

قَالَ اَلْاَمْرُ اَسْرَعُ مِنْ ذٰلِکَ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵)

فرمایا وہ چیز اس سے بھی جلد آنے والی ہے (یعنی موت)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی والدہ سے مِل کر اپنے گھر کی مرمّت کر رہے تھے۔ حالانکہ اسے مرمّت کی کوئی خاص ضرورت

نہ تھی۔ محض اس کی پختگی کے لئے اس پر مٹی کا لیپ کر رہے تھے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں دیکھ کر فرمایا کہ موت کو بھی یاد رکھو۔ کیونکہ تمہاری موت اس گھر کے فنا ہونے سے پہلے آجائے گی۔ اس کی مرمت میں مشغول ہو کر یادِ الٰہی سے غافل نہ ہو جاؤ۔ اور موت کو بھی یاد رکھو کیا خبر کہ پہلے یہ مکان ختم ہو یا تم۔

⊙ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

هٰذَا ابْنُ اٰدَمَ وَهٰذَا اَجَلُهٗ۔	کہ یہ انسان ہے اور یہ اس کی موت ہے۔

اور اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ پھر ہاتھ دراز کیا۔ فرمایا یہاں اس کی امید ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵)

یعنی ارشاد فرمایا کہ موت انسان کے سر پر کھڑی ہے۔ کوئی خبر نہیں کہ زندگی کا وقت کب پورا ہو جائے، اور موت کا پیغام آجائے تو موت کو دور نہ سمجھو بلکہ نزدیک سمجھو۔

⊙ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم استنجا کرنے تو فوراً مٹی سے تیمّم کر لیتے تھے۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پانی آپ سے قریب ہے، تو تیمّم کیوں؟

يَقُوْلُ مَا يُدْرِيْنِيْ لَعَلِّيْ لَا اَبْلُغُهٗ۔	تو فرمایا کیا خبر شاید اس تک نہ پہنچ سکوں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۴۵)

⊙ اصل میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ فرمان ہمارے لئے ہے۔ کہ تم لوگ اپنے اوپر اتنا بھروسہ بھی نہ کرو۔ کہ استنجا کے بعد قریبی پانی تک بھی پہنچ جاؤ گے۔

حضرات! کبھی ہم نے یہ سوچا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو کیوں پیدا فرمایا ہے؟ قرآنِ الٰہی پڑھنے کے بعد پتہ چلتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس زندگی کو نہ تو صرف دنیا کے مال و زر کے حصول کے لئے پیدا کیا۔ نہ کوٹھیوں اور مربعوں کا مالک بننے کے لئے پیدا کیا۔ نہ ہی صرف بلند و بالا مکانات کی تعمیر کے لئے پیدا کیا۔ بلکہ ربِ کائنات نے اس زندگی کو دراصل اعمالِ حسنہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (پ۲۹)	موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو۔ تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے

حضرات! اگر کوئی سمجھے کہ انسان کو صرف کھانے اور پینے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تو جانور بھی کھاتے اور پیتے ہیں۔ مگر مرنے کے بعد وہ مٹی ہو جائیں گے۔ اگر کوئی سمجھے کہ انسان کی زندگی کا مقصد دنیا میں بہت زیادہ مالدار ہونا ہے۔ تو قارون بہت بڑا مالدار تھا۔ مگر آخرت میں وہ دوزخ کا ایندھن بنے گا۔ اگر کوئی سمجھے کہ اس زندگی کا مقصد دنیاداروں میں اپنا نام پیدا کرنا اور بہت بڑا چوہدری بننا ہے۔ تو ابوجہل اہلِ عرب کا بہت بڑا سردار تھا۔ مگر وہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔ تو آیئے سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس زندگی کو کس لئے بنایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (پ ۲۷)

اور میں نے جن اور آدمی اس لئے ہی پیدا فرمائے کہ میری بندگی کریں۔

حضرات! اس میں شک نہیں کہ دنیا بھی انسان کی ضرورت ہے کسی کو کم مل گئی۔ کسی کو زیادہ۔ مگر یاد رہے کہ دنیا کی بے رغبتی سے تو گزارا ہو جائے گا۔ مگر دین سے منہ موڑ کر گزارا نہیں ہو گا۔ دنیا کے یار ناراض ہو جائیں تو وقت گزر جائے گا۔ مگر کملی والے آقا کی ناراضگی سے گزارا نہیں ہو گا۔

؎ جے چھڈ دیویں دنیا ہو سکدا گزارا
مگر یار چھڈ کے گزارا نئیں ہونا
ایہہ دنیا تے کی اے خدا وی نئیں منا
جدوں تیک راضی پیارا نئیں ہونا

حضراتِ گرامی! بات ہے غور و فکر کی کہ یہ فانی زندگی جس کی کوئی میعاد نہیں، جس کا کوئی بھروسہ نہیں۔ کہ کب ختم ہو جائے۔ اس کے حصول کی زیبائش و آرائش کے لئے تو ہر وقت مصروف رہتے ہیں۔ مگر آخرت کی وہ زندگی جو ہمیشہ کی زندگی ہے اور نہ ختم ہونے والی دائمی زندگی ہے اس کے لئے کوئی توشہ نہیں، کوئی تیاری نہیں۔ اسے بہتر بنانے کے لئے کوئی فکر نہیں۔

؎ خانہ پر گندم و یک جو نفرستادہ بگور
غم مرگت چو غم برگ زمستانی نیست

گھر گندم سے پُر ہے۔ لیکن تو نے اپنی قبر کے لئے ایک جو بھی نہ بھیجا۔ تجھے

موت کا اتنا غم بھی نہیں جتنا سردیوں کے موسم میں تیری کھیتی کے پتے جھڑنے پر تجھے غم ہوتا ہے۔

لمحہ فکریہ سوچیں کہ ایک دن ہم نے مرنا ہے، اور مرنے کے بعد یہ دولت ہمارے ساتھ نہیں جائے گی۔ یہ اولاد، یہ مکانات یہ بلڈنگیں، یہ دنیا کا رعب و دبدبہ، یہ سب کچھ یہیں رہ جائے گا۔ اگر جائے گا تو عمل ساتھ جائے گا۔ لہٰذا اپنی آخرت کے لئے فکر کریں، اور موت کو یاد رکھیں۔

؎ ایتھے جو آیا ٹُر جاوے گا — سب دولت مال لٹائے گا
پھر مُڑ کے کدی نہ آوے گا — حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کئی یار پیاریاں یاراں دے — دلدار اپنے دلداراں دے
جا لیٹے وِچ مزاراں دے — حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کئی پت پیاریاں مائیاں دے — کئی ویر بھیناں تے بھائیاں دے
سب گئے غم جدائیاں دے — حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ایہہ پنجرا بہت پرانا ایں — ایس پنچھی نے اُڈ جانا ایں
جا جنگل ڈیرا لانا ایں — حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ایس دم دا کی بھروسہ اے — جیویں پانی وِچ پتاسہ اے
ایہہ دُنیا اِک تماشہ اے
حق لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

کسی نے یوں کہا۔

؎ اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

کسی نے یوں کہا:

اجل کے روز کو کر یاد کر سامان چلنے کا !
زمیں کے فرش پر سونا ہے اینٹوں کا سرہانا ہے
عزیزا یاد کر وہ دن جو ملک الموت آوے گا
نہ جاوے ساتھ تیرے کوئی اکیلا تو نے جانا ہے

حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بندے سے فرماتا ہے۔

يَا ابْنَ اٰدَمَ اَنْتَ وَدِيْعَةٌ فِيْ اَهْلِكَ وَيُوْشِكُ اَنْ تَلْحَقَ بِصَاحِبِكَ

کہ اے انسان تو اپنے اہل وعیال میں چند روزہ امانت ہے۔ پھر تو نے اپنے اصل وطن کی طرف جانا ہے۔

لبید شاعر نے اس طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا الْمَالُ وَلَا الْعِيَالُ اِلَّا وَدِيْعَةٌ
وَلَا بُدَّ يَوْمًا اَنْ تُرَدَّ الْوَدَائِعُ

مال اور اہل وعیال تمہارے ہاں چند روزہ امانت ہیں۔ اور امانت کو واپس کرنا ضروری ہے۔ (روح البیان صـ۱۸۷، ج ۱)

موت کا ذکر

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک مرتبہ منبر پہ تقریر فرمارہے تھے۔ ارشاد فرمایا۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِسْتَحْيُوْا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى حَقَّ الْحَيَاءِ

اے لوگو اللہ تعالےٰ سے حیا کرو جیسا اس سے حیاء کا حق ہے۔ ایک

فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَا نَسْتَحْيِيْ مِنَ اللّٰهِ۔

شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم اللہ تعالیٰ سے بہت حیاء کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ بندہ ہر وقت اپنی موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے اور اپنے پیٹ اور سر کی حفاظت کرے یعنی پیٹ میں حرام کا لقمہ نہ جانے دے۔ اور دماغ میں غلط تصور کو جگہ نہ دے۔ اور دماغ میں غلط تصور کو جگہ نہ دے، اور ہر وقت زبان پر موت کا ذکر ہو اور یقین کرے۔ کہ ایک دن یہی جسم مٹی میں ہوگا۔

(روح البیان صـ۴۶۳، ج ۳)

سب سے بڑا زاہد

ابن ابی الدنیا ضحاک سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا، اور

فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَزْهَدُ النَّاسِ

عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں سب سے بڑا زاہد کون ہے۔

آپ نے فرمایا، جو قبر اور موت کو یاد رکھتا ہے، اور دنیا کی زیب و زینت پہ دیوانہ نہیں ہے، اور فانی دنیا کو آخرت کی باقی رہنے والی نعمتوں پر ترجیح نہیں دیتا۔ اور آنے والے دن کو اپنی زندگی کا جزو نہیں سمجھتا یعنی یقین رکھتا ہے۔ کہ اس کی زندگی عارضی ہے۔ نہ معلوم کل ہوگا یا نہ بلکہ وہ اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرتا ہے۔ تو وہی سب سے بڑا زاہد ہے۔

(روح البیان صـ۱۱۳، ج ۴)

پل کی خبر نہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اسامہ بن زید نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک لونڈی سو دینار میں ایک ماہ کے اُدھار پر خریدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اسامہ پر تعجب ہے۔ کہ اس نے اتنی بڑی اُمید پر لونڈی خرید لی۔ اسے کیا معلوم کہ وہ اس وقت تک زندہ بچ جائے گا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میری آنکھ جب جھپکتی ہے اور اس کی اُوپر کی پلک جب اوپر اٹھتی ہے۔ تو مجھے امید نہیں ہوتی۔ کہ وہ واپس آئے۔ اسی طرح جب میں منہ میں لقمہ ڈالتا ہوں۔ تو مجھے خبر نہیں ہوتی کہ اس لقمہ کو نگل بھی سکوں گا یا اس سے پہلے موت آجائے گی۔

ثُمَّ قَالَ يَا بَنِي آدَمَ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ فَعُدُّوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ الْمَوْتَىٰ

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے آدم زادو اگر تمہیں عقل ہے تو تم خود کو ہر وقت موت کے لئے تیار رکھو۔

مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہیں موت کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ لازماً آئے گی اور تم اسے روک نہیں سکتے۔

(روح البیان صـ۴۴۲ ـ ج ۴)

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بوستان میں لکھتے ہیں۔

پریشان کن امروز گنجینہ چست
کہ فردا کلیدش نہ در دست تست

آج ہی جلدی سے خزانہ لٹا دے۔ کہ کل مرنے کے بعد چابی تیرے

ہاتھ میں نہ ہو گی۔

تو با خود ببر توشۂ خویشتن !
کہ شفقت نیاید ز فرزند و زن

قبر کا سامان تو خود لے جا۔ اس لئے کہ تجھ پر تیری بیوی اور بچے رحم نہ کھائیں گے۔

حسرت کا رونا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے کسی شخص نے بہت سا مال جمع کیا۔ جب موت سامنے آئی تو بیٹوں کو کہا۔ میرا تمام مال میرے سامنے لاؤ۔ چنانچہ بہت سے اونٹ، آٹا و دیگر بہت سی اشیاء لائی گئیں۔ انہیں دیکھ کر حسرت سے رو پڑا۔ اسے ملک الموت علیہ السلام نے روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کیوں روتے ہو؟ مجھے قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے تجھے مالدار بنایا۔ تیرے گھر سے باہر قدم نہ رکھوں گا۔ جب تک تیری روح قبض نہ کر لوں۔ عرض کی تھوڑی سی مہلت چاہیئے۔ تاکہ میں سارا مال راہِ خدا میں لٹا دوں۔

قَالَ هَيْهَاتَ انْقَطَعَ عَنْكَ الْمُهْلَةُ فَهَلَّا كَانَ ذٰلِكَ قَبْلُ۔

فرمایا افسوس کہ مہلت کا وقت اب تیرے ہاتھ سے نکل گیا پہلے تو کہاں رہا۔ یہ کہا اور اس کی روح قبض کر لی۔

(روح البیان صـ۵۴۳ ، ج ۹)

چار فرشتوں کی آمد

زہرۃ الریاض میں ہے۔ کہ جب بندہ کی موت قریب آ لگتی ہے تو چار فرشتے اترتے ہیں پہلا کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا تجھ پر سلام ہو۔ میں نے مشرق سے لے کر مغرب

تک ساری زمین چھان ڈالی۔ لیکن تیرے لئے ایک قدم کی بھی کہیں گنجائش مجھے نہیں ملی۔ پھر دوسرا کہتا ہے۔ کہ اے بندۂ خدا تجھ پر سلام ہو۔ میں نے تمام دنیا کے دریا چھان ڈالے لیکن تیرے لئے اب ایک گھونٹ پانی کا بھی مجھے کہیں نہیں ملا۔ پھر تیسرا کہتا ہے۔ اے بندۂ خدا تجھ پر سلام ہو۔ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک زمین چھان ڈالی۔ لیکن تیرے نصیب کا ایک لقمہ بھی کہیں نہ پایا۔ پھر چوتھا کہتا ہے۔ کہ اے بندۂ خدا تجھ پر سلام ہو۔ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک زمین چھان ڈالی۔ لیکن تیرے لئے ایک سانس بھی مجھے نہ ملا۔

(نزہۃ المجالس ص۱۲۴ ۔ ج ۱)

حضرات! موت تو سب کو آتی ہے۔ مگر موت، موت میں فرق ہے، جب مومن کی موت آتی ہے، تو فرشتے اس کی روح قبض کرنے کو آتے ہیں، تو اس سے انتہائی شفقت و نرمی سے پیش آتے ہیں، اور نہایت ہی عزّت واحترام سے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔

مگر جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے، تو فرشتے اس کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں، تو اس سے انتہائی شدّت و سختی سے پیش آتے ہیں۔ اور نہایت ہی ذلّت وخواری سے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔

مومن کی موت

مروی ہے، کہ جب مومن پر نزع کا وقت آتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ جن کے پاس ریشمی پوشاک ہوتے ہیں۔ جنہیں عطر و کستوری سے معطّر کیا ہوتا ہے۔ اور اس پر بہشتی گلاب اور ریحان کے گلدستے رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس کی روح ایسی آسانی سے نکالی جاتی ہے۔ جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے، اور اسے کہا جاتا ہے۔ اے پاکیزہ نفس اپنے ربّ تعالیٰ سے راضی ہوکر حاضری

دے اور تجھ سے تیرا رب کریم بہت خوش ہے۔ لہٰذا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزاروں کرامتوں کے ساتھ روانہ ہو، لہٰذا

فَاِذَا اُخْرِجَتْ رُوْحُهٗ وُضِعَتْ عَلٰی ذٰلِكَ الْمِسْكِ وَالرَّيْحَانِ۔

جب اس کی روح اس کے بدن سے نکال لی جاتی ہے۔ تو اسے کستوری اور پھولوں کے گلدستوں میں رکھا جاتا ہے۔ اور بہشتی پوشاک میں لپیٹ کر اعلیٰ علیین کی طرف پہنچایا جاتا ہے۔

(روح البیان ص۶۸ ۔ ج ۳)

کافر کی موت

جب کافر پر نزع کا وقت آتا ہے۔ تو اس کے ہاں فرشتے دوزخ کے ٹاٹ لاتے ہیں۔ جن میں جہنم کے انگارے ہوتے ہیں۔ اس کی روح جسم سے سختی سے کھینچی جاتی ہے، اور اسے کہا جاتا ہے۔ اے خبیث نفس نہایت ہی ترش روئی سے اپنے جسم سے نکل اور آگے تیرا رب تعالیٰ بھی تجھ پر سخت ناراض ہے، اور تجھے شدید ترین عذاب کی طرف دھکیلا جائے گا۔ لہٰذا

فَاِذَا اُخْرِجَتْ رُوْحُهٗ وُضِعَتْ عَلٰی تِلْكَ الْجَمْرَةِ

جب اس کی روح اس کے جسم سے نکالی جاتی ہے، تو اسے اس انگاروں سے بھرے ہوئے ٹاٹ میں لپیٹا جاتا ہے

اس وقت وہ کافر نہایت ہی گندی اور ڈراؤنی آواز سے چیخے گا۔ لیکن اسے فرشتے دھکیلتے ہوئے سجین میں لے جائیں گے۔

(روح البیان ص۶۸ ۔ ج ۳)

حضراتِ گرامی! موت نے ہمارا انتظار نہیں کرنا، بلکہ ہم نے موت کا انتظار کرنا ہے، اور موت کی تیاری کرنی ہے۔

بادشاہ اور موت کی یاد

منقول ہے کہ ایک بادشاہ نہایت ہی عبادت گزار تھا۔ لیکن اسے دنیا کا میلان پیدا ہوا۔ اس نے ایک محل تیار کرلیا اور اسے بہت مضبوط بنایا۔ اس کا فرش انتہائی خوبصورت تیار کیا، اور اعلیٰ اعلیٰ قسم کے کمرے بنوائے۔ اس میں ایک دن اپنے وزیروں، امیروں، مشیروں، کو دعوت پر بلایا۔ اور بہترین کھانے تیار کئے۔ اس میں اس نے عوام کو بھی بلایا۔ تمام رعایا خوش ہو کر اس محل میں آئی۔ خوب کھایا پیا۔ اور بادشاہ کو دعائیں دیں۔ عوام تو کھانا کھا کر چلے گئے۔ خود بادشاہ اور اس کے وزراء وغیرہ وہیں پر رہ گئے۔ اور چند روز ٹھہر کر کہا، کہ میں واقعی اس محل کی تیاری سے خوش ہوں، اور تم دیکھ رہے ہو کہ میری خوشی کی کیا انتہا ہے۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ میرا دل چاہتا ہے، کہ میں تمام لڑکوں کے لئے اس طرح کا علیحدہ علیحدہ محل بنواؤں۔ تم چند روز میرے ہاں ٹھہرو اور مجھے اس کے متعلق مفید مشورے دو۔ وہ وزراء اور مشیران کار اس کے ہاں ٹھہر گئے، مختلف رائے دی گئیں اور متعدد مشورے طے ہوئے۔ ایک رات بیٹھے تھے کہ اس محل کے کنارے سے آواز آئی۔ اے محل تیار کر کے اپنی موت کو بھولنے والو! بے خوف ہو اس لئے کہ موت تو ضرور آئے گی۔ بے شک یہ مخلوق کتنی بھی خوشحالی سے زندگی بسر کرے۔ لیکن موت جھپٹ لگانے کے لئے تیار کھڑی ہے۔ ایسے مکانات کیوں تیار کرنا چاہتے ہو۔ جہاں تم نے ٹھہرنا ہے تیں نیکیوں میں لگو تاکہ تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں۔ یہ مضمون سن کر وہ بادشاہ اور اس کے ساتھی بہت گھبرائے۔ بادشاہ نے سب سے کہا، کیا تم نے سنا کہ ہمیں کیا کہا گیا ہے۔ سب نے کہا ہاں، ہم نے سنا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا اس سے تمہیں میری طرح کچھ محسوس ہوا۔ انہوں نے کہا آپ کو کیا

محسوس ہوا۔ اس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں۔ اب موت میرے سرہانے کھڑی ہے۔ سب نے کہا، گھبرائیے نہیں۔ آپ کی عمر دراز ہو۔ ہم سب آپ کے خدام ہیں۔ آپ تادیر اپنے مال و منال سے فائدہ اٹھائیں۔ بادشاہ نے کہا اب یہ باتیں مجھے اچھی نہیں لگ رہیں۔ لاؤ شراب کی بوتلیں اور ان سب کو توڑ دو۔ اور لاؤ گانے بجانے کا سامان اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور اس سے فارغ ہو کر۔

تَابَ اِلَى اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَلَمْ يَزَلْ يَقُوْلُ الْمَوْتُ اَلْمَوْتُ حَتّٰى خَرَجَتْ نَفْسُهٗ"۔	اس نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ اور موت موت کہتے ہوئے اس کی جان نکل گئی۔ (روح البیان ص۱۵۸، ج۳)

لافانی محل

ایک بادشاہ نے نہایت عالیشان محل تعمیر کیا۔ اس پر بہت زیادہ دولت خرچ کی۔ اور اس کی سجاوٹ میں بھی کسی قسم کی کسر نہ چھوڑی۔ اپنی رعایا کو محل دکھانے کے لئے دعوت دی۔ جب ایک گروہ کھانا کھا کر واپس لوٹتا تو ان سے پوچھا جاتا کہ تم نے اس محل میں کوئی عیب پایا ہو تو بتاؤ۔ سب اس محل کی تعریف کرتے۔ آخر میں ایک گروہ آیا۔ جن کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ فراغت کے بعد ان سے بھی محل کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ محل میں دو عیب ہیں۔ انہیں روک لیا گیا۔ اور بادشاہ کو اطلاع ہوئی۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ انہیں میرے ہاں لاؤ۔ جب وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو بادشاہ نے پوچھا اب بتایئے محل میں دو عیب کون سے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک یہ کہ اس محل کو ایک دن فنا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کے مالک کو موت آئے گی۔

اور وہ اسے چھوڑ کر چلا جائے گا۔ بادشاہ نے ان سے سوال کیا۔ کوئی ایسا محل ہے جسے فنا نہ ہو۔ اور کوئی ایسا طریقہ ہے کہ اس کے مالک پر موت بھی نہ آئے۔ انہوں نے کہا ہاں وہ بہشت ہے۔ جسے فنا نہیں، انہوں نے بادشاہ کو بہشت کی نعمتوں کی تفصیل بتائی۔ اور اس کے لئے بڑا شوق دلایا۔ پھر دوزخ کے متعلق اسے سمجھایا اور اس کے عذاب سے بھی آگاہ کیا اور اسے اس سے بہت ہراساں کیا۔

وَدَعَوْهُ إِلَىٰ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالَىٰ فَاَجَابَهُمْ إِلَىٰ ذٰلِكَ وَخَرَجَ مِنْ مُلْكِهٖ هَارِبًا تَائِبًا إِلَى اللّٰهِ تَعَالَىٰ۔

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت دی، بادشاہ نے دعوت قبول کی، اور اسی وقت توبہ کرتے ہوئے سلطنت کو ترک کر دیا۔

فقیرانہ زندگی بسر کرنے پر راضی ہوا اور تلاشِ حق میں نکل پڑا۔

(روح البیان صہ۳۶ ـ ج۴)

مہلت ختم

ایک بادشاہ جو بڑی زیب و زینت اور بہت بڑے شاہی خزانوں کا مالک تھا۔ اس نے اپنے ملک کے اُمراء کو دعوت دی اور اس میں مہمانی کے لئے قسم قسم کے بہترین کھانے تیار کروائے جب کھانا شروع ہوا۔ تو کسی نے باہر سے بڑے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ لوگوں نے کہا اے فقیر یہ کیسی گستاخی ہے۔ ذرا ٹھہر مہمان کھانا کھالیں پھر تو بھی جی بھر کر کھانا کھالینا۔ اس نے کہا مجھے کھانے پینے کی ضرورت نہیں۔ مجھے صرف بادشاہ سے ملاقات کرنی ہے۔ لوگوں نے کہا۔ کہ تیرا بادشاہ سے کیا واسطہ ہے؟ جب دروازہ نہ کھلا تو اس نے دوبارہ ایسے زور سے

دروازہ کھٹکھٹایا کہ محل ہل گیا۔ بادشاہ کے خدام نے ہتھیار سنبھال لئے۔ اور ارادہ کیا کہ فقیر سے مقابلہ کیا جائے، تو فقیر نے بڑے زور سے چیخ ماری اور کہا کہ خیال کرکے مقابلہ کرنا میں ملک الموت ہوں۔ میں تمہارے بادشاہ کی روح قبض کرنے اور اس کی دار الفناء کی شاہی معزول کرنے کے لئے آیا ہوں۔

یہ سن کر تمام لوگوں کے حواس باختہ ہو گئے، اور ایسے خاموش ہوئے کہ گویا ان کے جسموں میں جان ہی نہیں۔

فَاسْتَمْهَلَ الْمَلِكُ فَاَبٰى كَمَا اَسَفَ وَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْمَالَ فَاِنَّهٗ غَرَّنِيْ۔

بادشاہ نے ملک الموت علیہ السلام سے تھوڑی سی مہلت مانگی۔ آپ نے انکار کر دیا۔ بادشاہ کو سخت افسوس ہوا۔ اور مال و دولت کی مذمت کرتے ہوئے کہنے لگا کہ مجھے اس نے دھوکہ میں رکھا۔

لیکن افسوس کہ آج میں خالی ہاتھ جا رہا ہوں، اور جو کچھ میں نے کمایا تھا وہ دشمنوں کے ہاتھ دے رہا ہوں لیکن مجھے اس سے سوائے حساب دینے اور عذابِ الٰہی کے کیا ہاتھ آیا۔ (روح البیان صہ۱۹۵ ـ ج۵)

اس دم دا کی بھروسہ اے
جیویں پانی وچ پتاسہ اے
ایہہ دنیا اِک تماشہ اے
کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرات محترم! موت کا وقت مقرر ہے۔ جب وقت آگیا، پھر

تاخیر نہیں ہوگی ۔ کوئی گھر میں ہو یا بازار میں ۔ کوئی مکان میں ہو یا دکان میں ۔ کوئی مسجد میں ہو یا مدرسہ میں ، کوئی جاگتا ہو یا سو رہا ہو ، کوئی خوش ہو یا ناخوش ، کوئی نیک عمل کر رہا ہو یا عملِ بد ۔ جیسے موت کا وقت مقرر ہے ۔ ایسے ہی جہاں موت آئے گی ، وہ جگہ بھی مقرر ہے ۔

سُورج میں موت

مقاصد الحسنہ میں ہے کہ ایک شخص سُورج کے فرشتے کے لئے کہتا تھا ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مَلِكِ الشَّمْسِ اے اللہ سُورج کے فرشتے پر رحمت بھیج ۔ ایک دن ملک الشمس نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ۔ یا الٰہ العالمین مجھے اس شخص کی زیارت کی اجازت بخشیئے ۔ جو میرے لئے دُعا کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اجازت بخشی تو وہ فرشتہ اس بندے کے ہاں تشریف لایا ۔ اور کہا بھائی میں صرف تیرے لئے زمین پہ آیا ہوں ۔ اور میں ملک الشمس ہوں ۔ بتلایئے میرے لائق کوئی خدمت ۔ اس نے کہا حضرت میں نے سُنا ہے ۔ کہ ملک الموت علیہ السلام کے ساتھ آپ کی دوستی ہے ۔ میرے متعلق انہیں کہیں کہ ایک تو مجھے موت کے مقررہ وقت سے پہلے مہلت دیں ۔ دوسرا میری رُوح قبض کرتے وقت آسانی فرمائیں ۔ ملک الشمس اس شخص کو لے کر سُورج میں پہنچ گئے ، اور اسے سورج میں بٹھا کر ملک الموت کے ہاں تشریف لے گئے ۔ اور اس کی سفارش کی ۔ تو ملک الموت علیہ السلام نے اس کا نام اور ولدیت وسکونت پوچھی ، ملک الشمس نے اس کا تعارف کرایا ۔

فَنَظَرَ مَلِكُ الْمَوْتِ فِي اللَّوْحِ مَعَهٗ فَقَالَ اِنَّ هٰذَا لَا يَمُوْتُ حَتّٰى

تو ملک الموت علیہ السلام نے لوح محفوظ کو دیکھ کر فرمایا کہ اس شخص کی موت سُورج کے اندر

يَقْعُدَ مَقْعَدَكَ مِنَ الشَّمْسِ قَالَ فَقَدْ مَقْعَدِيْ مِنَ الشَّمْسِ فَقَالَ فَقَدْ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ۔

لکھی ہے ، اور اس کی روح ہمارے خدام نے نکال بھی لی ہے ۔ چنانچہ ملک الشمس سورج میں واپس تشریف لائے تو اس شخص کو مُردہ پایا ۔ (روح البیان ص۱۳۲ ج ۷)

؎ اندھیرا گھر اکیلی جان دم گھٹتا دل اُکتاتا
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

حضرات ! صاف بات ہے ، جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے ۔ جیسا دنیا میں عمل کیا ہوگا ۔ ویسی ہی اس کی جزا اور سزا ہوگی ۔

مُجرم کی قبر

کسی مجرم کی قبر کھودی گئی ، تو اس سے ایک بہت بڑا زہریلا سانپ نمودار ہوا ۔ پھر دوسری جگہ کھودی گئی ، تو اسی طرح وہاں سانپ ظاہر ہوا ۔ چنانچہ متعدد مقامات پر یہی منظر دکھائی دیا ۔ یہاں تک کہ تیس ۳۰ مقامات پہ بار بار سانپ نظر آیا ۔ جب نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئی ۔

وَدَفَنُوْهُ مَعَهَا كَهٰذِهِ الْحَيَّةُ هِيَ عَمَلُهٗ

تو اسے اسی سانپ کے ساتھ دفنایا گیا ۔ یاد رہے کہ وہ سانپ ان کے بداعمال تھے ۔ (روح البیان ص۹۸ ج ۳)

قبر کے ساتھی

مرنے کے بعد انسان کے چار دوست ہیں ۔ (۱) کلمۂ شہادت (۲) نماز (۳) روزہ (۴) ذکرِ الٰہی ۔

وَهُوَ يَدْخُلُ فِي الْقَبْرِ وَيَشْفَعُ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى فَيَصْحَبُ الْمَيِّتَ فَلَا يَبْقٰى وَحِيْدًا۔

یہ چاروں بندے کے ساتھ قبر میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے ساتھی کی سفارش کریں گے۔ اس کے ساتھ رہیں گے۔ اسے اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔

یعنی یہ چاروں نہ صرف قبر کے ساتھی ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے ساتھی کی سفارش بھی کریں گے، اور لطف یہ ہے کہ مرنے کے بعد یہ چاروں اپنے ساتھی کو کسی وقت بھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔

حضرات گرامی! جس طرح بندے کے دوست چار ہیں، اسی طرح دشمن بھی چار ہیں۔ (۱) مال (۲) عیال (۳) اولاد (۴) دنیا کے دوست مگر فرق یہ ہے کہ دوست قبر میں ساتھ رہیں گے، اور جو دشمن ہیں۔ وہ ساتھ چھوڑ دیں گے۔

وَهِيَ لَا تَدْخُلُ فِي الْقَبْرِ مَعَ الْمَيِّتِ فَيَبْقٰى فَرِيْدًا وَحِيْدًا مِنْهُمْ۔

اور یہ میت کے ساتھ قبر میں نہیں جاتے۔ بلکہ بندہ قبر میں اکیلا اور تنہا رہ جاتا ہے۔

(درۃ البیان ص ۶۹۔ ج ۳)

حضرات! عقلمند کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اپنی قبر کی تنہائی کے لئے کچھ سوچے، اور قیامت کے دن کا لباس تیار کرے۔ قیامت کے دن کا لباس تقویٰ و طہارت ہے۔ اور انسان کا بہترین ساتھی عمل صالح ہے۔

حضراتِ گرامی! موت ایک دن آنی ہے، اور سب کو آنی ہے۔ مگر خوش قسمت ہیں وہ جنہیں مدینۃ الرسول میں موت آ جائے، اور مدینہ شریف

کا مدفن نصیب ہو جائے۔

درِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر موت

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیارِ عجم کے ایک قلعہ کو فتح کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ جس میں چار ہزار گھوڑ سوار تھے۔ ان کا امیر لشکر اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا اہلِ لشکر چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس قلعہ کے قریب پہنچے۔ وہ ایک بلند پہاڑی پر تھا۔ اہلِ لشکر کہتے ہیں۔ کہ ہم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن وہاں تک ہتھیار پہنچانے کا کوئی سبب نہ تھا۔ اس قلعہ کے اندر کفار کا لشکر تھا۔ اور امیر لشکر ایک عورت تھی۔ جو نہایت حسینہ و جمیلہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قلعہ کے محاصرہ سے بہت تھک گئے۔ کیونکہ کفار پر یہ ہتھیار استعمال کرنے کا کوئی موقع نہ ملتا تھا ایک دن کفار کی امیر لشکر نے ہمارے لشکر کی طرف ایک دریچے سے جھانک کر دیکھا، تو اس کی نظر ایک عربی نوجوان پر پڑ گئی۔ وہ بھی حسین و جمیل تھا۔ اسے جنگی مہارت بھی کافی حاصل تھی۔ وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ کفار کی امیر لشکر اس نوجوان کو دیکھتے ہی اس پر فریفتہ ہو گئی۔ اور دن بدن اس کے عشق میں پگھلنے لگی اس کی محرم راز نوکرانی نے سبب پوچھا اور کہا کہ آپ ہماری ملکہ ہیں اور قلعہ کے اندر محصور رہتی ہیں۔ آپ پر فوجوں کا زبردست پہرہ ہے۔ پھر بھی آپ آہیں بھرتی ہیں۔ اس نے کہا مجھے فکر ہے۔ کہ اس قلعہ کو فلاں نوجوان فتح کرے گا۔ نوکرانی نے کہا، وہ کیسے؟ اس نے کہا دیکھ لے، اب چند منٹوں کی بات ہے۔ یہ کہہ کر ملکہ نے اپنا ایلچی اس نوجوان کے ہاں بھیجا اور کہا کہ کوئی ایسی صورت بھی ہے۔ کہ تیری میری ملاقات ہو جائے۔ نوجوان نے

ایلچی کو جواب دیا کہ اسے جا کر کہہ دو کہ دو شرطوں پر تیری میری ملاقات ممکن ہے۔

(۱) اَلْحِصْنُ الْخَارِجُ اِلَیْنَا ۔ باہر والا قلعہ ہمیں دے دے۔

(۲) وَالدَّاخِلُ اِلَیْہِ ۔ اندر والا اس کو۔

ملکہ کو جواب پہنچا تو اس نے دوبارہ ایلچی بھیج کر وضاحت چاہی۔ کہ باہر والا قلعہ تو میں سمجھ گئی ہوں۔ کہ اپنی شاہی تمہارے سپرد کر دوں۔ لیکن اندر والے قلعہ سے کیا مراد ہے۔ اور وہ کس کو دینا ہے۔ اس نوجوان نے سمجھایا کہ اندر والے قلعے سے تمہارا دل مراد ہے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہے۔ ملکہ نے یہ سن کر جواب بھیجا۔ نوجوان کو کہو کہ اپنا لشکر قلعہ کے اندر لائیے۔ میں یہ قلعہ تمہارے قبضہ میں دے چکی ہوں۔ جب لشکر اسلام اندر پہنچا۔ تو اس نوجوان نے ملکہ کو اسلام پیش کیا۔ اس نے کہا چونکہ میں ایک بڑی ملکہ ہوں۔ اس لئے میں اسلام اسکے سامنے قبول کروں گی جو تمہارا امیر ہو۔ اس نوجوان نے کہا کہ اس وقت تو ہمارا امیر لشکر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ہمارے خلیفہ کا بیٹا ہے۔ ملکہ حضرت عبداللہ کے پاس حاضر ہوئی۔ اور انہیں بھی یہی سوال کیا۔ ملکہ نے کہا مجھے ان کے ہاں بھیج دو۔ جب وہ ملکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں حاضر ہوئی۔ تو وہاں بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ ہم سب کے بڑے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یہ ان کی قبر انور ہے۔ ملکہ نے کہا میں انہی کے حضور میں اسلام قبول کروں گی۔ چنانچہ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ اطہر کی طرف چلی۔ اور آکر سلام عرض کیا نہایت ہی باادب اور پرسکون ہو کر بیٹھ گئی۔ اور پڑھا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اور کہا کہ اب میں ظلمات سے نکل کر نور میں داخل ہو گئی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خوف ہے۔ کہ میں اب ایمان قبول کرنے کے بعد گناہوں میں ملوث نہ ہو جاؤں۔ لہٰذا میری درخواست ہے کہ آپ میرے لئے دعا فرمایئے۔ چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سچا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ اپنے ربّ تعالیٰ سے سوال کیجئے۔ تاکہ مجھے گناہ کے ارتکاب سے پہلے ہی موت دے دے۔ یہ کہہ کر اس نے،

ثُمَّ وَضَعَتْ رَأْسَھَا عَتَبَۃَ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ سَاعَتِھَا فَبَکٰی عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِنْ حُسْنِ حَالِھَا وَاَمَرَ بِغُسْلِھَا وَتَجْھِیْزِھَا وَدَفْنِھَا بِالْبَقِیْعِ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوکھٹ پر سر رکھ دیا اور وہیں پر وفات پا گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے حسن خاتمہ کو دیکھ کر رو پڑے۔ اور اس کی تجہیز و تکفین کا حکم دیا اس کی تجہیز و تکفین کر کے اسے جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

(روح البیان صفحہ ۱۰۲۔ ج ۳)

گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ دھرا ہو
جتنی ہو قضا ایک ہی سجدہ میں ادا ہو
اس کی قسمت پہ فدا تخت شہی کی راحت
خاک طیبہ پہ جسے چین کی نیند آئی ہو

دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں موت شہادت اور ایمان کی موت دے اور مدفن مدینہ شریف ہو جائے تو زہے نصیب،

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ

⊙

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شانِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ہ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ
اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَسَیُجَنَّبُہَا الْاَتْقَی ۙ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَہٗ مِنْ نِّعْمَۃٍ تُجْزٰٓی ۙ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی ۚ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی ۚ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ہ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ہ

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید، کی چند آیات تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ آیات حضرت سیّدنا

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ چنانچہ اللہ ربّ العزّت جل وعلا نے ارشاد فرمایا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۙ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۚ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ۙ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۚ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۚ (پ ۳۰)	اور الگ رہے گا، اس سے بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے، اپنا مال تاکہ وہ پاک ہو جائے، اور اس کے ہاں کسی کا کوئی احسان نہیں کہ اس کا بدلہ دیا جائے مگر رضا جوئی اپنے ربّ کی جو سب سے برتر ہے اور بس اور وہ راضی بھی ہو جائے گا۔

شانِ نزول — یہ آیاتِ مبارکہ حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں۔ جبکہ انہوں نے حضرتِ بلال، حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کفارِ مکہ سے خرید کر آزاد کروایا۔

کون ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جنہوں نے سب سے پہلے کملی والے محبوب کی غلامی اختیار کی ـــــــ جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ساتھ نہ چھوڑا ـــــــ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد سے لے کر تا دمِ آخر توحید و رسالت کا پرچار کیا ـــــــ جنہوں نے عظمتِ اسلام کی خاطر زیادہ سے زیادہ مال قربان کیا ـــــــ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کے ارشاد پر اپنا سارے کا سارا گھر لٹا دیا ـــــــ جنہوں نے غارِ ثور میں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں سانپ کے ڈنگ کے ڈنگ کھائے مگر محبوب کے آرام میں خلل نہ آنے دیا۔

کون ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

جنہیں سفر و حضر، جلوت و خلوت میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رفاقت نصیب ہوئی۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ایامِ علالت میں تین روز امامت کا شرف حاصل ہوا ـــــــ جنہیں بارگاہِ خدا سے صدیق کا لقب ملا ـــــــ جنہیں دربارِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عتیق کا لقب ملا ـــــــ

کون ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

جو ایک سچے اور سچّے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تھے، ـــــــ جو بالتحقیق افضل البشر بعد الانبیاء تھے ـــــــ جو امین بھی تھے ـــــــ اور دیانتدار بھی ـــــــ جو مشفق بھی تھے ـــــــ اور مہربان بھی ـــــــ

کون ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

نام :- عبد اللہ

لقب :- صدیق

کُنیّت :- عتیق

معراج کی صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی معراج کی تصدیق کی وجہ سے آپ کو صدیق کہا گیا۔ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرنے پر آپ کا لقب عتیق یعنی دوزخ سے آزاد یا لوگوں کو آزاد کرنے

والے کے ہوگیا۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں۔ سب سے بڑھ کر آپ کی فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ باالتحقیق افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی اِسلام لائے۔ اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جُدا نہ ہوئے۔ تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے۔

حلیہ مبارک

سفید رنگ ـــــ دراز قد

دُبلا بدن ـــــ چوڑی پیشانی

آپ اور آپ کے ماں باپ، آپ کی ساری اولاد، اور آپ کی اولاد کی اولاد صحابی ہیں۔

یہ شرف کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ مکہ معظمہ میں آپ کی پیدائش واقعہ فیل سے دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔ اور بائیس ۲۲ جمادی الآخر منگل کی شب ۱۳ھ میں مغرب وعشاء کے درمیان مدینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

بلا فصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں

خلافت: دو سال چار ماہ

عمر شریف: تریسٹھ سال

(مرآت صـ ۳۴۶ ـ ج ۸)

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا
عز و ناز خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
(اعلیحضرت)

صدیق عکس حسن کمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو فرمایا۔

اَنْتَ عَتِیْقُ اللّٰہِ مِنَ النَّارِ	تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد ہو۔ اسی دن سے آپ کا نام عتیق رکھا گیا۔ (مشکوٰۃ شریف صـ ۵۵۶)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے۔ میرا ہاتھ پکڑا۔ پھر مجھے جنّت کا وہ دروازہ دکھایا۔ جس سے میری اُمّت داخل ہوگی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری آرزو ہے۔ کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ یہاں تک کہ اسے دیکھتا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَا اِنَّکَ یَا اَبُوْبَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ	تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم وہ شخص ہو جو میری اُمّت میں سب سے پہلے جنّت میں جاؤ گے۔

اُمّتی ۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا۔ تو آپ رو دئیے اور بولے کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے سارے عمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کے عمل کی طرح ہوتے۔

اَمَّا لَیْلَتُہٗ فَلَیْلَۃٌ سَارَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی الْغَارِ۔

آپ کی رات وہ رات ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ غار کی طرف گئے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶)

یعنی میری ساری نیکیاں وہ لے لیتے اور مجھے وہ غار والی نیکی دے دیتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ۔

جس قوم میں ابوبکر ہوں، ان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ان کی امامت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا کوئی اور کرے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵)

حضرات! معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ و اہلبیت سے افضل بھی ہیں، اور زیادہ عالم بھی کیونکہ امام اسی کو بنایا جاتا ہے۔ جو سب سے زیادہ عالم اور افضل ہو۔

مرآت جلد ہشتم میں ہے بحوالہ لمعات یہ روایت نقل کی گئی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمارے دین میں ہمارا پیشوا بنا دیا تو دنیا میں آپ کو پیچھے کرنے والا کون ہے۔

بعد نبیاں دے کُل جہان وچوں
اُچی شان جناب صدیق دی اے
جسم پاک رُوح پاک تے پاک سینہ
پاک جان جناب صدیق دی اے
اِک اِک سطر تاریخ اِسلام اندر
مدح خواں جناب صدیق دی اے
صائمؔ چمک دی شان اِسلام اندر
آن بان جناب صدیق دی اے

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے محبت واجب

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری اُمت پر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت واجب ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب وہ رات آئی جس میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ تو تمہارے رب نے جنّاتِ عدن پر تجلّی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اپنی عزت و جلال کی قسم تجھ میں اسی کو داخل کروں گا۔ جو اس بچے سے محبت کرے گا۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۳۵۷۔ ج ۲)

درجاتِ ابُوبکر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے دریافت کیا اے جبریل، کیا میری اُمّت کا حساب ہوگا۔ انہوں نے کہا ہاں، سوائے ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سب کا حساب ہوگا۔ ان سے کہا جائے گا۔ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جنّت میں داخل ہو جایئے۔ وُہ کہیں گے میں نہیں داخل ہوں گا۔ جب تک کہ دنیا میں مجھ سے محبّت رکھنے والے میرے ساتھ نہ داخل ہوں گے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ کاش میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سینے کا ایک بال ہو جاتا اور کہتے ہیں۔ کہ مجھے یہ محبُوب ہے کہ جنّت میں ابُوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے منازل و درجات کو دیکھوں۔

(نزہت المجالس ص۳۵۶۔ ج۲)

حضراتِ محترم! اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کس قدر اعلیٰ شان سے نوازا ہے، اور جنّت میں آپ کا مقام کتنا بلند ہوگا۔ جس پر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی رشک کرتے ہیں۔

؎ جس دے پچھے حضوُرؐ نماز نیتی
کیہڑا ہور امام صدیق رضی اللہ عنہٗ ورگا
جس دے تقوے داکر دالے ذکر اللہ
کیہنوں ملیا اسلام صدیق ورگا
سُتا اے یار دے پیراں وچ حشر تیکر
کیہنوں ملیا آرام صدیق ورگا
غارِ ثور اندر ملیا جو صدّیق
ملیا کیہنوں انعام صدیق ورگا

پیشانیٔ سُورج پر نام ابُوبکر

عیون المجالس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد مروی ہے۔ ایک دفعہ حضوُر سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ اے عائشہ کیا میں تمہیں عطا نہ کروں کیا میں تم پر بخشش نہ کروں۔ انہوں نے عرض کیا، یا نبی اللہ کیوں نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ تمہارے باپ کا نام سُورج کے دل پر لکھا ہوا ہے اور سُورج روزانہ بیت اللہ شریف کے مقابل آتا ہے۔ تو رُک جاتا ہے۔ پھر وہ فرشتہ جو اس پر مقرر ہے۔ کہتا ہے۔ کہ اس نام کے طفیل جو تیری پیشانی پر لکھا ہوا ہے۔ گزر جا وہ گزر جاتا ہے۔

(نزہتہ المجالس ص۳۵۷۔ ج۲)

جنّت کی ٹکٹ

بحوالہ ریاض النضرہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم کے چہرہ کی طرف دیکھا تو مسکرا دیئے۔ انہوں نے پُوچھا، آپ مسکرائے کیوں ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو فرماتے سُنا ہے۔ کہ پُل صراط سے وہی سلامتی سے گزرے گا۔ جسے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ٹکٹ دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ میں نے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سُنا ہے۔ کہ علی بھی ٹکٹ اسی کو دیں گے۔ جس کے دل میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی محبت ہوگی۔

(نزہتہ المجالس ص۳۵۸۔ ج۲)

حضرات! معلوم ہوا کہ جنّت کا حقدار ہونے کے لئے محبّتِ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہونا لازمی ہے۔ جس کے دل میں حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بغض ہوگا۔ اسے جنّت کا داخلہ نصیب نہیں ہوگا۔

افضل البشر بعد الانبیاء

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چلتا دیکھ کر فرمایا تو اس کے آگے چل رہا ہے۔ جو دنیا و آخرت میں تجھ سے بہتر ہے۔

مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ خَیْرًا وَاَفْضَلُ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

انبیاء و مُرسلین کے بعد جہاں سے سُورج طلوع کرتا اور غروب کرتا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بڑھ کر کوئی بہتر اور افضل نہیں ہے۔

(روح البیان صہ ۶۲۔ ج، ۹)

داڑھی مُبارک کا بال

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی داڑھی مبارک کو کنگھی کر رہے تھے۔ ایک بال جُدا ہوکر یہودیوں کے قبرستان میں جا پڑا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ایک سو تین دن تک اس قبرستان سے عذاب اٹھا لیا۔ (راحت المحبین صہ ۱۹)

حضرات محترم! حضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لے کر خلیفہ اوّل ہونے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد باقی خلافتوں کی بھی ترتیب بیان فرمائی۔

خلیفۂ اوّل ابُوبکر صِدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اُنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا تھا۔ مکان کا دروازہ بند تھا۔ اچانک ایک شخص آیا۔ اور اس نے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پُوچھا کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ______ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو ان کی آمد کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا ان کے لئے دروازہ کھول دو، اور انہیں جنّت کی خوشخبری سُنا دو۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد کسی اور شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اے انس دیکھو کون ہے؟ میں نے باہر جا کر دیکھا تو حضرت عمرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو بتایا تو حکم ہوا۔ دروازہ کھول دو، اور اسے بہشت کی خوشخبری دو۔ اور کہہ دو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تم خلیفہ ہوگے۔ پھر ایک تیسرا آدمی آیا۔ اور دروازے پر دستک دی۔ حضور سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا، اے اُنس دیکھو کون ہے؟ میں نے دیکھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضُور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا انہیں بھی جنّت کا مژدہ سنا کر دروازہ کھول دو۔ اور کہو کہ حضرت عمرُ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد وہ خلیفہ ہوں گے۔

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے دستِ مبارک پر ایک پتھر رکھ کر مسجد کی بنیاد رکھی

تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا تم اپنا پتھر میرے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے کہا کہ تم اپنا پتھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پتھر کے پہلو میں رکھو۔ پھر فرمایا یہ میرے بعد بالترتیب خلیفہ ہوں گے۔ جب جنگ حنین میں گھمسان کی لڑائی ہوئی، تو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بتایئے کہ آپ کے صحابہ میں معزز ترین شخص کون ہے؟ جسے ہم کسی موقعہ پر آپ کا خلیفہ منتخب کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ہیں میرے وزیر ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جو میرے بعد قائم مقام ہوں گے۔ ان کے بعد میرے دوست عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی باری ہے۔ جو نہایت صائب (درست) باتیں کرتے ہیں۔ ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میرے بھائی ہیں۔ جو حشر میں میرے مصاحب (ساتھی) ہوں گے۔

(شواہد النبوۃ صـ۲۲۲)

حضرات گرامی! اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کی موجودگی میں خلافت کی ترتیب بیان فرمائی۔ مگر اس وقت کسی نے اعتراض نہیں کیا۔ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خلیفہ اوّل ہونے چاہیئے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ خلافت کا جھگڑا ڈالنے والے سب نئی پود ہے

حضرات محترم! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت میں کئی فتنے

اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مدد فرمائی۔ کہ آپ نے بطریق احسن ان فتنوں پر قابو پا لیا۔ جن میں ایک فتنہ زکوٰۃ کے منکرین کا تھا۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ و نصرتِ الٰہی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد اہل مکہ و اہل مدینہ اور بحرین کے قبیلہ عبدالقیس کے سوا باقی عامۃ العرب مرتد ہو گئے۔

فَقَالَ الْمُرْتَدُّوْنَ اَمَّا الصَّلٰوۃَ فَنُصَلِّیْ وَاَمَّا الزَّکٰوۃَ فَلَا تُغْصَبُ اَمْوَالُنَا۔

پس مرتدوں نے کہا۔ ہم نمازیں تو پڑھیں گے۔ لیکن اپنے مالوں کی زکوٰۃ دے کر ہم اپنے مال ضائع نہیں کرنا چاہتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ میں جمع فرمایا ہے۔ انہیں ہرگز جدا نہ کروں گا۔ بخدا اگر زکوٰۃ سے بکری کا ایک بچہ بھی (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ادا کرتے تھے) مجھ سے روکو گے تو میں تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مدد فرمائی۔ حتیٰ کہ مرتدین نے زکوٰۃ کی فرضیت کا اقرار کرلیا۔ (روح البیان صـ۴۰۵۔ ج ۲،)

حضرات محترم! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اللہ تعالیٰ نے صدیق کا لقب عطا فرمایا، یہی وجہ تھی کہ آپ کی زبان سے جو بات بھی نکلتی وہ سچ نکلتی۔ اور جیسی بات آپ کی زبان سے نکل جاتی معاملہ

اسی طرح ہو جاتا۔ لہٰذا جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صداقت کو نہیں مانتا۔ اس نے قرآن مجید کی آیت کا انکار کر دیا، اور جس نے قرآن مجید کی ایک زیر زبر کا بھی انکار کر دیا۔ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تمام صحابہ و اہلبیت آپ کو صدیق اکبر مانتے تھے۔

امام زین العابدین و صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس ایک شخص آیا، اور کہنے لگا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی کوئی بات کیجئے۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی، سائل نے حیران ہو کر پوچھا، ابوبکر کو آپ بھی صدیق کہتے ہیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا۔ اُن کا نام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اور مہاجرین و انصار نے صدیق رکھا ہے۔

وَمَنْ لَمْ يُسَمِّهٖ صِدِّيْقًا فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ قَوْلَهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اِذْهَبْ فَاَحِبَّ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا۔	اور جو ان کو صدیق نہیں مانتا۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی بات کو سچا نہ کرے۔ جاؤ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں سے محبت پیدا کرو۔ (الصواعق محرقہ صفحہ ۵)

صداقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے، کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں ایک عورت آئی اور کہنے لگی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر میں جو شہد کی مکھی تھی گر پڑی ہے، اور میرا شوہر سفر میں ہے آپ نے فرمایا، تجھ کو صبر کرنا چاہیئے۔ وہ خدا کو پیارا ہو گیا ہے۔ وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی۔ پھر اس نے اپنا یہی خواب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے بیان کیا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا قول ان سے ذکر نہ کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کہا جا، آج رات تیرا خاوند گھر آ جائے گا۔ چنانچہ وہ پریشان حالت میں گھر چلی گئی۔ جب رات ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ اس کا شوہر آ گیا۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو جا کر اطلاع دی، یہ سُن کر آپ سوچنے لگے۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم جو آپ نے فرمایا تھا وہی حق ہے۔ لیکن جب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مُنہ سے یہ نکل گیا تھا۔ کہ تیرا خاوند رات کو گھر آ جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے صدیقِ اکبر کی بات کو سچ کرنے کی خاطر اس کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۲۵۸ ج ۲)

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی گواہی

نسفی نے بیان کیا ہے۔ کہ ایک شخص کا مدینہ پاک میں انتقال ہو گیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، اور کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اس کا جنازہ نہ پڑھایئے۔ آپ رُک گئے۔ اتنے میں ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آ گئے۔ اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
اس کی نماز پڑھ لیجئے۔ میں اس کی نسبت سوائے بھلائی کے کچھ نہیں جانتا۔
اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، اور کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم آپ اس کی نماز جنازہ پڑھ لیجئے۔ کیونکہ ابوبکر کی شہادت
میری شہادت پر مقدم ہے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۳۵۹ - ج ۲)

بعد نبیاں دے کُل جہان وِچّوں
اُچی شان جناب صدیق دی اے
جِسم پاک، رُوح پاک، تے پاک سینہ
پاک جان جناب صدیق دی اے
اِک اِک سطر تاریخ اِسلام اَندر
مدح خواں جناب صدیق دی اے
صائم چمک دی شان اِسلام اندر
آن بان جناب صدیق دی اے

رعایا کا خادم

ابوصالح غفاری سے روایت ہے، کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک بڑھیا رہتی تھی۔ جو آنکھوں سے اندھی تھی۔ اس کا کام کرنے والا کوئی نہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روزانہ جاتے اور اس کی خدمت کرتے۔ اور اس کے کھانے کا انتظام کرتے۔ پانی بھر کر اُسے دے آتے۔ ایک دن گئے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ آپ سے پہلے ہی کوئی اس بڑھیا کا کام کاج کر گیا ہے۔ آپ حیران ہوئے کہ آخر وہ کون ہے؟ جو مجھ سے پہلے ہی اس بڑھیا کو کھانا بھی دے گیا اور پانی بھی بھر گیا ہے۔ چنانچہ کئی دن ایسا ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہٗ اس جستجو میں رہنے لگے۔ ایک دن آپ وقت سے پہلے ہی تشریف لے آئے، تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اس بڑھیا اندھی مائی کا پانی بھرنے والا خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہے۔ (خلفاء راشدین صفحہ ۸۹)

ابوبکر پر سلام

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک جُبّہ پہن کر تشریف لائے۔ جس کے سینہ کو کانٹا لگا کر بند کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ تو انہوں نے بھی کانٹا لگا ہوا جُبّہ پہن رکھا تھا۔ یہ دیکھ کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اے جبرائیل علیہ السلام یہ کیسا لباس ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ اسی لباس میں ہو جائیں۔ جس میں زمین پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے قمیض میں کانٹا کیوں لگایا ہوا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے جبرائیل ابوبکر نے آج مجھ پر کل مال خرچ کر دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پر سلام بھیجتا ہے، اور فرماتا ہے۔ اے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تجھے جو میری وجہ سے فقیری ہو گئی ہے۔ کیا تو اس پر خوش ہے یا ناراض۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے عرض کیا۔ میں اپنے رَبّ پر بہت راضی اور بہت خوش

ہوں۔ (خلفاء راشدین ص۳۹)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شانِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ ○
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ○
وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ○
اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی ○
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ○ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ○

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید، فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ یہ آیۂ کریمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئی۔ چنانچہ اللہ ربّ العالمین

نے ارشاد فرمایا۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاهِيْمَ مُصَلًّى (پ۱)	اور مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔

شانِ نزول

تاریخ الخلفاء میں حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے میری رائے سے اکیس ۲۱ مقامات پر اتفاق فرمایا ہے۔ یعنی تقریباً قرآن مجید کی اکیس ۲۱ آیات حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاهِيْمَ مُصَلًّى "، اور مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔ حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں عرض کیا، اے کملی والے آقا میرا دل چاہتا ہے، کہ طواف کے نفل ہم مقامِ ابراہیم کے سامنے اس طرح پڑھا کریں۔ کہ کعبہ کی طرف نماز ہو مگر سامنے یہ پتھر بھی ہو۔ جس پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے قدم پڑے ہیں۔ تاکہ نماز میں اس پتھر کا بھی ادب ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہی قانون بنا دیا۔ کہ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰاهِيْمَ مُصَلًّى "۔ چنانچہ آج تک طواف کے نفل اسی جگہ اسی طرح ادا ہوتے ہیں۔

کون عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ دوم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نام : عُمر لقب : فاروقِ اعظم

کُنیت : ابوحفص

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

کی مُراد ہیں۔ قرآن مجید کی کئی آیات آپ کی رائے کے مطابق نازل ہوئیں انتہائی درجہ کے متقی و پرہیزگار۔ عدل و انصاف کے پیکر فاتح اعظم۔

حُلیہ مبارک

رنگ سفید و سُرخ۔ دراز قد۔ نہایت اعلیٰ جسم تھے۔ چہرہ مبارک سے نورِ حق جگمگاتا تھا۔ مکّہ معظمہ میں آپ کی پیدائش واقعہ فیل سے تیرہ سال بعد ہوئی۔ ۲۴ھ یکم محرم الحرام کو آپ کی شہادت ہوئی۔ زمانۂ خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔

عمر شریف : ۶۳ سال

وہ عُمرؓ جس کے اعدا پہ شیدا سقر
اُس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
فاروقِ حق و باطل امام الہدیٰ!
تیغِ مسلول شدّت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی ہمزبانِ نبی!
جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
(اعلیٰحضرت)

کون عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ :-

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہیں امیرالمؤمنین کہا گیا ــــــ آپ ہی نے سب سے پہلے تاریخ و سنہ ہجری کا آغاز کیا ــــــ آپ نے ہی ماہ رمضان میں باجماعت نماز تراویح پڑھنے کی سُنّت جاری فرمائی ــــــ آپ ہی نے نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں پڑھنے کا حکم دیا ــــــ آپ ہی کے دورِ خلافت میں دفاتر بنائے گئے اور وزارتیں قائم کی گئیں ــــــ سب سے زیادہ فتوحات

آپ ہی کے دورِ خلافت میں ہوئیں ـــــــ

کون عُمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ؟

جو دنیا کی ہر نعمت سے مالا مال ہونے کے باوجود انتہاء درجہ کے متقی و پرہیزگار تھے ـــــــ جن کے دربار سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب، چھوٹے اور بڑے کو یکساں طور پر انصاف ملتا تھا ـــــــ جن کی طبیعت ہر قسم کے طمع و لالچ سے پاک و صاف تھی ـــــــ جن کے جاہ و جلال اور رُعب و دبدبہ سے ظالموں کے دل لرزتے تھے۔ ـــــــ جن کی سیاسی بصیرت نے مختلف قبائل کے لوگوں کو ایک صف میں کھڑا کر دیا تھا ـــــــ جن کی دس سال چھ ماہ اور چار دن کی قلیل مُدّتِ خلافت میں ہزاروں قلعے فتح ہو چکے تھے ـــــــ جن کی عاجزی و انکساری نے خود کو پیدل اور باری آنے پر غلام کو گھوڑے پر سوار کر دیا تھا ـــــــ جن کی غریب پروری اور رعیّت کی خبر گیری کی فکر نے آپ کی زندگی کو بے آرام کر دیا تھا ـــــــ جن کے عدل و انصاف نے اپنے ہی لختِ جگر کو جُرم کی سزا میں جاں بحق کر دیا تھا ـــــــ جن کے مختصر عرصۂ خلافت میں ایران و رُوم ـــــــ عراق و شام ـــــــ دمشق و مدائن ـــــــ اور مصر و یمن ـــــــ پر اسلامی پرچم لہرا چکا تھا۔ جن کی رائے کے مطابق قرآن مجید کی کئی آیات نازل ہوئیں۔

کون عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ؟

جو محسنِ اسلام بھی تھے ـــــــ اور مجسّمۂ عدل و انصاف بھی ـــــــ جو پیکرِ دین و ایمان بھی تھے ـــــــ اور صاحبِ

خلوص و اخلاق بھی ـــــــ جو منبعِ مہر و وفا بھی تھے ـــــــ اور سراپا عفو و عطا بھی ـــــــ آپ ہی کی وہ ہمہ گیر شخصیت تھی ـــــــ جس نے ایک ایسا نظامِ حکومت ترتیب دیا، جس سے دکھیوں کے دُکھ دُور ہو گئے ـــــــ پریشان لوگوں کی مشکلیں آسان ہو گئیں ـــــــ مصیبت زدہ لوگوں کو راحت و سکون میسّر آ گیا ـــــــ حقداروں کو ان کا حق مل گیا ـــــــ مظلوموں کو بدلہ مل گیا ـــــــ بے سہارا لوگوں کو سہارا مل گیا ـــــــ کیونکہ انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسا بے مثل عادل و کامل حکمران مل گیا ـــــــ

کون عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ؟

جن کے اسلام لانے پر فرشتوں نے مُبارکیں دیں ـــــــ جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خدا سے مانگ کر لیا ـــــــ جن کے حکم سے دریائے نیل جاری ہو گیا ـــــــ جن کے ایک دُرّہ ملنے پر زمین کا زلزلہ ختم ہو گیا ـــــــ جن کے انصاف نے اپنے بیٹے کو بھی معاف نہ کیا ـــــــ جن کا جنتی محل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے معراج کی رات جنّت میں دیکھا ـــــــ جن کے ہیبت و جلال سے سُورج کی روشنی مدّھم پڑ گئی ـــــــ جن کی بہتر زندگی کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دُعا کی ـــــــ جن کا ذکر کرنے کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دیا ـــــــ جن کے ساتھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مصافحہ کرے گا ـــــــ جن کی بارگاہِ الٰہی میں اسلام خود گواہی دے گا ـــــــ جن کی نیکیاں آسمان کے ستاروں کے برابر ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ منگیا رب توں نبی سوہنے
مراد سوہنا اے کلی مختار دا اے
جدوں بولے پہاڑ دی ڈولدے نیں
بڑا دبدبہ شیر جرار دا اے!
ایہدے خطاں نال نیل دریا چلّے
ایہدے اگے کوئی دم نہ مار دا اے
جدوں کعبے وچ عمرؓ آذان دتی
اجمل ٹٹیا مان کفار دا اے

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ	بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اور دل پر حق جاری فرمایا۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

یعنی ان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں۔ وہ حق ہوتے ہیں، اور زبان سے جو بولتے ہیں۔ وہ حق بولتے ہیں۔ ان کے خیالات ان کے کلام نفسانی یا شیطانی نہیں ہوتے۔ بلکہ رحمانی ہوتے ہیں۔

حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ہم خیالات کرتے تھے،

إِنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ.	کہ جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر سکینہ بولتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷)

حضرات گرامی! سکینہ کے لفظی معنی ہیں۔ سکون قلب اور اطمینان دل یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام ان کی زبان سے مسلمانوں کے دلوں کو چین ملتا ہے۔

علامہ صائم چشتی صاحب فرماتے ہیں۔

شاناں اچیاں حضرت فاروق دیاں
بوہے کفر والے جیہنے بند کیتے
جیہنوں منگیا نبی نے رب کولوں
جیہدے رتبے رب بلند کیتے
لشکر حضرت فاروق دے رب سچے
ہر میدان اندر فتح مند کیتے
اس دی شان کی کرے بیان صائم
جس دے مشورے رب پسند کیتے

عمر عمر توں عمیر فاروق بنیا
سن کے درس قرآن دا بھین کولوں
پورا اوہدے تے عمل فاروق کیتا
سنی گل جو شاہ کونین کولوں
مسلماناں دے واسطے ہے واجب
بچدے ذہن تعصب دی ڈین کولوں
سند لئی اے صائم غلامیاں دی
حضرت عمرؓ نے حسن حسین کولوں

سہ

حضرت عمر فاروق دی زندگی دا
جیہڑا کم ڈٹھا لاجواب ڈٹھا
ہو کے بادشاہ اپنی قوم تائیں!
اک چادر دا دیندا حساب ڈٹھا
ہتھیں ٹاکیاں لاؤندا لباس اُتے
کائنات نے عمر خطاب ڈٹھا
رنگ سورج دا ہویا سیاہ صائم
غصے نال جد عالی جناب ڈٹھا

دشمن مٹے نہ مٹے پر عمر والے
بے بہا احسان اسلام اُتے
اک اک ورق تاریخ اسلام والے
کردا فخر فاروق دے نام اُتے
کس دی طاقت اے کھڑا جو ہو سکے
حضرت عمر دے اعلیٰ مقام اُتے
کس دی رسم ہے عمر دے باجھ صائم
شہنشاہ تھلے تے غلام اُتے

پھڑ کے تیغ توحید دی کافراں دا
سارا ختم جنون فاروق کیتا

اللہ تعالیٰ نے اوہو پسند کیتا
نافذ جیہڑا قانون فاروق کیتا
لوڑ جدوں وی پئی حضور تائیں!
پیش اپنا خون فاروق کیتا
کئی سو کوہ اُتے صائم ساریاں نوں
بناں تاراں دے فون فاروق کیتا

مجلسوں کی زینت

روایت میں آتا ہے کہ:-

اَوَّلُ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ الرَّبُّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ۔

سب سے پہلے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سلام بھیجے گا۔

حضرت عروۃ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ام المؤمنین نے فرمایا۔

زَيِّنُوْا مَجَالِسَكُمْ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَبِذِكْرِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیج کر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر سے اپنی مجلسوں کی زینت بناؤ۔ (جواہری فریدی ص ۱۷۳)

صاحب الہام

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ارشاد فرمایا۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بُغض رکھنے والا مجھ سے بُغض رکھتا ہے، اور عمر سے محبّت کرنے والا مجھ سے محبّت کرتا ہے۔ اور عرفہ کے دن زوال کے بعد حج کا دن ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام حاجیوں پر عموماً اور خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فخر کرتا ہے۔ اور جتنے نبی ہوئے اُن کی قوم میں ایک صاحب الہام ہوا۔ اور میری اُمّت میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب الہام ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پُوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم محدّث و صاحب الہام کی تعریف کیا ہے؟ ارشاد فرمایا، محدّث و صاحب الہام وہ ہے۔ جو فرشتوں کی زبان میں گفتگو کرتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء صـ۱۲۲)

؎ فارُوق ظلّ جاہ و جمال محمّد صلی اللہ علیہ وسلم است

حضرات گرامی! جیسا کہ آپ نے پڑھا کہ حضرت عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیّت ہیں۔ جن کا ذکر کرنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے حکم فرمایا۔ جن کی محبّت کو اپنی محبّت اور جن کے ساتھ بُغض رکھنے والے کو اپنے ساتھ بُغض رکھنے والا فرمایا۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی وہ خوش قسمت ہستی ہیں۔ جن کو آپ نے دُعا دی۔ اور اپنے متعلق دُعا کرنے کے لئے کہا۔

خوشی کی زندگی

ایک دن حضرت عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں سفید دُھلا ہوا لباس پہن کر حاضر ہوئے۔ تو حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے پُوچھا اے عمر یہ کپڑے دُھلے ہوئے ہیں، یا نئے حضرت عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی دُھلے ہوئے ہیں۔ اس پر

حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔

اِلْبِسْ جَدِیْدًا وَّعِشْ حَمِیْدًا وَّمُتْ شَہِیْدًا	نیا لباس پہن، اور اچھی عیش وخوشی کی زندگی بسر کر اور تجھے شہادت کی موت آئے۔

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں تیری آنکھ کی ٹھنڈک زیادہ کرے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی وَاِیَّاكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اور آپ کو بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم۔

(جواہر فریدی صـ۱۷۱)

دُعا میں شرکت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم سے اجازت چاہی تاکہ خانہ کعبہ کی زیارت کروں اور عمرہ بجالاؤں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اجازت دی اور فرمایا۔

اَشْرِكْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا۔	اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی دُعا میں ہم کو بھی شریک کر لینا اور یاد رکھنا بھُول نہ جانا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اگر مجھے دنیا کی ساری دولت بھی مِل جائے۔ تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، جتنی خوشی مجھے اس دن ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے مجھے دُعا کے لئے فرمایا۔

(جواہر فریدی صـ۱۷۱)

حضرات گرامی! آج کل تو کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق و حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان اختلافات کی غلط فہمیاں پیدا کر رکھی ہیں۔ مگر اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا آپس میں

کوئی اختلاف نہیں تھا۔ بلکہ وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے۔

عمرؓ کیلئے علی کی دعا

جب حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز تراویح کے لئے لوگوں کا امام بنایا۔ تو مسجد میں چراغاں کیا۔ اس پر حضرت شیر خدا علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خوش ہو کر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

نَوَّرْتَ مَسْجِدَ نَوَّرَ اللّٰهُ
قَبْرَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ

اے عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو نے ہماری مسجد کو روشن کیا۔ اللہ تعالیٰ تیری قبر کو روشن کرے۔
(روح البیان صـ۸۱ ـ ج ۱۰)

حضرات گرامی! اپنے مقام پر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبادت بھی اعلیٰ ہے۔ سخاوت بھی ارفع ہے۔ شجاعت بھی بے مثال ہے اور آپ کی کرامات بھی لاجواب ہیں۔

زمین پر حکومت

ایک دفعہ حضرت امیر المومنین عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک راہ سے گزر رہے تھے کہ ایک تیل بیچنے والی عورت راستے میں کھڑی رو رہی تھی۔ اس نے کہا کیا یہ درست ہے۔ کہ تیرے عہد میں زمین میرا تیل پی جائے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمین کو حکم فرمایا اے زمین اس بڑھیا کا تیل دے دے۔ ورنہ اسی دُرے سے تیری خبر لوں گا۔ ابھی یہ بات اچھی طرح کہنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ زمین پھٹ گئی۔ اور اس میں سے سارا تیل باہر نکل آیا۔ جسے اس بڑھیا نے برتن میں ڈال لیا۔ (راحت القلوب صـ۵۵)

غضب عمرؓ

ایک مرتبہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھے ہی رہے تھے۔ اور آپ کی پشت مبارک سورج کی طرف تھی۔ جب دھوپ نے اثر کیا۔ تو پھر غضب کی نگاہ سے دیکھا۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ سورج سے روشنی چھین لو۔ اس نے عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ کیوں گرم کی ہے۔ فرشتوں نے روشنی لے لی، تو سارا جہان تاریک ہو گیا۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا تو پریشان ہوئے اور فرمایا شاید قیامت برپا ہو گئی۔ جو آفتاب سے روشنی چھن گئی۔ اسی اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قیامت تو قائم نہیں ہوئی۔ بلکہ آفتاب سے حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ گرم ہوئی تھی۔ جنہوں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ سو اسی وقت سے ہم نے اس سے روشنی چھین لی۔ اگر عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوں۔ تو ہم اس کی روشنی واپس کر دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر سفارش کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نے غضب کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ لیکن اب میں نے بخشا، فوراً آفتاب کو روشنی واپس مل گئی۔

(راحت القلوب صـ۵۵)

قیصر کا سر کٹ گیا

ایک مرتبہ قیصر روم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پیغام بھیجا۔ کہ کیا وجہ ہے تو مال نہیں بھیج رہا۔ اس نے معذوری کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ جناب قاصد حالات کا جائزہ لینے آئے ہیں۔ اگر صورت حال مناسب ہو گی۔ تو ہم

بھیج دیں گے۔ ورنہ نہیں۔ جب قیصر روم کے قاصد مدینہ منورہ میں حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے۔ پوچھا کہ امیر المؤمنین کہاں ہیں۔ جب صحن میں گئے۔ تو دیکھا کہ آپ اپنی قمیض سی رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا۔ آپ روشن ضمیری کے سبب جان گئے۔ پوچھا کہ مال لائے ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ نہیں دیتا۔ دُرّہ پاس پڑا تھا۔ اٹھا کر فرمایا۔ سفیر دین نے قیصر روم کو ہلاک کر دیا۔ وہ رُعب کھا کر چلے گئے۔ راستے ہی میں انہوں نے سُنا کہ قیصر روم تخت پر بیٹھا دربارِ عام کر رہا تھا۔ کہ اتفاقاً دیوار پھٹی اور ایک ہاتھ مع دُرّہ ظاہر ہوا۔ جس سے قیصر کا سر کٹ گیا۔ قاصدوں نے جو کیفیت دیکھی تھی بیان کر دی۔ پھر اس قدر مال آیا۔ جس کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت دیکھ کر کئی ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔ (راحت القلوب صـ۵۶)

یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساریہ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر نہاوند میں بھیجا جمعہ کا دن تھا۔ کہ دورانِ خطبہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھو۔ تھوڑے دنوں بعد فوج کا ایک قاصد دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین ہمیں میدانِ جنگ میں شکست ہو رہی تھی۔ کہ اچانک ہم نے تین مرتبہ یہ آواز سُنی یا ساریۃ الجبل اے ساریہ پہاڑ کی طرف رُخ کر۔ چنانچہ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کر لیا۔ جس پر اللہ تعالےٰ نے ہمیں دشمن پر فتح دے دی۔

(تاریخ الخلفاء صـ۱۲۸)

؎ پھڑ کے تیغ توحید دی کافراں دا
سارا ختم جنوں فاروق کیتا
اللہ تعالیٰ نے اوہو پسند کیتا
نافذ جیہڑا قانون فاروق کیتا
لوڑ جدوں دی پئی حضور تائیں
پیش اپنا تون فاروق کیتا
کئی سو کوہ اتے قائم ساریہ نوں
پناں تاراں دے فون فاروق کیتا

زلزلہ ختم ہوگیا

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الشامل میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا۔ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی مگر زمین لرزتی رہی۔ پھر آپ نے جاہ و جلال میں آ کر زمین پر ایک کوڑہ مارا اور فرمایا۔

قِرِّیْ اَلَمْ اَعْدِلُ عَلَیْکَ | اے زمین ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر انصاف نہیں کیا۔

زمین فوراً تھم گئی۔ اور زلزلہ ختم ہوگیا۔ امام الحرمین فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الحقیقت ظاہر و باطن میں امیر المؤمنین زمین اور اس کی آبادی میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے۔ جس طرح آپ اس پر آباد انسانوں کی غلطیوں پر انہیں سزا دیتے تھے۔ اسی طرح زمین کو بھی اس سے صادر ہونے والے واقعات پر سزا دیتے تھے۔

(جامع کرامات اولیاء صـ۱۵۴)

شاہ روم کا ایلچی ڈر گیا

ایک مرتبہ شاہِ روم کا ایلچی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضری کے لئے مدینہ طیبہ میں آیا۔ اور آپ کے دولت کدہ کو تلاش کرنے لگا۔ اس کا خیال تھا۔ آپ کا گھر بھی کوئی شاہی محل قسم کا ہوگا۔ لوگوں نے اس کو بتایا کہ ان کا محل کوئی نہیں وہ تو اس وقت شہر سے باہر صحرا میں دودھ دوہنے تشریف لے گئے ہیں۔ جب وہ صحرا میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ سر کے نیچے اپنا دُرّہ رکھے مٹی پر سو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ایلچی حیران رہ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ مشرق و مغرب کے لوگ اس انسان سے ڈرتے ہیں۔ مگر اس کی کیفیت یہ ہے۔ پھر جی میں سوچا کہ وہ تنہا ہیں۔ مجھے انہیں قتل کر دینا چاہیئے۔ تاکہ لوگوں کو ان سے نجات مل جائے۔ جب اس نے قتل کے لئے تلوار اٹھائی تو اللہ کریم نے زمین سے دو شیر نکال دیئے۔ وہ اس کی طرف لپکے وہ ڈر گیا۔ اور تلوار ہاتھ سے زمین پر گر گئی۔ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کھل گئی۔ مگر انہیں تو کوئی شیر دکھائی نہ دیا۔ آپ نے اس سے کیفیت پُوچھی، تو اس نے سب ماجرا بیان کر دیا، اور آغوشِ اسلام میں پناہ لی۔

(جامع کرامات اولیاء صـ۵۲ـم)

دریا عبُور ہو گیا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدائن کسریٰ کی جانب لشکر روانہ کیا۔ جب وہ لوگ دجلہ کے کنارے پہنچے۔ تو انہیں کوئی کشتی نہ ملی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کے سردار تھے۔ انہوں نے اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اے دریا تو حکم خدا سے جاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ وسیلہ اور عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عدل و انصاف کی بدولت

ہم کو پار ہو جانے دے۔ اس کے بعد یہ سب لوگ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں سمیت دریا عبُور کر گئے۔ اور ان کے سم تک بھی تر نہ ہوئے۔

(نزہۃ المجالس صـ۳۷۲ـ ج ۲)

مومن کی بصیرت

حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا میں صبح کی نماز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پیچھے پڑھ رہا ہوں۔ اتنے میں آپ کے پاس ایک لونڈی کھجوریں لے کر آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ پھر اسی طرح دوسری کھجور بھی میرے منہ میں داخل کر دی۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ میں بیدار ہوا تو کھجور کی مٹھاس مجھے محسوس ہو رہی تھی۔ میں مسجد گیا اور عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ چاہا کہ اپنا خواب بیان کروں۔ اتنے میں دیکھتا کیا ہوں۔ کہ سچ مچ ایک لونڈی کھجوریں لئے ہوئے مسجد کے دروازے پر موجُود ہے۔ اس نے وہ کھجوریں لا کر حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھ دیں۔ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھجور میرے مُنہ میں دے دی۔ پھر اسی طرح دوسری کھجور بھی۔ اس کے بعد باقی کھجوریں اپنے باقی ساتھیوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں چاہتا تھا۔ کہ مجھے ایک اور کھجور مل جائے۔ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اگر رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اور کھجوریں دی ہوتیں۔ میں بھی دے دیتا۔ مجھے اس سے تعجب ہوا۔ کہ عمرؓ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ اس پر حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن ایمان کے نوُر سے دیکھتا ہے۔ میں نے کہا، آپ نے سچ

کہا ہے اے امیرالمؤمنین میں نے ایسا ہی دیکھا تھا۔ اور آپ کے ہاتھ سے بھی وہی مزہ پایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے دستِ مبارک سے پایا تھا۔

(نزہتہ المجالس ص۳۶۵۔ ج ۲)

دو جنّتیں مل گئیں

ابن ابی الدنیا نے کتاب القبور میں نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بقیع کے قبرستان کے پاس سے گزرے۔ فرمانے لگے یہ شہر خموشاں کے مکینو، السّلام علیکم ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں۔ کہ تمہاری بیویوں نے اور شادیاں رچالی ہیں۔ اور تمہارے گھروں میں اور لوگ رہ رہے ہیں۔ اور تمہارے مال بانٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ سُن کر ایک آواز دینے والے نے جواب دیا۔ اے فاروقِ اعظم ہمارے پاس یہ خبریں ہیں۔ کہ جو نیکیاں ہم نے اپنے سے پہلے اس عالم میں بھیج دی تھیں وہ یہاں ہمیں مل گئی ہیں۔ جو ہم راہِ خدا میں خرچ کر آئے ہیں۔ اس کا نفع حاصل کر لیا ہے۔ اور جو پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ وہ تو صرف خسارہ ہی خسارہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ایک نوجوان کی قبر پر تشریف لے گئے اور پکارے اے فلاں۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۔

اور جو اپنے رَبّ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں۔ ڈر سے ان کے لئے دو جنّتیں ہیں۔

چنانچہ قبر کے اندر سے اس نوجوان نے جواب دیا، اے جناب فاروق مجھے میرے رَبّ نے دو جنّتیں عطا کر دی ہیں۔

(جامع کراماتِ اولیاء ص۴۴۸)

امیرالمؤمنین کا تقویٰ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا میرا جی تازہ مچھلی کھانے کو چاہتا ہے۔ چنانچہ آپ کے غلام نے اونٹنی کو دوڑایا اور ایک مچھلی خرید کر لایا۔ پھر اُونٹ کو نہلایا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ ٹھہرو ذرا ہم اونٹ کا معائنہ کر لیں۔ آپ نے اونٹ کے کان کے نیچے کا پسینہ دیکھ کر فرمایا تم اسے دھونا بھول گئے۔ افسوس میں نے اپنی خواہش کے لئے اس غریب اونٹ کو تکلیف دی۔ اس حالت میں اب میں یہ مچھلی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اونٹ کی تکلیف دہی کے پیشِ نظر اپنی خواہش کی منگوائی ہوئی مچھلی تناول نہ فرمائی۔

(تاریخ الخلفاء ص۱۳۱)

بے اَدبی کی سزا

حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص سے حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اس کا نام پُوچھا، اس نے کہا، چنگاری، پھر پُوچھا، تمہارے باپ کا نام، اس نے کہا شعلہ، پھر پُوچھا کس قبیلہ سے تعلق ہے ؟ اس نے کہا، آگ۔ پھر پُوچھا، رہتے کہاں ہو، اس نے کہا، گرمی میں، یہ تمام جوابات سُننے کے بعد فرمایا جاؤ۔ اپنے اہل وعیال کی خبر لو۔ وہ جل رہے ہیں۔ غرضیکہ اس شخص نے اپنے گھر جاکر دیکھا کہ گھر بار جل رہا ہے۔ اور اس کے اہل وعیال بھی جل رہے ہیں۔

(تاریخ الخلفاء ص۱۲۹)

پیکرِ عدل وانصاف کا بستر

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہاں روم کے بادشاہ نے ہدایا اور کچھ بہترین کپڑے اور اعلیٰ قسم کا جبہ ایک ایلچی کے ذریعہ روانہ کیا۔ جب ایلچی مدینہ طیبہ میں پہنچا تو لوگوں سے پُوچھا، کہ خلیفہ صاحب کا ایوانِ خاص

کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خلیفہ کا نہ تو کوئی ایوانِ خاص ہے، اور نہ
بہترین بنگلہ اور نہ کوٹھی۔ بلکہ ایک مختصر سا جھونپڑا۔ اور چھپڑ دار کوٹھڑی ہے
چنانچہ رومی ایلچی کو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیام گاہ کا راستہ
بتایا گیا۔ جب وہ رومی ایلچی حضرت عمرؓ فاروق رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ میں پہنچا تو
اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ دیکھا تو وہ ایک معمولی سا جھونپڑا ہے اور اس
کے دروازے عرصہ کثیر گزر جانے سے گرد و غبار کی وجہ سے سیاہ ہو چکے ہیں
اس جھونپڑے میں اس کی ملاقات حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہ ہو
سکی۔ تو وہ آپ کی قیام گاہ سے باہر ان کی تلاش میں نکلا۔ لوگوں سے
پوچھا تو اسے جواب ملا کہ وہ غربا و مساکین کی ضروریات کو پورا کرنے
میں مصروف ہیں۔ اور رعایا کی خبر گیری کے لئے شہر سے باہر تشریف
لے گئے ہیں۔ رُومی ایلچی شہر سے باہر چلا گیا۔ کچھ آگے چل کر دیکھا تو حضرت
عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیوار کے سایہ تلے اپنا کوڑا سر کے نیچے رکھ کر
لیٹے ہوئے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ عَدَلْتَ فَاَمِنْتَ فَنِمْتَ حَيْثُ شِئْتَ وَاُمَرَاؤُنَا ظَلَمُوْا فَاحْتَاجُوْا اِلَى الْحُصُوْنِ وَالْجُيُوْشِ۔

جب رومی ایلچی نے یہ کیفیت دیکھی تو کہنے لگا اے خلیفۃ المسلمین تم نے عدل و انصاف کیا ہے۔ تو اب آپ آرام فرما ہیں۔ آپ کو کوئی خطرہ نہیں۔ اور ہمارے بادشاہوں نے ظلم کیا۔ اس لئے وہ اب ڈر کے مارے گھروں سے باہر نہیں نکلتے بلکہ سپاہ کے پہرہ میں مضبوط قلعوں میں بند ہیں۔ (روح البیان ص۲۲۹_۲۴)

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے۔ کہ ایک دفعہ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں
عمرؓ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا عادل حکمران عطا فرمائے۔
(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہٗ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۝

اَمَّا بَعۡدُ!

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَاَنۡفَقُوۡا لَهُمۡ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۝ اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ وَبَلَّغَنَا رَسُوۡلُہُ النَّبِیُّ الۡکَرِیۡمُ۔

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت و محبت کے ساتھ ہدیۂ درود و سلام پیش کریں۔

حضرات محترم! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی ایک آیۂ کریمہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شان بیان فرمائی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَاَنۡفَقُوۡا لَهُمۡ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۝ (پ ۲۷)

ترجمہ: تو جو تم میں ایمان لائے اور اس کی راہ میں خرچ کیا۔ ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے۔ کہ یہ آیت حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شان میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ایمان اور راہِ خدا میں خرچ کرنے کی تعریف فرمائی گئی ہے اور اس پر ان سے بڑے انعام کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ پورا فرمائے گا۔

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

واقعہ فیل کے چھ سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

کنیت

عہدِ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابو عمرو تھی۔ لیکن اسلام لانے کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب آپ کے صاحبزادے عبد اللہ کی ولادت ہوئی تو آپ کی کنیت ابو عبد اللہ رکھی گئی۔ اسلامی تبلیغ کے آغاز ہی میں دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے۔

خاندان

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا سلسلہ نسب درج ذیل ہے۔ عثمان بن عفان بن ابو العاص بن اُمیہ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب قرشی اموی۔

شرافتِ نسبی

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد الشمس تھا، اور آپ کی نانی کا نام ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم تھا۔ جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد بزرگوار حضرت

عبداللہ بن عبدالمطلب کی جڑواں بہن تھی۔ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اروٰی دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن کی بیٹی تھیں۔

اسلام آوری میں سبقت ابنِ اسحاق کا بیان ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام قبول کرنے کے فوراً بعد ہی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے اسی لئے آپ سابقین الاوّلین ہیں۔

حُلیہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد درمیانہ، رنگ سُرخ و سفید چہرہ پر چیچک کے داغ، گھنی داڑھی تھی، کندھے چوڑے، پنڈلیاں بھری ہوئیں، ہاتھ لمبے تھے۔ جن پر بال بھی تھے۔ سر کے بال گھنے تھے۔ اور کنپٹی کے بال کانوں تک تھے۔ دانت چمکدار و خوبصورت تھے،

عُمر ۸۲ سال

خلافت ۱۲ سال

یوم شہادت اٹھارہ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک ۳۵ھ

ذُوالنورین کی وجہ تسمیہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھ سے میرے ماموں حسین بن جعفی نے کہا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنورین کہنے کی وجہ تسمیہ جانتے ہو۔ میں نے کہا جی نہیں تو کہنے لگے۔ کہ آدم علیہ السلام سے

سے لے کر قیامت تک کسی نبی کی دو لڑکیاں کسی ایک شخص کے نکاح میں نہیں آئیں۔ البتہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں بیاہی تھیں۔ اسی لئے آپ کو ذوالنورین کہتے تھے۔

خصُوصیّات حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں ہیں، جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ سب سے پہلے ہجرت کی اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ نیز آپ ان چھ لوگوں میں سے ہیں جن سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رحلت تک راضی رہے۔ آپ ان حضرات میں سے ہیں۔ جنہوں نے قرآن کریم جمع کیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۳)

سہ عثمان ضیائے شمع جمال محمد صلی اللہ علیہ وسلم است

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ؟

جن کے ہاتھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ فرمایا ——

جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو بیٹیاں آئیں —— جن کا لقب ذوالنورین بنا۔

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟

جنہوں نے اپنی ساری دولت اسلام کی سربلندی کی خاطر وقف کر دی —— جو ہر وقت غریبوں، مسکینوں کی اعانت میں مصروف رہتے —— جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر اپنی دولت قربان کرنے کے انتظار میں رہتے —— جن کے حیاء کا یہ مقام کہ اُن کے آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پنڈلی کا کپڑا درست کر کے عثمانِ غنی کو اپنے پاس بلائیں —— جن کی سخاوت کا یہ حال کہ

بیک وقت ایک ہزار غلّے سے لدے ہوئے اونٹ راہِ خدا میں نثار کردیں ـــــــــ جن کی محبّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا یہ عالم کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو اپنے گھر دعوت پر بُلا کر آپ کے ہر قدم پر غلام آزاد کر دیئے۔ جنہوں نے دو مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے جنّت خرید لی۔

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ؟

پیکرِ شرم و حیا ـــــــــ معدنِ جود و عطا ـــــــــ منبعِ نیکی و شرافت ـــــــــ دامادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم ـــــــــ جامعِ قرآن مجید ـــــــــ

حضرت سیّدنا عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اسلام میں تیسرے خلیفہ ہیں ـــــــــ آپ کی شخصیت اپنے مقام پر ارفع و اعلیٰ ہے

حضراتِ گرامی! جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صداقت بے مثال ہے ـــــــــ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی عدالت بے مثال ہے ـــــــــ اسی طرح حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی سخاوت بے مثال ہے۔

استقامتِ اسلام

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جب اسلام قبول کیا، تو آپ کے چچا حکم بن ابوالعاص آپ کو پکڑ کر لے گئے۔ اور ایک کمرہ میں بند کر دیا۔ اور کہا کہ تم نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب سے روگردانی کر کے ایک نیا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جب تک تم نیا ـــــــــ مذہب نہ چھوڑو گے۔ میں تمہیں آزاد نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جواب دیا! اے چچا جان لے کہ اب مجھے موت بھی آجائے۔ مگر یہ سچّا مذہب، مذہب اسلام ترک نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب حکم بن عاص نے آپ کو اسلام پر مستحکم دیکھا۔ تو آپ کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۵)

؎ حلق پہ تیغ رہے اور سینے پہ جلّاد رہے
آقا لب پہ تیرا کلمہ رہے اور دل میں تیری یاد رہے

عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کیلئے دُعا

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بار چار روز تک ہمیں کچھ کھانے کو نہ ملا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تشریف لائے اور آپ نے ہم سے دریافت کیا۔ کیا میرے بعد تمہیں کچھ ملا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے وضو کیا۔ پھر آپ نماز پڑھنے لگے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے دُعا کی۔ اتنے میں حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپہنچے اور دریافت کرنے لگے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کہاں ہیں میں نے ماجرا بیان کیا۔ اس پر عثمانِ غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ رونے لگے۔ پھر عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ چلے گئے۔ اور ہمارے لئے آٹا اور کچھ چھوارے وغیرہ بھیج دیئے۔ پھر کہنے لگے اس میں تو بڑی دیر لگے گی۔ یہ کہہ کر روٹیاں اور بھنا ہوا گوشت بھیج دیا۔ بعد ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم تشریف لائے اور آپ نے پوچھا، کیا تمہیں کچھ ملا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ جو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے بھیجا تھا۔ میں نے بتا دیا۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم بیٹھے نہیں، بلکہ سیدھے مسجد چلے گئے اور جا کر دُعا کرنے لگے۔ کہ الٰہی میں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے راضی ہوں، تو بھی ان سے راضی ہو جا۔ اسی طرح آپ نے تین مرتبہ دُعا فرمائی۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۳۹۳ ج ۲)

عثمانِ غنی کا حساب معاف

حضرت شیرِ خدا علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں، کہ ایک دفعہ میں نے عرض کیا' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزِ قیامت سب سے پہلے کس کا حساب ہوگا۔ آپ نے فرمایا' ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا' میں نے پوچھا پھر کس کا' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا' عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا' میں نے پوچھا پھر کس کا' آپ نے فرمایا تمہارا میں نے کہا۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہاں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ میں نے ——— عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ایک خفیہ حاجت چاہی تھی۔ انہوں نے پوری کر دی۔ پھر میں نے خدا سے درخواست کی کہ ان سے حساب نہ لیا جائے۔ ایک روایت میں ہے، کہ میری حاجت خفیہ طور پر انہوں نے پوری کر دی تو میں نے درخواست کی کہ ان سے پوشیدہ طور پر حساب لیا جائے۔

(نزہتہ المجالس صفحہ ۳۹۷۔ ج ۲)

ڈھال واپس کر دی

جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی لختِ جگر نورِ نظر پیاری بیٹی سیّدہ طیبہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ ہوا۔ تو مہر میں ایک ڈھال مقرر ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فرمایا کہ اپنی یہ ڈھال لے جا کر فروخت کر دو۔ اور اس کی قیمت لے آؤ۔ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ چار سو اسّی درہم میں فروخت کی۔ وہ ڈھال بہت عمدہ تھی۔ تلوار اس پہ بالکل اثر انداز نہ ہوتی تھی۔ جب ڈھال حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے سپرد کر دی اور قیمت

وصول کر لی۔ تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا۔ اے علی آپ اس ڈھال کے زیادہ مستحق ہیں۔ میں یہ ڈھال آپ ہی کو ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضےٰ کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ خود بھی سخی تھے۔ جب انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اس طرزِ عمل کو دیکھا تو شکریہ ادا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لوٹے۔ ڈھال بھی اور درہم بھی دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس صورتحال کے متعلق پوچھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق میں دُعا فرمائی۔ ان دراہم میں سے مٹھی بھر درہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ضروریاتِ خانہ داری خریدنے کے لیے دیئے۔ آپ نے حضرت سلمان اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ان کے ساتھ کر دیا۔ تاکہ اگر زیادہ بوجھ ہو جائے تو اٹھا لائیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم باہر نکلے میں نے گنا تو تین سو ساٹھ (۳۶۰) درہم تھے۔ ان تمام سے میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے سامان خریدا۔ ایک مصری گدیلا جو ریشم سے بھرا ہوا تھا۔ ایک چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ عبا خیبری چند مٹی کے برتن اور ریشم کا ایک پردہ تھا۔ یہ تمام سامان حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں لائے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب انہیں دیکھا آپ کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ اور دُعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰى الْقَوْمِ اٰنِیَۃُ لَھُمْ	اے اللہ اس قوم پہ برکت نازل فرما۔ جس کے بہترین برتن مٹی

الحَذُوْتُ ۔ کے ہیں۔

(معارج النبوۃ ص۵۵ ج۳)

حضرات! اِن واقعات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اتنے خوش تھے۔ کہ انہیں خوش ہو کر دُعائیں دیتے رہے۔ اور یہ بات مسلّم ہے۔ کہ جس پر کملی والے آقا خوش ہو جائیں۔ اس پر خدا بھی خوش ہو جاتا ہے۔ اب بتائیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و شان، بلندی و مرتبہ میں کسی قسم کی کمی ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنّت کے اعلیٰ مقام پر ہوں گے اور انشاء اللہ العزیز ان سے محبت رکھنے والے بھی جنّت میں جائیں گے۔ مگر ان کے ساتھ بغض و دشمنی رکھنے والے دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔

عُثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حُسن

حضور سیّدِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السّلام نازل ہوئے، اور عرض کرنے لگے کہ دنیا میں اگر آج بھی یُوسف علیہ السّلام کو دیکھنا ہو تو حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لیا جائے۔ اس لئے کہ وہ یوسف علیہ السّلام کی شکل وصُورت کے مشابہ ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی بیٹی حضرتِ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود فرمایا۔ کہ تیرا شوہر نامدار تیرے دادا حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور تیرے والد کے ہمشکل ہے۔ یاد رہے کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی حسن وجمال میں مشہور تھیں۔ اس لئے عورتیں شادیوں میں سہرا پڑھتیں تو کہتیں۔

ے اَحْسَنُ شَیْءٍ یُرٰی اِنْسَانٌ
رُقَیَّۃُ وَبَعْلُھَا عُثْمَانٌ

اگر حسین ترین انسان دیکھنے ہوں تو حضرت رقیہ اور ان کے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ لو۔

(روح البیان ص۲۴۹ ج۴)

نُور کے جوڑے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائے جائیں گے۔ ان کی شہ رگوں سے خون جوش مارتا ہو گا۔ رنگ خون کا سا ہو گا۔ اور خوشبو مُشک کی سی، اور ان کو نُور کے دو جوڑے پہنائے جائیں گے۔ اور پُل صراط پر ان کے نور میں ایماندار گزریں گے۔ لیکن اس میں ان کے دشمن کا حصّہ نہیں ہے۔

(نزہۃ المجالس ص۳۹۹ ج۲)

جنّت میں بُلند درجہ

ایک دن حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے والدِ گرامی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں، اور عرض کی ابّا حضور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر میرے شوہر سے بہتر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

تھوڑی دیر خاموش رہے، اور کچھ جواب نہ دیا۔
بعدازاں فرمایا! اے بیٹی، تیرا شوہران میں سے
ہے۔ کہ خدا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس
کو دوست رکھتے ہیں، اور وہ خدا اور رسول صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے، اور بہشت
میں اس کے لئے ایک جگہ مقرر ہے۔ میری اُمت
میں ان کے اُوپر کسی کا بھی مقام نہیں ہے۔

(جواہر فریدی صـ۱۸۷)

شانِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ | بنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد

حضور سرورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور آگے پیچھے مرتی چلی جاتیں تو میں ہر دوسری کو تجھ سے بیاہتا چلا جاتا۔

(انوارِ محمدیہ صـ۱۹۳)

کون عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

؎ صاف صاف قرآن دے وچ اوندا
ہتھ نبی دا رب رحمان دا ہتھ

اوسے اپنے ہتھ نوں نبی کہیا
ایہہ ہتھ اے میرے عثمان دا ہتھ
آئے پھر سخاوتاں رہوے کردا
رُکدا نئیں عثمان سُلطان دا ہتھ
جیہڑی ضرب عثمان نُوں آئے ظالم
ڈک لیندا اے نبی ذیشان دا ہتھ

؎ جو دی آیا حضور دے در منگن
اوہنوں گنج حضور عطا کیتے
بدو جنے سُلطان زمانیاں دے
ایسے پاک شعور عطا کیتے
جے کوئی ذرہ حضور توں لین آیا
اوہنوں سوہنے طور عطا کیتے
اُچی شان عثمان دی جہنوں ظالم
کملی والے دو نور عطا کیتے
شاناں والے عثمان دا شان اُچا
کیہنوں ملیا اے شان عثمان ورگا
کیہنوں ملیا حیا عثمان ورگا
کیہنوں ملیا ایمان عثمان ورگا
ونڈناں اللہ دے راہ خزانیاں نوں
کہنے کریاں اے دان عثمان ورگا
صائم کردا تلاوت شہید ہویا
کہنے پڑھنا قرآن عثمان ورگا

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شانِ علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عقیدت ومحبت کے ساتھ ہدیۂ درود وسلام پیش کریں۔

حضراتِ گرامی! میں نے آپ کے سامنے قرآن مجید، فرقانِ حمید کی دو آیتیں تلاوت کیں ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ

وجہہ کی سخاوت کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ (پ ۲۹)	اور کھانا کھلاتے ہیں، اس کی محبت پر مسکین یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں۔ تم سے کوئی بدلا یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

شانِ نزول

سورۂ دھر کی یہ آیتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت امام حسن، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خادمہ بی بی فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں نازل ہوئیں۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تاجدارِ ھَلْ اَتٰی کہا جاتا ہے۔ واقعہ یوں ہے

ایثارِ اہلِ بیت

ایک دفعہ حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوگئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ساتھ لے کر ان کی عیادت کے لئے گئے۔ تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے کہا۔ اے اَبَا الْحَسَن۔ اے شیرِ خدا اپنے شہزادوں کی صحتیابی کے لئے کوئی منت مان لیں تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمادے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، میں اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے تین روزے رکھتا ہوں۔ سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر کرتی ہوئی۔ تین روزے رکھتی ہوں۔ دونوں شہزادوں نے کہا ہم بھی تین تین روزے رکھیں گے۔

ان کی خادمہ فِضّہ نے کہا میں بھی تین روزے رکھوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے شہزادوں کو صحت عطا فرمائی۔ سب نے مَنّت پُوری کرنے کے لئے روزے رکھے۔ مگر اس وقت گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنے ہمسایہ یہودی جس کا نام شمعون تھا۔ اور وہ صوف کی تجارت کرتا تھا۔ اس کے پاس گئے۔ اور کہا کیا تم صوف (یعنی اُون) کاتنے کے عوض بارہ سیر جَو دیتے ہو (اور وہ صوف تین صاع تھا۔ جس کا وزن ساڑھے تیرہ کلو بنتا ہے) جسے فاطمہ بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کاتے گی۔ یہودی نے اسے تسلیم کر لیا صوف اور جَو لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا۔ آپ نے دھاگہ کاتنا منظور فرمالیا۔ تیسرا حصّہ صوف کات کر چار سیر جَو لئے آٹا پیس کر گوندھا اور پانچ روٹیاں پکائیں۔ جو کہ ہر ایک کے لئے ایک ایک تھی' چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی اور گھر تشریف لائے۔ دستر خوان بچھایا گیا۔ اور کھانا کھانے بیٹھ گئے ابھی پہلا لقمہ ہی اٹھایا ہوگا۔ کہ دروازے سے آواز آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم۔ اے اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں مسکین ہوں۔ اپنے کھانے سے مجھے بھی کھانا دو' اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنّت سے کھانا کھلائے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ہاتھ سے لقمہ رکھ دیا۔ اور فرمایا اے پیکرِ صدق ویقین فاطمہ اے شہزادیٔ سرورِ کائنات فاطمہ کیا مسکین شکستہ حال کو دیکھتی ہو۔ جو ہمارے دروازے پہ کھڑا آواز دے رہا ہے۔ سیّدہ خاتونِ جنّت نے فی الفور جواب دیا اے میرے آقا میں عقل و سخاوت کی غذا سے پلی ہوں۔ میری طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے دستر خوان سے سارا کھانا اٹھایا اور مسکین کے حوالے کر

دیا۔ اور سب اہلِ خانہ رات بھر بھُوکے رہے۔ پانی سے ہی افطاری کی اور پانی سے سحری' پھر دوسرے دن سیّدہ نے دوسری تہائی کاتی اور چار سیر جَو لئے۔ ان کو پیسا' آٹا گوندھ کر اس کی پانچ روٹیاں ہر ایک کے لئے ایک ایک روٹی پکائی۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لائے۔ جب دستر خوان بچھایا گیا۔ کھانے کے لئے بیٹھے۔ ابھی پہلا لقمہ اٹھایا تھا۔ کہ دروازے سے آواز آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلّم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے گھر والو تم پر سلام ہو۔ میں مہاجرین کا ایک یتیم ہوں۔ اپنے کھانے سے مجھے بھی کچھ دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جنّت سے کھانا کھلائے گا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اسی وقت لقمہ دستر خوان پہ رکھ دیا۔ اور سارا کھانا اٹھا کر یتیم کو دے دیا۔ پانی سے افطاری کر کے ساری رات بھُوکے سوئے رہے۔ جب تیسرا دن ہوا تو سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صوف کی تیسری تہائی دھاگہ کاتا۔ اور چار سیر باقی جَو لیے اور آٹا گوندھ کر پانچ روٹیاں ہر ایک کے لئے ایک ایک روٹی پکائی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پیچھے پڑھی۔ اور گھر تشریف لائے۔ سیّدہ نے دستر خوان آگے رکھا۔ آپ کھانا کھانے بیٹھے ہی تھے کہ دروازے سے آواز آئی۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اے اہلِ بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تم پر سلام ہو۔ میں ایک مسلمان قیدی ہوں۔ ہم کو کفّار نے قید کر لیا تھا اور ہم پر بہت سختی کی۔ کھانا تک نہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور باقی اہلِ خانہ سب نے کھانا اٹھا کر قیدی کو عطا کر دیا۔ اہلِ بیت نے تین روزے

اسی طرح پورے کئے۔ چوتھے روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حسن و حسین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی خدمت میں آئے۔ اس حال میں کہ بھوک کی وجہ سے حسنین کے جسم کانپ رہے تھے۔ پوچھا بیٹا یہ کیا؟ شہزادوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم بیٹی فاطمہ کے پاس آئے جو کہ مصلّے پر کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔ مگر بھوک کی وجہ سے وجود لرز رہا تھا اور آنکھیں دھنس گئی تھیں۔ آپ کو یہ معاملہ ناگوار گزرا۔

فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالَ خُذْ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ هَنَّاكَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِ بَيْتِكَ فَاَقْرَاَهُ السُّوْرَةَ۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کی اے محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم اللہ تعالےٰ آپ کو اہلبیت کے بارے میں خوشگوار فرمائے۔ لیجئے یہ سورۃ ھَلْ اَتٰی، اور یہ انہیں پڑھ کر سنائیں۔

(تفسیر روح البیان ص۲۶۸۔ ج ۱۰۔ نور الابصار ص۳۹ ج ۱)

؎ حیدر بہارِ باغِ خصالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم است

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سوانح عمری۔

نام: علی بھی اور حیدر بھی۔

لقب: کرار

کنیت: ابوالحسن اور ابوتراب۔

حیدر کے معنی ہیں شیر۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد ہیں۔ انہوں نے اپنے والد کے نام پر آپ کا نام حیدر رکھا۔ کرار کے معنی ہیں پلٹ پلٹ کر حملے کرنے والا۔ حضرت ابوطالب نے آپ کا نام علی رکھا، اور حضور

صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے آپ کو اسد اللہ کا خطاب دیا۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی اولاد آپ ہی سے چلی۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے علی کو غسلِ ولادت دیا اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کو غسلِ وفات دیا۔

حلیہ مبارک: پیشانی چوڑی، میانہ قد، شانے چوڑے اور گوشت سے پُر، تمام جسم اور سر پر بال زیادہ۔ پیٹ بڑا۔ چوڑی لمبی داڑھی۔ رنگ سفیدی مائل گندم گوں اور کولہے بھاری تھے۔

ولادت: ۲۲ رجب بروز اتوار کو ظہورِ نبوّت سے دس سال قبل بیت الحرام میں پیدا ہوئے۔

شہادت: ۲۱ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ

خلافت: پونے پانچ سال۔

عمر: ۶۳ سال

؎ مرتضٰے شیرِ حق اشجع الاشجعین !
ساقیٔ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
اصل نسلِ صفا وجہِ وصلِ خدا
بابِ فضلِ ولایت پہ لاکھوں سلام
شیر شمشیر زن شاہ خیبر شکن
پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

کیوں علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ۔

حضور صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم امام الانبیاء ہیں ——— حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ امام الاولیاء ہیں ـــــ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبیوں میں بے مثل ہیں ـــــ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ولیوں میں بے مثل ہیں ـــــ

کون علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ۔

جن کی ولادت کعبہ میں ہوئی ـــــ جن کی شہادت مسجد میں ہوئی، جنہوں نے قبولِ اسلام تک کسی بت کو سجدہ نہ کیا ـــــ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باب الحکمۃ اور باب العلم کہا ـــــ منبع ولایت ـــــ سرچشمۂ علم و حکمت، پیکر لطف و عطا ـــــ مرکز حقیقت و معرفت ـــــ مجسمہ شریعت و طریقت ـــــ آپ کی سخاوت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی شجاعت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی امامت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی خلافت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی شرافت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی عدالت بھی بے مثال ہے ـــــ آپ کی شہادت بھی بے مثال ہے ـــــ

علی شاہِ مرداں علی شیرِ یزداں !
علی دروازہ علوم دے شہر دا اے
اوہ برباد ہویا فوراً غرق ہویا
جھٹیا ہویا جو علی دے قہر دا اے
نعرہ علی دا کفر دے کوٹ توڑے
نام علی تریاق ہر زہر دا اے

پڑھی علی جد ہووے نماز صائم
سورج پرت پیندا پچھلے پہر دا اے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا۔ تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آئے ان کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ عرض کیا کہ آپ نے اپنے صحابہ میں بھائی چارہ کرا دیا ہے۔

وَلَمْ تُوَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

اور مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، تم دین و دنیا میں میرے بھائی ہو۔ (مشکوٰۃ شریف صـ ۵۶۴)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہاجرین کو انصار کا بھائی قرار دیا کہ فلاں مہاجر فلاں انصاری کا بھائی اور فلاں فلاں کا۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ رہ گئے تھے۔ آپ نے روتے ہوئے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے سب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ مگر مجھے کسی کا بھی بھائی نہ بنایا۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ اس پر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے علی پریشان کیوں ہوتے ہو تم میرے دنیا و آخرت کے بھائی ہو۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک لشکر بھیجا۔ جن میں جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی تھے، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے سنا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتّٰى

الٰہی جب تک میں علی کو نہ دیکھ

تُرِيۡتِي عَلَيۡنَا ۔

تُو مجھے موت نہ دینا ۔
(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴)

کرم اللہ کی وجہ تسمیہ

بعض مشائخ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرم اللہ وجہہ الکریم کہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب آپ اپنی والدہ بی بی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم کے بطن اطہر میں تشریف فرما تھے ۔

اِنَّهَا كَانَتْ اِذَا اَرَادَتْ اَنْ تَسْجُدَ لِلصَّنَمِ وَهُوَ فِيْ بَطْنِهَا يَمْنَعُهَا مِنْ ذٰلِكَ ۔

تو بی بی صاحبہ جب بھی بُت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتی تھی، تو آپ پیٹ میں ہی انہیں سجدہ کرنے سے روک دیتے تھے ۔
(روح البیان صفحہ ۳۶۳ جلد ۸)

حضرات محترم! معلوم ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کے شکم میں یہ کرامت تھی۔ کہ آپ نے اپنی والدہ کو بُت کے سامنے جھکنے سے روک دیا ۔
اب دیگر کرامات ملاحظہ ہوں ۔

ہاتھ جُڑ گیا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ایک حبشی غلام کو پیش کیا گیا جس نے چوری کی تھی۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تُو نے چوری کی ہے۔ اس نے کہا جی ہاں ۔ چنانچہ آپ نے اس کلمہ کو اس پر تین مرتبہ دہرایا ۔ اور وہ کہتا رہا کہ ہاں میں نے چوری کی ہے ۔ اس کے بعد آپ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور وہ کاٹ دیا گیا۔ پھر اس نے وہ کٹا ہوا ہاتھ لیا اور باہر نکلا ۔ راستے میں اسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے ۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے ۔ اس نے جواب دیا ۔ کہ دین کے

بازو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد، فاطمہ بتول کے شوہر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو کاٹا ہے ۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا کہ ایک تو انہوں نے تیرا ہاتھ کاٹ دیا ہے ۔ دوسرا تو ان کی تعریف کرتا ہے ۔ اس نے کہا کہ ہاں انہوں نے ایک ہاتھ کے بدلے مجھے دردناک عذاب سے نجات دی ۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع دی ۔ پس آپ نے اس حبشی کو بلایا ۔ وہ حاضر ہوا ۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس کے کٹے ہوئے ہاتھ کی جگہ پر رکھا اور رومال سے اُس کو چھپا دیا ۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ ہاتھ اچھا ہو گیا ۔ (قلیوبی صفحہ ۶۴) (جامع کرامات اولیاء صفحہ ۱۴۵)

خفیہ بات کا علم

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے ۔ ایک دن آپ نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جاؤ ۔ وہاں ایک مسجد ہے ۔ جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے ۔ اس میں ایک مرد اور عورت آپس میں لڑ رہے ہیں ۔ انہیں میرے پاس لے آؤ ۔ وہ شخص وہاں گیا اور ان دونوں کو ساتھ لے آیا ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا ۔ نوجوان نے جواب دیا ۔ اے امیر المؤمنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی ۔ اگر ممکن ہوتا تو اسے اسی لمحہ اپنے سے جدا کر دیتا ۔ اس نے میرے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا ۔ حتیٰ کہ آپ کا فرمان پہنچ گیا ۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل مجلس کو مخاطب

فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے۔ لیکن یہ نہیں چاہتا کہ اس کی باتیں کوئی اور بھی سُن لے۔ یہ سُنا تو تمام حاضرینِ مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف وہ دونوں باقی رہ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کی طرف مُنہ کرکے پوچھا اس نوجوان کو پہچانتی ہو؟ اس نے جواب دیا نہیں جناب۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں تاکہ تو اسے پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔ اس نے عرض کی جناب آپ کی بات کا بلا وجہ انکار نہ کروں گی۔ فرمایا تم فلاں بنت فلاں نہیں ہو؟

اس نے کہا، ہاں جناب وہی ہوں۔

فرمایا، کیا تمہارا ایک چچازاد بھائی نہ تھا اور تم ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ اس نے کہا ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا ایک رات تو کسی کام کو باہر آئی تو اس نے تجھے پکڑ کر تجھ سے جماع کیا۔ جس کے نتیجہ میں تو حاملہ ہو گئی۔ یہ واقعہ تو نے اپنی ماں کو تو بتا دیا۔ لیکن باپ سے اس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا۔ تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی۔ تیرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو تو نے اسے ایک کمبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا۔ جہاں سے آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک کُتا آیا۔ جس نے اسے سُونگھا۔ تو نے اس کُتے پر ایک پتھر دے مارا۔ جو بچے کے سر پر لگا۔ جس سے وہ زخمی ہو گیا تیری ماں نے اپنے ازاربند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا پھر تم دونوں واپس چلی آئیں۔ اور تمہیں اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس عورت نے جواب دیا۔ ہاں سرکار ایسا ہی ہوا تھا۔ لیکن اے امیر المؤمنین اس واقعہ

کا میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔ آپ نے فرمایا جب صُبح ہوئی تو فلاں قبیلا اس لڑکے کو اٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیت کی۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ ہی کوفہ میں آیا۔ اب تجھ سے شادی کرلی پھر پھر آپ نے اس نوجوان سے کہا ذرا اپنا سر ننگا کرنا۔ اس نے سر کو ننگا کیا تو زخم کا اثر ظاہر تھا۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا لڑکا ہے۔ ربّ العزت نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا۔ اب جا اسے لے جا۔

(شواہد النبوۃ صـ۲۸۱)

حضرات! اللہ کی عطا سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمِ غیب کا یہ عالم کہ آپ نے ساری کی ساری خفیہ بات بتا دی۔ جسے وہ عورت سُن کر حیران رہ گئی۔ جب غلام کے علم کا یہ مقام ہے، تو آقا کا علم کتنا زیادہ ہوگا۔

پانی معمول پر آگیا

ایک دفعہ اہلِ کوفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کی کہ اس سال دریائے فرات میں طغیانی کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہو گئی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔ آپ اُٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا جُبّہ پہنے عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مُبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگا کر اس پر سوار ہوئے اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے ساتھ چلے۔ جب فرات کے کنارے پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اُتر آئے۔ اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لیا۔ اور فرات کے پُل پر آگئے۔ اس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپ نے عصا سے پانی

کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کیا اتنا کافی ہے لوگوں نے کہا نہیں، اے امیرالمؤمنین۔

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ بھر کم ہوگیا۔ جب تین فٹ سطح آب گر گئی۔ تو لوگوں نے کہا، یا امیرالمؤمنین بس اتنا کافی ہے۔

(شواہد النبوۃ صہ ۲۸۲)

حضراتِ گرامی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت بے مثال ہے۔ کفر و اسلام کے درمیان ہونے والی اکثر جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اور ہر میدان میں علی فاتح نظر آتے ہیں۔ آپ کے سامنے کسی کافر کی دم مارنے کی جا نہ ہوتی۔ جوں ہی کوئی کافر آپ کے سامنے آیا آپ نے لمحہ بھر میں اسے فی النارِ جہنم کر دیا۔ مگر ایک موقعہ ایسا بھی آیا۔ کہ آپ نے اپنی زد میں آتے ہوئے ایک یہودی کو قتل کی بجائے چھوڑ دیا، اور اسے مارنے سے درگزر کیا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی۔

خلوصِ نیت

ایک جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کو پچھاڑا اور اس کے سینہ پر بیٹھے تاکہ اس کا سر کاٹیں۔ مگر اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے الگ ہو گئے، اور اسے چھوڑ دیا۔ کسی نے آپ سے اس کی وجہ پوچھی، تو آپ نے فرمایا، چونکہ اس نے میرے منہ پر تھوک دیا تھا۔ اس لئے میں ڈرا کہ اب میرا اس کو قتل کرنا کہیں ذاتی غصہ میں نہ آجائے۔ میں تو اسے محض رضائے الٰہی کی خاطر قتل کرنا چاہتا تھا۔

(قلیوبی صہ ۱۴۷)

حضراتِ گرامی! یہ تھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلم اور بُردباری کہ اپنی ذات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دیتے ہیں۔

حلم علی

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے ایک غلام کو بار بار پکارا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ حالانکہ وہ دروازے پہ ہی موجود تھا۔ جب حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو نے میرے بار بار پکارنے پر جواب کیوں نہ دیا۔ اس نے عرض کی آپ کے حلم کے بھروسے پر اور آپ کی سزا سے امن کی وجہ سے۔ آپ نے اس کے بہتر جواب پر فَاَعْتَقَہٗ اِحْسَانًا احسان کے طور اسے آزاد کر دیا۔ (روح البیان صہ ۳۵۸۔ ج ۱۰)

حضراتِ گرامی! جب بھی کفر و اسلام اور حق و باطل کے درمیان معرکہ ہوا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی جوش و جذبہ کے ساتھ کفر کے ساتھ ٹکرائے اور فاتح بن کر آتے۔ مگر میدانِ خیبر میں تو آپ کی فتح کا کچھ انداز ہی نرالہ تھا۔

خیبر شکن

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک رات حضور سیدِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیْہِ۔	کل میں اس شخص کو جھنڈا دوں گا۔ جس کو اللہ اور اس کا رسول پسند فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ سے فتح دے گا۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ رَجُلٌ کَرَّارٌ وَغَیْرُ فَرَّارٍ۔ یعنی وہ مرد بار بار پلٹ پلٹ کر دشمن پر حملہ کرے گا، اور پیچھے نہ ہٹے گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ خبر بشارت اثر اور یہ مژدہ سعادت ثمر دیا۔ تو تمام

صحابہ علیہم الرضوان کے دل کی خواہش ہو گئی۔ کہ یہ مقام ہمیں ملے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کر کے دو زانو ہو کے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس امید پر کہ شاید اس فضیلت کا مستحق میں ہو جاؤں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس دن کے علاوہ کبھی امیرِ لشکر بننے کی خواہش نہ کی تھی۔ ادھر قریش کی ایک جماعت آپس میں کہنے لگی۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان کی آنکھ میں اس قدر درد ہے کہ وہ اپنا پاؤں تک نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن جب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو پتہ چلا تو آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کرنے لگے۔

اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ۔	اے اللہ جسے تو دینا چاہے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو نہ دے اسے کوئی دینے والا نہیں۔

لیکن جب وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا علی ابن ابی طالب کہاں ہیں۔ لوگوں نے ہر طرف سے عرض کیا وہ یہیں ہیں۔ لیکن ان کی آنکھ درد کرتی ہے۔ فرمایا ان کو میرے پاس لاؤ۔ سلمہ بن الاکوع گئے اور ان کو ہاتھ سے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سامنے لائے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کے سر کو اپنی مبارک ران پر رکھا۔ اور اپنا لعابِ دہن مبارک ان کی آنکھ میں لگایا، اور دعا مانگی۔ اسی وقت ان کی آنکھ سے درد جاتا رہا۔ اور انہیں شفائے کلی حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد کبھی انہیں دردِ چشم اور نہ دردِ سر لاحق ہوا۔ ایک روایت میں

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ دُعا بھی پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْقَرَّ۔	اے اللہ ان سے گرمی سردی دونوں کو دُور رکھ۔

ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت گرمی میں روئی کا لباس پہنتے اور سخت سردی میں باریک کپڑے کا لباس پہنتے تو انہیں کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیار ہو گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے انہیں اپنی خاص زرہ پہنائی اور ذوالفقار ان کی میان میں باندھی۔ اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ علم لے کر روانہ ہوئے اور قلعہ قموص کے پاس چلے گئے۔ علم کو سنگریزوں کے ایک ٹیلے پر جو قریب تھا، نصب کر دیا۔ یہودیوں کا عالمِ دین جو قلعہ کے اوپر کھڑا تھا۔ اس نے پُوچھا کہ اے صاحبِ عَلم تم کون ہو؟ اور تمہارا نام کیا ہے؟ فرمایا میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ اس کے بعد اس یہودی نے اپنی قوم سے کہا، قسم ہے توریت کی تم اس شخص سے مغلوب ہو گے۔ یہ فتح کئے بغیر نہ لوٹے گا۔ وہ یہودی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صفات اور آپ کی شجاعت کو جانتا تھا۔ کیونکہ اس نے توریت میں آپ کا وصف پڑھا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے جو قلعہ سے باہر نکلا وہ حارث یہودی تھا اور وہ مرحب کا بھائی تھا۔ اس کا نیزہ تین من کا تھا۔ اس نے نکلتے ہی جنگ شروع کر دی، اور کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سر پر پہنچے اور ایک ہی وار سے اُسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ خیبر کے بہادروں کی جماعت کے ساتھ اسلحہ سے لیس ہو کر انتقام لینے کے لئے باہر نکلا کہتے ہیں۔

کہ مرحب خیبر والوں میں بڑا بہادر، بلند قد و قامت والا، بڑا جنگجو شخص تھا۔ اور خیبر کے بہادروں اور شجاعوں میں اس کی برابری کا کوئی دوسرا شخص نہ تھا۔ اس روز وہ دو۲ زرہیں پہن کر، دو تلواریں حمائل کر کے دو۲ عمامے باندھ کر اور اس کے اوپر خود رکھ کر یہ رجز (شعر) کہتا ہوا معرکہ کارزار میں آیا۔ کہ

؎ قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ
شَاكِيُ السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ

خیبر والے جان لیں کہ میں مرحب ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا تو آپ بھی یہ کہتے ہوئے آئے۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَيْدَرَهْ

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے بھی میرا نام حیدر رکھا ہے۔

مرحب نے پیش دستی کر کے چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر پر تیغ کا وار کرے۔ مگر حضرت علی نے سبقت کر کے اُچھل کر ضربِ ذوالفقار اس ملعون غدار کے سر پر ایسی ماری کہ خود کو کاٹتی زنجیروں کو چاٹتی حلق تک آگئی۔ پھر آپ نے اور بھی کئی یہودیوں کو فی النارِ جہنم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لڑتے لڑتے جوش میں آگئے کہ آپ خندق کو پھاند کر قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اور قلعہ کے آہنی دروازہ کا ایک پٹ اکھاڑ ڈالا اور اس کی ڈھال بنا کر جنگ میں مشغول ہو گئے۔ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے درِ خیبر کو اکھاڑنے کے لئے جھنجھوڑا تو سارا قلعہ کانپنے لگا۔ منقول ہے کہ اس کا وزن آٹھ سو من تھا۔ آپ نے اسے اکھیڑ کر دُور پھینک دیا۔ اور بعد میں اُسے ستر آدمیوں نے مل کر

اٹھانا چاہا۔ مگر وہ ہلا تک نہیں۔ اِدھر مدینہ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں جب فتح کی خبر پہنچی تو اس نعمت کا شکر ادا فرمایا۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے کاشانۂ نبوّت سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ ان کو آغوش میں لے لیا۔ اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا۔ عرض کی آقا یہ خوشی کا رونا ہے۔ اس لئے کہ آپ مجھ پر خوش ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ صرف میں ہی تم سے راضی نہیں بلکہ خدا، جبرائیل، میکائیل اور تمام فرشتے تم سے راضی ہیں۔ (مدارج النبوۃ صلاا۔ ج،۲)

؎ علی شاہِ مرداں شیرِ یزداں!
علی دروازہ علوم دے شہر دا اے
اوہ برباد ہویا فوراً غرق ہویا
چھٹیا ہویا جو علی دے قہر دا اے
نعرہ علی دا کفر دے کوٹ توڑے
نام علی تریاق ہر زہر دا اے
پڑھی علی جد ہووے نماز صائم
سورج پرت بہندا پچھلے پہر دا اے

حضراتِ گرامی! حدیث پاک سے ثابت ہے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبّت مومن کی پہچان ہے۔ علی کی محبّت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی محبّت ہے۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

سے دشمنی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت رضائے خدا و رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باعث ہے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دشمنی و بغض اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بے ادبی گستاخی قہرِ خداوندی کا موجب ہے۔

گستاخِ علی کا حشر

امام مستغفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک صالح شخص سے روایت کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور تمام مخلوق مقام حساب پر جمع ہے۔ پلصراط کے نزدیک پہنچا اور وہاں سے گزر گیا۔ اچانک میری نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی۔ جو حوضِ کوثر کے کنارے جلوہ فگن ہیں، اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پاس گیا اور پانی کیلئے عرض کی انہوں نے مجھے پانی نہ دیا۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں فرمایئے مجھے پانی پلائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تجھے پانی نہیں دیں گے، میں نے عرض کی کیوں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا۔ اس وجہ سے کہ تمہارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے۔ جو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدگوئی کرتا ہے اور تو اسے منع نہیں کرتا۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے جان سے نہ مار دے۔ اس لئے مجھے اس کو منع کرنے کی طاقت نہیں۔ پھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک چھرا دیا اور فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب میں ہی اسے قتل کر دیا اور واپس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلا آیا۔ اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آپ کے ارشاد کی تکمیل کر

دی ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے پانی دو۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پانی دیا۔ میں نے پیالہ پکڑا۔ لیکن مجھے پتہ نہیں کہ میں نے پانی پیا یا نہیں۔ اس کے بعد میں خواب سے بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خوف کی حالت میں وضو کیا اور نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ لوگوں میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ کہ فلاں شخص کو آج رات سوتے ہی قتل کر دیا گیا ہے، اور حاکم وقت کے اہل کار آکر بے گناہ ہمسایوں کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔ میں نے دل میں کہا، سبحان اللہ یہ خواب تو میں نے دیکھا ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے سچا کر دیا ہے۔ پھر میں اُٹھ کر حاکم کے پاس گیا اور کہا یہ کام تو میں نے کیا ہے یہ لوگ تو بالکل بے گناہ ہیں۔ حاکم نے کہا اے ظالم یہ کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا، یہ خواب میں نے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے سچا کر دیا ہے۔ میرا بھی کیا گناہ ہے پھر میں نے وہ خواب حاکم کو سنایا جس نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ اُٹھ اور چلا جا۔ تو اور یہ سب لوگ بے گناہ ہیں۔

(شواہد النبوۃ صہ ۲۹۸)

شاتمانِ علی کی سزا

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک شخص دکھایا اور کہا اسے ذرا اٹھ کر دیکھو۔ علی بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا آپ مجھے اس کے احوال سے آگاہ فرما دیں۔ مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ وہ شخص ہے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹوں کے خلاف بدکلامی کیا کرتا تھا۔ میں نے دعا کی، اے اللہ! اگر اس پر کوئی تیری عنایت ہے تو اس سے مجھے باخبر کر دے۔ اس پر اس شخص

کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔ دلائل النبوۃ میں ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک شخص تھا۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بدگوئی کیا کرتا تھا۔ سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے حق میں بددعا کی۔ وہ شخص ایک دن اپنا اونٹ مسجد نبوی کے باہر چھوڑ کر اندر آگیا اور لوگوں میں بیٹھ گیا۔ اس کا اونٹ کودتا ہوا مسجد میں آیا اور اس شخص کو اپنے سینے سے زمین پر خوب رگڑا یہاں تک کہ وہ مرگیا۔

حضرت حسین بن علی بن حسین سے روایت ہے کہ ابراہیم بن ہشام المخزومی والی مدینہ تھا۔ وہ ہر جمعہ کو ہمیں اپنے منبر کے پاس جمع کرتا، اور جناب امیرالمؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازیبا گفتگو کرتا۔ ایک جمعہ کو اس جگہ بہت سے لوگ جمع تھے، اور میں منبر کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ مجھ پر خواب غالب آگئی۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پھٹی اور اندر سے ایک شخص نکلا۔ جو سفید کپڑوں میں ملبوس تھا۔ مجھے فرمایا اے عبداللہ جو یہ شخص کہتا ہے۔ تو اس سے پریشان ہوتا ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں! اس نے کہا اپنی آنکھیں کھولو۔ اور دیکھو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو وہ ذکر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کر رہا تھا۔ جو بعد ازاں منبر سے گرتے ہی مرگیا۔

حضرات محترم! جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ کو ہوئی۔

مدفن علی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد مجھے ایک چارپائی پر لٹا کر باہر لے جانا اور غریین پہنچا دینا۔ وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے۔ جس سے نور کی شعاعیں ظاہر ہوتی ہوں گی۔ اسے ذرا ہٹاؤ

گے۔ تو وہاں سے کشادہ جگہ ظاہر ہوگی۔ مجھے وہیں دفن کر دینا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کا نشان مٹا دیا گیا۔ ایک دن ہارون الرشید شکار کی غرض سے غریین کے آس پاس جا پہنچا۔ کیونکہ ہرنوں نے غریین کے قریب پناہ لے لی تھی۔ شکاریوں نے ہرچند ہرنوں کو ڈرانے کے لئے کتوں کو چھوڑا لیکن وہ ان تک نہ پہنچ سکے۔ غریین کے بعض بوڑھے سرداروں سے استفسار کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے، کہ یہاں امیرالمؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر شریف ہے۔ ہارون الرشید نے ان کی زبان پر اعتبار کر لیا اور زندگی بھر وہاں حاضری دیتا رہا۔ اور قبر کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ ۲۹۷)

جوامع الکلم میں یوں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت ہوئی تو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں غسل دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دشمنوں کے خوف سے گھر کے اندر چھپا دیا۔ جب رات ہوئی تو دونوں پوشیدہ طور پر شہر سے باہر نکلے اور آپ کو دفن کر دیا۔ پھر زمین کو برابر کر دیا کہ پتہ نہ چل سکے۔ سالوں تک مشہد مقدس یعنی مزار مبارک کا کسی کو پتہ نہ تھا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گھر سے صحرا کی طرف نکل جاتے اور مزار پر بیٹھتے۔ ایک مرتبہ اس جگہ بیٹھ کر کسی سے یہ واقعہ بیان کر دیا۔ یہ قصہ حکومت کے کانوں تک پہنچ گیا۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں صحیح ہے۔ اس جگہ امیرالمؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہیں۔ وہ جگہ کھودی گئی۔ تو اس جگہ سے تین مزار نکلے۔ ان میں سے ایک کے لوح پر حضرت آدم صفی اللہ، دوسرے پر نوح نبی علیہ السلام اور تیسرے پر

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا تھا۔ زمین کو ہموار کر کے اس جگہ گنبد بنوا دیا گیا اور پھر اس روز سے مشہد علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو لوگوں نے جان لیا اور اس کی شہرت ہو گئی۔ (جوامع الکلم ص ۶۹)

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

○